یہ کوئی مختصر سی کتاب نہ ... کا فر
... وری ۱۹۶۰ء
دو ڈھائی سال کی قلیل ...
... بر ۱۹۶۰ء
اور تیسرے ایڈ ...
... پریل ۱۹۶۳ء
کے اس مطبوعہ ... شرف پریس
قیمت ——

... طرح

... کے ساتھ سا ...
... طبع
...
... بخش
... ن

مقبول

طباعتی ...
لٹریچر پر حاوی ہے او...
اصحاب کی سرپرستی اور تعاون سے بدستور ہم بہرہ ور ہوتے
رہیں گے۔

ناشر

نازی

مصنف ۱- رئیس احمد جعفری

گُل کدہ

پھول ہیں گلشن میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن

...ندہ" ہمارا یہ چھُٹی بالکل الگ ہے

[illegible]

نازلی

AMINIA MUSLIM GIRLS SEC. SCHOOL
A. No. 328
Date 1.9.90
★ LIBRARY ★

(۱)

فیروز آباد سے کوئی ۱۶-۱۷ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ تھا۔ جو شاذو کے نام سے مشہور تھا۔ یہ ایک سرسبز و شاداب اور بلند و بالا پہاڑ تھا۔ اس کی اونچائی، سات ہزار فٹ سے زیادہ تھی۔ مختلف بلندیوں پہ اس کی بہت سی چوٹیاں بکھری ہوئی تھیں اور ہر چوٹی پہ، چند دل آویز اور خوشنما عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ جن میں دولت مند اور صاحب ثروت لوگ گرمیوں کا زمانہ گزارنے کے لئے مقیم ہوا کرتے تھے۔ کئی شاندار اور عالی شان ہوٹل تھے۔ جن میں مختلف شہروں اور ملکوں کے سیاح آکر ٹھہرا کرتے تھے۔ کئی شبینہ کلب تھے۔ جہاں رات رات بھر جام صہبا اور ساقی مینا بدوش کی نشاط آفرینیاں جاری رہتی تھیں۔ مارچ سے اکتوبر تک یہاں بڑی چہل پہل، گھماگھمی اور بارونق رہتی تھی۔ نومبر سے فروری تک صرف وہی لوگ بود و باش رکھتے تھے۔ جو کسی نہ کسی وجہ سے مجبور تھے۔

شاذو کی سب سے بلند چوٹی کا نام "ڈوگی گندہ" تھا۔ یہ چوٹی بالکل الگ تھلگ

واقع ہوئی تھی۔ راستہ بھی ذرا دشوار گزار تھا۔ صرف چند عمارتیں تھیں، لیکن اپنے طرزِ تعمیر اور اندرونی آرائش و زیبائش کے لحاظ سے اپنی مثال آپ۔ اونچے اونچے اور بڑے بڑے درختوں کے جھنڈ میں دور سے ان عمارتوں کا نظارہ ایک عجیب کیف سا طاری کر دیتا تھا انسان پر، اور خود بخود اس کا جی چاہتا تھا کہ راستہ کی ناہمواریوں اور دشواریوں کو نظر انداز کر کے وہاں پہنچے۔ اور وہاں کے جمالستان کا نظارہ کرے۔

گل کدے پر پانچ کوٹھیاں تھیں۔ اور یہ کوٹھیاں ایک فرانسیسی مصوّر اور نقاش موسیو اندرے نے منہ مانگے کرایہ پر لے لی تھیں۔ ان میں سے ایک کوٹھی، آرٹ گیلری تھی۔ جہاں موسیو اندرے کے شاہکاروں کے علاوہ دنیا کے مشہور مصوروں اور نقاشوں کے قلمی نقوش پوری آب و تاب کے ساتھ در و دیوار کی زینت بنے ہوئے تھے۔ دوسری کوٹھی آرٹ کالج کے کام آتی تھی۔ یہ کالج موسیو اندرے نے خود قائم کیا تھا۔ وہی اس کے پرنسپل اور سیکرٹری تھے۔ تیسری کوٹھی مردانہ ہوسٹل کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ چوتھی سے زنانہ ہوسٹل کا کام لیا جاتا تھا۔ پانچویں کوٹھی جو خاصی بڑی تھی۔ کئی حصّوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ ایک حصّہ میں موسیو اندرے اپنی اہلیہ اور صاحبزادی کے ساتھ مقیم تھے۔ باقی حصّوں میں بعض دوسرے پروفیسر اور آرٹسٹ قیام پذیر تھے۔

کالج کی تعلیم اور ہوسٹل کے مصارف بہت زیادہ تھے۔ فی طالب علم تقریباً پانچ سو روپے ماہوار اوسط آتا تھا۔ لیکن چونکہ موسیو اندرے بین الاقوامی شہرت کے مصور اور نقاش تھے۔ اس لئے فن کے شائقین، اس گرانی سے ذرا بھی بددل نہ ہوتے تھے۔ ہر سال نہ جانے کتنی درخواستیں جگہ کی قلّت کے باعث رد کر دینا

پڑتی تھیں ۔

موسیو اندرے کا برتاؤ کالج کے لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ پدرانہ تھا۔ ان کے متعلق مشہور تھا کہ وہ غبی سے غبی اور کوڑ ان سے کوڑ ان طالب علم کو بھی مختصر سی مدت میں فنکار بنا دیتے ہیں۔ اور واقعہ بھی یہی تھا۔ جو لوگ قلم سے کام لینا بھی نہیں جانتے تھے۔ موسیو اندرے کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کرنے کے بعد وہ چوٹی کے فنکار بن گئے ۔

موسیو اندرے کی آرٹ گیلری، سارے ایشیا میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ دور دراز سے سیاح اسے دیکھنے کے لئے، لوگ رخت سفر باندھ کر شاداب آیا کرتے تھے۔ گیلری میں داخلہ کا ٹکٹ پانچ روپے تھا۔ اور ہر روز بیسیوں آدمی گیلری دیکھنے کے لئے گلدرے پہنچا کرتے تھے ۔

فیس اور ٹکٹ کی صورت میں جتنا روپیہ بھی وصول ہوتا تھا۔ وہ بڑی دریادلی سے موسیو اندرے کالج ہی پر صرف کر دیتے تھے ۔

موسم گرما میں جب شاداب اپنی بہار اندر بہار رعنائیوں کے باعث جنت کا ایک ٹکڑا بن جاتا تھا۔ تو گلدرے پر بھی ہجوم کا سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ گلدرے میں آرٹ گیلری دیکھنے کے لئے جو لوگ آتے تھے۔ ان میں اہل نظر بھی تھے۔ اور تماشائی بھی، وہ لوگ بھی جو مطالعہ فن کے لئے آتے تھے۔ اور وہ بھی جو آرٹ گیلری کے بہانے سے آرٹ کالج کی سمن بر اور پری پیکر طالبات کو ایک نظر دیکھ لینے کی حسرت اور آرزو میں آتے تھے۔ ان کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا۔ کہ گیلری کا ٹکٹ پانچ روپے کی بجائے پچاس روپے کا بھی ہوتا تو یہ آتے اور شوق سے آتے۔ بعض

ایسے منچلے بھی تھے، جو آتے تھے، اور یہاں سے نقد دل ہار کر واپس جاتے تھے۔
بہت مختصر مدت میں آرٹ کالج کی وجہ سے شاذو نے، اور شاذو کی وجہ سے
آرٹ کالج نے غیر معمولی عروج و فروغ حاصل کر لیا۔ شاذو کے نام کے ساتھ ہی خود
بخود ذہن موسیو اندرے کے آرٹ کالج اور ان کے گل کدے کی قیامت خیز اور
فتنہ انگیز رعنائیوں کی طرف منتقل ہو جاتا تھا۔ جو لوگ آرٹ اور فن سے کوئی دلچسپی
نہیں رکھتے تھے۔ وہ بھی شاذو جاتے تھے تاکہ ایک نظر گل کدے پہ ڈال لیں۔
اور قلب و نظر کی آسودگی کا سرو سامان بہم پہنچا لیں۔

موسیو اندرے اپنی اس قابلِ رشک کامیابی پہ بہت خوش تھے۔ انہوں نے
تن تنہا یہ بارِ گراں اپنے دوشِ ناتواں پہ اٹھایا تھا۔ بہت جلد انہیں سہارا بھی مل گیا۔
یعنی حکومت نے ازراہِ قدردانی مبلغ پچاس ہزار سالانہ کی گرانٹ کا اعلان کر دیا۔
اس اعلان نے موسیو اندرے کو کالج کے مستقبل کی طرف سے مطمئن کر دیا۔

(۲)

اگست کا مہینہ ختم ہو چکا تھا، ستمبر کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ شانزدہ کا موسم اور زیادہ سرد ہو چلا تھا۔ لیکن سیاحوں، زائروں اور تماشائیوں کی آمد میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ دس واپس جاتے تھے تو پندرہ نئے مسافر آجاتے تھے۔ انہی نئے مسافروں میں روفی اور مجروح بھی تھے۔ یہ دونوں بچپن کے دوست تھے زندگی کے ہر دور میں ان کی دوستی مستحکم ہوتی چلی گئی۔ دونوں کے راستے الگ تھے۔ ذوق جدا تھا۔ مزاج اور طبیعت میں اختلاف تھا۔ زندگی کے معیار اور اقدار میں فرق تھا —— لیکن دونوں دوست تھے اور بہت گہرے دوست تھے، ایک کو دوسرے کے بغیر قرار نہ آتا تھا۔ دونوں ایک جان دو قالب نظر آتے۔

روفی کو آرٹ سے ذوق تھا۔ اسی سال اس نے گورنمنٹ آرٹ کالج سے سند لی تھی۔ مجروح بھی آرٹسٹ تھا۔ لیکن دوسری قسم کا وہ شاعر تھا۔ ہر چیز میں حسن کا جلوہ دیکھنا۔ اور نغمہ سنجی میں مصروف ہو جاتا۔ لیکن وقت گزارنے کے لئے والدین

کے وظیفے سے اس نے کالج میں داخلہ لے لیا تھا۔ اور بالکل خلاف توقع اس
سال بی۔ اے کے امتحان میں کامیاب ہو گیا تھا۔
تعطیل کا زمانہ لطف و تفریح سے بسر کرنے کے لئے یہ دونوں دوست شاذ ور
آ گئے تھے، اور ایک اچھے ہوٹل میں ٹھہرے تھے۔
شام کو مال روڈ پہ دونوں اکٹھے سیر کے لئے نکل جاتے، لیکن یہ سیر دونوں کی مستقل
لڑائی کا پیش خیمہ بن گئی تھی۔
مال روڈ شاذ ور کی روح تھا، شام کو سہ پہر سے لے کر رات ۹ بجے تک، حسین
راہ گذر کے قیامت خیز جلوے جیسے یہاں نظر آتے تھے۔ شاید ہی کہیں نظر آتے ہوں
یہی ایک ایسی جگہ تھی۔ جہاں دن بھر اپنے ہوٹلوں، گھروں اور مہمان خانوں میں بند
رہنے کے بعد لوگوں کو آوارہ گردی کرنے، گھومنے، ملنے، ملاقات کرنے
نظر بازی کرنے اور جلوہ آرائی کرنے کا موقع ملتا تھا۔ اس گروہ میں روفی اور مجروح
بھی شامل ہو جایا کرتے تھے۔ کبھی ٹہل رہے ہیں۔ کبھی ہوٹل میں چائے پینے کے بہانے
سے بیٹھ گئے۔ اور جمال خراماں کا نظارہ کرنے لگے۔ کبھی کسی دوکان میں پہنچ گئے
اور دست قدرت کی بنائی ہوئی کسی مورت کو دیکھ کر دل خوش کر لیا۔
ایسے موقعوں پہ روفی اور مجروح میں ضرور لڑائی ہو جایا کرتی تھی۔
ایک روز ایک اچھی صورت دیکھ کر روفی بے اختیار کہہ اٹھا۔ کتنا اچھا ماڈل
ہے ـــــ اس تصویر کو میں بالکل ایسی ہی بنا سکتا ہوں۔ جیسی یہ ہے۔!
یہ سن کر مجروح بپھر گیا، اور کہنے لگا۔
لاحول ولا قوۃ، نہایت بیہودہ آدمی ہو۔ اتنا اچھا شعر ذہن میں آیا

غارت کر دیا تم نے ——!

روفی ہنسنے لگا، پھر اسے چڑاتے ہوئے بولا۔

"شعر؟ یہ کیا بکواس لگائی ہے، میں آرٹ کا ذکر کر رہا ہوں اور آپ کو دل مرحوم کی مرثیہ خوانی سوجھی ہے!"

مجروح تڑپ اُٹھا۔

کمبخت تیرا اور تیرے اُستادوں کا سارا آرٹ میرے ایک شعر کا مقابلہ نہیں کر سکتا، تم اپنے موقلم سے ایسی ہی تصویر کھینچ دو گے، جیسی یہ ہے، اور میں اپنے شعر سے اس تصویر کو زندہ کر دوں گا۔ اسے حیاتِ دوام بخش دوں گا۔ اسے زندہ جاوید بنا دوں گا! —— تمہارا آرٹ بے بس ہے، مجبور ہے، قلم، رنگ کا، غذا اور فرصت کا محتاج ہے۔ اور میرا آرٹ؟ —— غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے،!

روفی نے قہقہہ لگایا۔

اچھا تو اپنے برجستہ اور فی البدیہہ آرٹ کا کوئی نمونہ پیش کیجئے —— ہوا کوئی شعر؟

مجروح نے ماتھے —— پر شکن ڈال کر جواب دیا۔

"کیوں نہیں!! ——

بلند اس کی ہے، دماغ اس کا ہے، راتیں اس کی ہیں
جس کے شانوں پر تیری زلفیں پریشاں ہو گئیں

روفی نے ایک اور فلک شگاف قہقہہ لگایا،

"چھوڑیے کہیں کے یہ تو غالب کا شعر ہے!"

مجروح نے بے بسی کے عالم میں جواب دیا۔

"اس وقت میری زبان سے غالب کی روح بول رہی ہے"

رومی ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔

پھر اس نے موضوع گفتگو بدلتے ہوئے کہا۔

یار شاذو آئیں اور گل کدے کی سیر نہ کریں۔ اس سے بڑھ کر بھی بدذوقی ہو سکتی ہے کوئی؟ جہاں وہ قیامت کا حسن ہے خدا کی قسم کہ واہ واہ!

مجروح نے اشتیاق کے عالم میں کہا۔

کہتے تو ٹھیک ہو، کل ادھر آنے کی بجائے وہیں کیوں نہ چلیں؟"

رومی نے تائید کی۔

ضرور ضرور، ایک صاحب ہمارے ہوٹل میں ٹھہرے ہیں وہ کل گئے تھے کہہ رہے تھے۔ گل کدہ واقعی گل کدہ ہے۔ جس طرح تمہاری زبان سے ابھی غالب کی روح بول رہی تھی۔ اسی طرح ان کی زبان سے اقبال کا نغمہ گونجنے لگا۔

پھول ہیں گلشن میں یا پریاں قطار اندر قطار

اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے، پیرہن!

(۳)

دوسرے دن ناشتہ کے بعد مجروح نے ردفی سے کہا۔

"چلو!"

ردفی نے پوچھا،

"کہاں؟ —— اے جانِ قیس تیرا ارادہ کدھر ہے آج؟"

مجروح نے ذرا بگڑے ہوئے انداز میں کہا۔

"بھول گئے؟ گل کدے چلنا ہے یا نہیں حضرت؟"

ردفی سگرٹ کا ایک کش لگاتے ہوئے بولا۔

"ضرور چلیں گے، لیکن کچھ واہی ہوئے ہو اس وقت؟"

مجروح کو غصہ آگیا،

"تم تو ہو پاگل —— میں جانتا ہوں!"

ردفی نے کرسی سے ٹیک لگائی، اور ایک نیا سگرٹ سلگاتے ہوئے بولا

"ضرور جاؤ، ـــــ بیٹ کر، آؤ گے!"

مجروح کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔

"کیوں؟ ہم کسی بُرے مقصد سے تو نہیں جا رہے ہیں!"

رونی نے اسی طرح بیٹھے بیٹھے کہا۔

"آپ وہاں چلے کھینچنے جا رہے ہیں۔ میں یقین کئے لیتا ہوں۔ لیکن بندہ نواز آرٹ گیلری کا وقت ۴ سے ۶ بجے تک ہے!"

مجروح نے رونی کے پاس کرسی پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا لغویت ہے؟ آرٹ کے دیکھنے کا بھی کوئی وقت مقرر ہوتا ہے؟"

رونی نے کہا۔

"ہاں ہونا تو نہیں چاہیئے، بات یہ ہے کہ موسیو اندرے سٹھیا گئے ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی تو کہیں گے گیلری ۲۴ گھنٹے کھلی رہنی چاہیئے!"

مجروح کا غصّہ ختم ہو چکا تھا۔

"اب سوال یہ ہے کہ ۴ بجے تک کا وقت کس طرح کاٹا جائے؟"

رونی نے چٹکی لی۔

"آہا تو بے قراری کا یہ عالم ہے کہ وقت کاٹے نہیں کٹتا؟ وہاں سے واپس آنے کے بعد کیا کرو گے؟"

مجروح صاحب کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا۔

"تم تصویر بناتا ہیں شعر کہوں گا!"

رونی نے جواب میں کہا۔

"یہ تو اس وقت بھی ہو سکتا ہے!"

مایوسی کے عالم میں بصورت انکار گردن ہلاتے ہوئے مجروح نے کہا

"نہیں بھائی، اب ہم بجے تک کچھ نہیں ہو سکتا، (ٹھنڈا سانس لے کر) جی چاہتا ہے (ہاتھ کی گھڑی کی طرف اشارہ کر کے) اس کمبخت کو توڑ کر پھینک دوں!"

رونی نے مسکراتے ہوئے پوچھا:

"اس بے چاری نے کیا خطا کی ہے؟"

مجروح نے گھڑی سامنے کر دی،

"دیکھ لو، صرف دس بجے ہیں!"

رونی کو ہنسی آ گئی،

"لاؤ مجھے دو، میں چار بجائے دیتا ہوں!"

مجروح صاحب بھی ہنس پڑے،

"ہٹو بھی!" —— "تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں!"

رونی نے مجروح کے سراپا پر ایک نظر ڈالی، اور دریافت کیا۔

"بیزار کیوں بیٹھے ہو؟ کیا کچھ محبت شروع کر دی کسی سے؟"

مجروح نے ایک نفس سرد کے ساتھ کہا۔

"ارے بھئی وہاں پہنچ تو لینے دو!"

رونی نے چھیڑا،

"تو طے کر چکے ہو کہ وہاں جاتے ہی کسی سے محبت شروع کر دو گے؟"

بڑے فلسفیانہ انداز میں مجروح صاحب نے جواب دیا۔

"محبت کی نہیں جاتی، ہو جاتی ہے!"

"روفی نے سوال کیا۔

"بغیر دیکھے ہوئے! ——— ابھی نہ وہاں گئے۔ نہ کسی کو دیکھا، نہ کسی سے ملے، نہ کسی سے مڈبھیڑ ہوئی، نہ کسی سے آنکھیں ملیں، نہ کسی سے باتیں ہوئیں نہ کسی کے ناز و انداز اور عشوہ و غمزہ کا نظارہ کیا۔ اور محبت کرنے لگے! میرے خیال میں تو گل کدے کے بجائے تمہیں پاگل خانے جانا چاہیئے!"

مجروح نے ذرا بھی برا نہیں مانا،

"بھئی جتنا چاہو مذاق اڑا لو، لیکن واقعہ یہ ہے کہ گل کدے کے تصور سے دل کی عجیب حالت ہو رہی ہے، ——— خود بخود دل میں ——— اک شخص سمایا جاتا!"

روفی نے پوچھا۔

"لیکن کون ہے وہ شخص جو آپ کے دل میں سمایا جا رہا ہے؟"

مجروح نے دیوار کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے کہا

"یہ تو وہیں جا کر معلوم ہو گا!"

روفی ہنسنے لگا،

تمہاری ساری زندگی عشق ہی کرتے گذرے گی!"

مجروح نے مایوسی کے عالم میں کہا۔

"اب زندگی باقی ہی کتنی ہے، ——— لیکن میرا اعتقاد ہے، کہ یہ میرا آخری عشق ہو گا۔

"حجرۂ گل کدے میں کیا جائے گا؟"

"ہاں!"

"لیکن محبوب کون ہے یہ نہیں معلوم؟"

"چند گھنٹوں کی بات ہے۔ معلوم ہو جائے گا!"

"بھائی میرے تم ہی جاؤ! میں تو باز آیا جانے سے!"

"واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیوں نہیں جاؤ گے؟"

"عشق تم کرو گے تو پٹنا بھی تم ہی کو چاہیئے، میں کس خطا میں پٹوں؟ اور یہ طے ہے کہ پٹائی ہو گی!"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ڈاک آگئی، اور دونوں اپنے اپنے خط دیکھنے لگے۔

(۴)

تین بجے مجروح صاحب بالکل تیار ہو گئے، روفی شیو کر رہا تھا۔ وہ بگڑ گئے۔

"یہ شیو کرنے کا وقت ہے؟"

اس نے صابن کا برش لگاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کیا شعر کہنے کا وقت ہے؟"

مجروح صاحب اور زیادہ بگڑ گئے۔

"چار بجے وہاں پہنچ جانا چاہیئے۔ تین بج کر دس منٹ ہوئے ہیں۔ راستہ ناہموار اور دشوار گذار ہے۔ ایک گھنٹہ لگ جائے گا۔ وہاں پہنچتے پہنچتے، خدا کے بندے!"

روفی نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔

"تم چلو میں آتا ہوں!"

یہ وقت نہ غصہ کرنے کا تھا نہ لڑنے کا، مجروح صاحب بالکل پاس آ کر کھڑے

ــــ گئے۔

"خدا کے لئے جلدی کرو، سوا تین ہو گئے!"

روفی شند کر کے اُٹھ کھڑا ہوا، اس نے کہا۔

"تم یہیں کھڑے رہو، میں غسل کر کے ابھی آیا!"

اب غصہ کا ضبط کرنا مجروح صاحب کے لئے ناممکن ہو گیا۔

"غسل کرو گے اس وقت؟ خدا کی قسم ڈبل نمونیہ ہو جائے گا۔ دیکھتے نہیں موسم کس غضب کا سرد ہے، بس جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر آجاؤ!"

روفی غسل خانے میں پہنچ چکا تھا!

مجبوراً مجروح صاحب اس کے انتظار میں کھڑے سر د صفت رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نہایت اعلیٰ درجے کے کپڑوں میں ملبوس ہو کر برآمد ہوا، اس نے کہا۔

"سچ کہنا مجروح کیسا لگتا ہوں؟"

مجروح نے جل کر جواب دیا۔

"گل فام! ـــــ اب چلو گے بھی یا داد لیتے رہو گے اپنے حسن عالم آشوب کی؟"

روفی نے جواب دینے کی بجائے بیل پر ہاتھ رکھ دیا۔ مجروح حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ اتنے میں بیرا حاضر ہوا۔ روفی نے اُسے حاکمانہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"چائے!"

وہ سر جھکا کر تعمیل ارشاد کے لئے روانہ ہو گیا، اس کے جانے کے بعد مجروح صاحب نے کہا۔

"اب چائے ڈھکوسی جائے گی؟ —— کھانا بھی منگوالیا ہوتا۔"
روفی نے بے پروائی سے کہا۔
"بغیر چائے پیئے میں باہر نہیں نکلا کرتا" —— آؤ بیٹھ جاؤ، ایک کپ
تم بھی پی لینا، گھبرائے کیوں جاتے ہو، ابھی چلتے ہیں۔"
مجروح نے بیٹھتے ہوئے کہا۔
"ہاں ابھی چلتے ہیں، اور وہاں پہنچنے کے بعد اگر گیلری بند ہو گئی تو؟"
اتنے میں بیرا چائے، کیک، پیسٹری اور دوسرے لوازم لے کر حاضر ہو گیا تھا۔
روفی نے اطمینان سے چائے بناتے ہوئے کہا۔
"تو پھر کل چلیں گے!"
شربت روح افزا کی طرح اپنی پیالی غٹ غٹ پینے کے بعد مجروح
نے کہا۔
"اب زہر مار بھی کرلو کسی طرح، یہ پیسٹری کھانے کی کیا ضرورت ہے؟"
خوش قسمتی سے بیرا دست بستہ کھڑا ہوا تھا۔ اس پہ غصہ اتارنے کا بڑا اچھا
موقعہ مل گیا۔ کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا، پھر پیسٹری کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے فرمایا۔
"یہ کیا اٹھا لائے ہو؟"
اس نے نہایت ادب سے عرض کیا۔
"پیسٹری ہے حضور —— کچھ اور لے آؤں؟"
نہایت گرج دار آواز میں مجروح صاحب نے فرمایا۔

N. (10410) نازلی

"یہ پیسٹری ہے؟"
وہ ہکا بکا دیکھنے لگا۔ سارے شہر میں اس ہوٹل کی پیسٹری اپنے ذائقہ اور لطافت میں مشہور تھی۔ مجروح صاحب نے فرمایا۔
"بل نے آؤ گے پانچ روپے کا، حالانکہ یہ زیادہ سے زیادہ دو آنے میں ہے بس"
بیرا بیچارہ جواب کیا دیتا، تصویرِ حیرت بنا۔ اپنے نقاد کو دیکھتا رہا۔ اس کی خاموشی نے زخم پہ نمک کا کام کیا۔ تلملا کر ارشاد فرمایا۔
"جی چاہتا ہے ابھی آفیسر سے رپورٹ کر دوں!"
روفی مجروح کی ان جلی کٹی باتوں سے لطف لے رہا تھا۔ اور چائے کیک پیسٹری سے شغل بھی جاری تھا۔ اس نے ایک ٹکڑا مجروح کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا
"اسے چکھو!"
میٹھی چیز مجروح صاحب کی کمزوری تھی، اس وقت چونکہ گل کلہ سے جانے کی جلدی تھی۔ اس لئے اشارہ سے کام لے رہے تھے۔ ورنہ انہی نے روفی کو اس ہوٹل کی پیسٹری کی شاعرانہ مبالغہ سے تعریف کر کے چاٹ لگائی تھی۔ وہی پیسٹری جسے وہ بڑے والہانہ ذوق و شوق سے کھایا کرتے تھے۔ اس وقت زہر دکھائی دے رہی تھی۔ روفی نے جو ٹکڑا ان کی طرف بڑھایا۔ تو صبر و ضبط جواب دے گیا۔ طبیعت للچائی، پھر بھی اپنے کو روکا۔ اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کیا کہوں اسے؟"

"روفی نے کہا

"کھاؤ --- بڑے مزے کی ہے!"

مجروح صاحب انکار نہ کر سکے، لیکن یہ عطیہ قبول بھی نہ کر سکے، چپ چاپ بیٹھے رہے، روفی نے کہا۔

"لو بھئی، ورنہ مکھیاں ساری چپٹ کر جائیں گی!"

جی تو چاہا، فوراً لے لیں، لیکن آن بھی تو کوئی چیز ہے۔

"آپ ہی شوق کریں۔ الحمد للہ میں چھوٹا نہیں ہوں کہ پیسٹری کا ٹکڑا دیکھ کر رال ٹپک پڑے!"

روفی نے کہا۔

کھاتے ہو یا پھر اٹھوں؟"

مجروح صاحب نے وہ ٹکڑا لے لیا، منہ کھولا، ---- اس تکلف سے کہ گویا بنگلے کا در کھلا، اور ایک ہی لقمہ میں اسے صاف کر گئے۔ نہایت لذیذ تھا، مزا آگیا۔ روفی نے یہ کیفیت بھانپ لی۔ ایک دوسرا ٹکڑا اٹھا کر پیش کیا۔

"یہ بھی بڑے مزے کی چیز ہے۔ ذرا چکھو تو سہی!"

مجروح نے تیوری چڑھا کر ارشاد فرمایا۔

اونھ!"

پھر وہ ٹکڑا بھی منہ میں پہنچ گیا۔

روفی نے کہا۔

"بس اب تیار ہو جاؤ، میں ذرا یہ ٹائی بدل لوں، ابھی آیا!"

اس دفعہ مجروح صاحب نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ کوئی فقرہ نہیں کسا۔ روفی کے جانے کے بعد پیسٹری کی پلیٹ اپنی طرف کھسکائی۔ اور بیرے سے بڑے نرم لہجہ میں کہا۔

"معلوم تو تازہ ہوتی ہے!"

اس نے عرض کیا۔

"حضور بالکل تازہ، باسی چیز کا ہمارے ہاں کیا کام، ابھی بنی —— ابھی ختم!"

پلیٹ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا۔

"مزے کی ہے!"

بیرے نے یاد دلایا۔

"سرکار سارے شہر میں دھوم ہے ہماری پیسٹری کی!"

آخری ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے فرمایا۔

"ہونا بھی چاہیئے —— اچھا اب برتن سمیٹو، جاؤ جلدی سے!"

ڈر یہ تھا، کہیں روفی نہ آجائے، اور خالی پلیٹ دیکھ کر کوئی فقرہ چست کردے۔ لیکن جس شامت کا ڈر تھا وہی پیش آئی!

بیرا برتن سمیٹ رہا تھا کہ روفی ٹائی بدل کر آگیا۔ اس کی نظر سب سے پہلے برتنوں پر پڑی۔ پیسٹری کی خالی پلیٹ دیکھ کر وہ مسکرایا۔ بیرے سے

نظر مل گئی۔ وہ بھی مسکراہٹ نہ روک سکا۔ مجروح صاحب، نے دونوں کو مسکراتے دیکھا، تو خود بھی مسکرانے لگے۔ اور گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ظالم ساڑھے تین بج گئے!"

روفی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"آؤ، آؤ!"

(۵)

جاں
راستہ واقعی بڑا ناہموار اور بے حد دشوار گزار تھا۔ لیکن عشق بلاخیز کا قافلہ محبت
ابنا ہر دو آدمیوں پہ، مگر در حقیقت ایک ہی آدمی پہ مشتمل تھا، برابر آگے بڑھتا
ہا —— کھائی، خندق، پتھر، روڑے، سب ہی نے باری باری سے
امن پکڑا، لیکن روک کوئی نہ سکا۔ ایک امنگ تھی۔ جو آگے بڑھائے لئے
رہی تھی۔ ایک جذبہ تھا۔ جو بجلی کی طرح قدموں میں سرایت کر گیا تھا۔ پسینہ
را جسم (تیز رفتاری کے باعث) شرابور ہو رہا تھا۔ سانس دھونکنی کی طرح
ل رہی تھی، لیکن پاؤں تھے کہ آگے بڑھ رہے تھے —— بڑھے چلے جا
رہے تھے۔

روحی اور مجروح کے انداز رفتار میں فرق تھا۔ گو وہ دونوں ساتھ ساتھ
م بہ قدم چل رہے تھے۔ روحی کے انداز سے یہ معلوم ہو رہا تھا
ہ نہایت اطمینان کے ساتھ بغیر کسی اضطراب اور خلش کے منزل کی طرف

قدم بڑھ رہا ہے۔ اور مجروح صاحب کی یہ کیفیت تھی کہ اس طرح ہانپتے ہو
لپک رہے تھے۔ جیسے کسی خزانہ کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ ذرا دیر ہوئی۔ ا
نصیب دشمناں ہو جائے گا۔

آخر رونی ضبط نہ کر سکا، اس نے کہا۔

"مجروح صاحب آپ اتنے مضطرب کیوں ہیں؟"

مجروح نے جواب دینے کی کوشش کی مگر نہ دے سکا۔ دم بڑی طر
پھول رہا تھا رونی نے پھر چھیڑا۔

"ارے بھائی، اطمینان سے چلو!"

بڑی مشکل سے مجروح نے کہا۔

"پانچ بج گئے"

رونی نے ایک قہقہہ لگایا۔

"لیکن تمہاری صورت یہ بھی تو بارہ بج رہے ہیں میرے دوست!
آخر بے سدھ ہو کر مجروح ایک پتھر پہ بیٹھ گیا۔ رونی نے پوچھا۔

"خیریت! یہ کیا ہوا؟ یوں تو چھ یہیں بج جائیں گے؟"

مجروح نے پھولے ہوئے سانس کو بڑی مشکل سے قابو میں لا کر کہا

"ابھی چلتے ہیں ذرا دم لے لیں!"

رونی بھی پاس بیٹھ گیا۔ اس نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا جناب، ——— ہم بھی ذرا دو چار منٹ دم لے لی
تھوڑی دیر کے بعد، گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے رونی نے کہا

"سوا پانچ بج رہے ہیں۔ کافی سستا لئے، اب چلو!"

مجروح اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں! بہت دیر ہو گئی!"

دونوں پھر چلنے لگے، اب چونکہ منزل نظر کے سامنے تھی۔ لہٰذا بڑی حد تک اضطراب رفع ہو چکا تھا۔ دونوں آہستہ آہستہ چلتے رہے۔ آخر بعد از خرابی بسیار وہ چوٹی آ گئی جہاں گل کدے کی عمارتیں واقع تھیں۔

دفعتاً بادل زور شور سے گھر آئے۔ اور ہوا بھی زور کی چلنے لگی۔ مجروح نے بے بسی سے آسمان کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔

"اب کیا ہوگا؟"

رومی نے بے پروائی سے کہا۔

"بارش ہوگی!"

مجروح صاحب نے فرمایا۔

"تو ہم کیا کریں گے اس نامانوس اور اجنبی مقام پر؟"

رومی نے جواب دیا۔

"پھر اس بارش منظر کی تصویر کھینچوں گا، تم شاعری کرنا، پھر میری تصویر اور تمہارے شعر کا مقابلہ ہوگا۔ وہ تصویر تو گل کدے کی آرٹ گیلری میں جگہ پائے گی اور تمہارا شعر ہوا میں اڑ جائے گا!"

کوئی اور وقت ہوتا تو مجروح صاحب ایک کی دس سناتے، لیکن آدمی معاملہ فہم اور موقع شناس تھے۔ یہ وقت تو تو میں میں کرنے کا نہیں تھا۔ بہت بڑی

بولے۔

"یار ہر وقت مذاق اچھا نہیں لگتا۔ کسی سے گیلری کا پتہ نشان تو پوچھو۔ یہاں تو ہُو کا عالم نظر آ رہا ہے۔ نہ آدم نہ آدم زاد، ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ساری کوٹھیاں خالی پڑی ہیں!"

آگے بڑھتے ہوئے روفی نے کہا

"کیوں گھبرائے جاتے ہو، ابھی سب کچھ معلوم ہو جائے گا؛"

اب یہ لوگ بالکل اس ہموار سطح پر پہنچ چکے تھے، جہاں کاریج اور متعلقہ عمارت واقع تھیں۔ ایک پٹھان جو ہر طرح مسلح تھا ایک کوٹھی کے دروازے پر کھڑا تھا مجروح نے اسے دیکھ کر روفی سے کہا۔

"اس سے پوچھو!"

روفی ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔

"تم کیوں نہیں پوچھتے!"

مجروح نے خفا ہوتے ہوئے کہا

"میں ہی پوچھے لیتا ہوں!"

بہت احتیاط سے قدم اٹھاتے ہوئے مجروح صاحب پٹھان کے قریب پہنچے اور اس سے دس بارہ قدم کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر دریافت کیا۔

"کیوں خاں صاحب آرٹ گیلری کہاں ہے؟"

خاں صاحب اس وقت نہایت انہماک سے نسوار منہ میں رکھے ہوئے تھوڑی سے دبائے اس سیال سبز کا مزا لے رہے تھے اور چودہ طبق روشن ہو رہے تھے۔

اس مداخلت بے جا پر بہت جھنجھلائے۔ منہ کھولتے تو سارا مزا کرکرا ہو جاتا۔
اور اتنی دیر کی ریاضت شاقہ کے بعد کیف و سرور کی جس۔ یہاں پہنچے تھے۔ اس
سے دستبردار ہونا پڑتا۔ لہٰذا نہایت تیکھے انداز میں سامنے کی ایک عمارت کی
طرف کلمہ کی انگلی سے اشارہ کر دیا۔ اور پھر اس طرح بے تعلق ہو گئے کہ گویا اب
اگر سائل نے مزید پوچھ گچھ کی تو اس کی خیر نہیں۔

مجروح صاحب یہ معلومات حاصل کر کے ردفی صاحب کے پاس آئے
اور اس عمارت کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"چلو ---- وہاں!"

دونوں پھر ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ یہ عمارت دوسری عمارتوں سے بالکل الگ
ایک ٹیلہ پر واقع تھی۔ ردفی نے پوچھا۔

"کہاں جا رہے ہو بھئی؟"

مجروح صاحب نے چلتے چلتے کہا۔

"جہنم میں!"

ردفی کو لطف آ رہا تھا۔ مجروح صاحب کے حال زار پر۔ اس نے کہا۔
"تم جیسے بدذوقوں کے لئے واقعی آرٹ گیلری جہنم سے کم نہیں ہے۔!"

(۶)

اب یہ لوگ بالکل عمارت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ روفی نے حیرت واستعجاب کے عالم میں کہا۔

"ارے یہاں تو بالکل سناٹا ہے۔ ویسے تو سنا تھا ہر وقت ٹھٹھ کا ٹھٹھ لگا رہتا ہے۔"

مجروح نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عمارت کی طرف بڑھتا رہا۔ روفی نے ڈرایا۔

"داخلت بے جا کے الزام میں دھر لئے جاؤ گے۔ کہاں ونٹ کی طرح منہ اُٹھائے چلے جا رہے ہو۔ یا تو آج گیلری کسی وجہ سے بند ہے۔ یا پھر گیلری اس عمارت میں نہیں ہے۔؟"

مجروح کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ اس نے نہایت اضطراب کے ساتھ روفی کی طرف دیکھا اور کہا۔

"گویا یہ ساری محنت اکارت گئی؟"

روفی نے واپس جانے کے لئے مڑتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے!"

اتنے میں بارش شروع ہو گئی۔ موٹی موٹی بوندیں گرنے لگیں مجروح نے روفی سے کہا۔

"اب فرمائیے!"

روفی نے عمارت کی طرف جلدی جلدی قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چلو اسی عمارت کے برآمدے میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب تک بارش رک نہ جائے۔ واپس جانے کی کوئی صورت نہیں!"

مجروح نے روفی کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"لیکن مداخلت بے جا؟"

روفی نے برآمدہ میں پہلا قدم رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"بارش میں سب کچھ معاف ہے!"

دونوں ہنسنے لگے۔

برآمدے میں کھڑے ہوئے مشکل سے ان لوگوں کو دو منٹ ہوئے ہوں گے کہ دھپ دھپ کسی کے بھاگنے کی آواز آئی۔ اور پھر شعلہ جوالہ کی صورت میں ایک لڑکی آئی اور ایک دوسرے کونے سے الگ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے پاس برش۔ رنگ۔ کینوس، مو قلم کئی چیزیں تھیں۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ آرٹ کالج کی طالبہ ہے۔ بکھرے ہوئے بال، تیکھا چہرہ، بڑی بڑی آنکھیں۔ گورا رنگ لیکن

صباحت اور ملاحت کی آمیزش کے ساتھ، پتلے پتلے ہونٹ، نازک بدن، پری چہرہ گلفام، ایسا معلوم ہوا۔ جیسے آسمان سے کوئی حور اتر آئی۔ وہ ان دونوں سے بالکل الگ، اور خاموش، بارش کا نظارہ کرنے لگی۔

روفی آگے بڑھا۔ نہایت متانت اور تہذیب کے ساتھ اس نے پوچھا

"اگر گستاخی نہ ہو تو کیا میں دریافت کر سکتا ہوں۔ آپ موسیو اندرے کے آرٹ کالج کی طالبہ ہیں؟"

ایک دل فریب اور جاں ستاں تبسم کے ساتھ اس نے جواب دیا۔

"جی ہاں! ——— اور آپ؟"

روفی نے کہا۔

میں چند روز سے شانزے میں مقیم ہوں۔ یوں ہی ذرا سیر و تفریح کے لئے آگیا تھا۔ موسیو اندرے، ان کے آرٹ کالج اور سب سے بڑھ کر ان کی مشہور عالم آرٹ گیلری کی بڑی تعریف سنی تھی۔ آج وقت نکال کر اسی لئے آیا تھا کہ ذرا گیلری کی زیارت کر لوں!"

لڑکی نے پوچھا۔

"کیا آپ کو آرٹ سے بہت دلچسپی ہے؟"

روفی نے کہا۔

"بدقسمتی سے اسی سال گورنمنٹ کالج سے میں نے سند لی ہے!"

اس نے بھویں سکوڑ کر کہا۔

"اوہ ——— پھر تو آپ کو ضرور آنا چاہیئے۔ بڑا افسوس ہے کہ آج

لیبری بند ہے !"

رومی کا حوصلہ بڑھنے لگا۔

"آج چھٹی کا دن تو نہیں ہے ؟ پھر کیوں بند ہے ؟"

وہ لڑکی بولی،

"کالج کے طلبا، طالبات اور اساتذہ کا بڑا حصہ پچارہ روز کے لئے اسکورشن پر گیا ہوا ہے۔ یہاں سے ۷۰، ۸۰ میل کے فاصلہ پہ ایک مقام ہے "ناگا" وہاں کل ہی تو گئے ہیں سب لوگ، لہذا چھٹی ہے !"

رومی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو یہ بات ہے !"

وہ بولی۔

"جی ہاں ! ـــــ پھر کسی روز زحمت کیجئے !"

رومی نے سوال کیا۔

"لیکن آپ نہیں تشریف لے گئیں ؟"

وہ کہنے لگی۔

"جی ہاں میں نہیں گئی !"

پھر ایک نظر اس نے رومی پہ ڈالی اور رکھ دیا ہوئی۔

بات یہ ہے کہ بہت دنوں سے ایک منظر کی تصویر بنا رہی ہوں کالج کی مصروفیات کے باعث وقت کم ملتا ہے۔ اب یہ چند روز جو مل گئے تو میں نے سوچا اس سے فائدہ اٹھاؤں۔ اور تصویر مکمل کر لوں، لیکن ہوا یہ اس کمبخت

بارش کا، اس نے ساری محنت غارت کر دی۔ ایسی اچانک آئی کہ
سامان بھی نہ سمیٹ سکی، سب بھیگ گیا۔ سارے رنگ پھیل گئے! ا
آپ نے بھی تو کچھ تصویریں بنائی ہوں گی؟"
روفی نے کہا۔
"جی ہاں بنائی تو ہیں، لیکن اب ارادہ ہے کہ ان سب کو پھاڑ کر
وہ حیرت سے روفی کی طرف دیکھنے لگی، پھر بولی۔
"یہ کیوں؟"
روفی نے کہا۔
"آج ایک ایسا ماڈل نظر آیا ہے کہ اگر قسمت نے یاوری کی تو ا
نقوش میں کھینچوں گا۔ اور شاید وہ میرا پہلا اور آخری شاہکار ہو گا!"
وہ مسکرانے لگی، اس نے شوخ نظروں سے روفی کو دیکھا۔
"اچھا جناب، آپ صرف آرٹسٹ ہی نہیں شاعر بھی ہیں!"
روفی نے مجروح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"شاعر تو یہ ہیں، غضب کے شعر کہتے ہیں؟"
لڑکی نے مجروح سے پوچھا۔
"واقعی ——— ؟"
اس بے ساختہ اور برجستہ سوال پر مجروح صاحب سٹ پٹا گئے
گئے جواس غائب ہو گئے۔ پورے طور پر مسکرا بھی نہ سکے۔ صرف باچھیں
لڑکی نے پھر سوال کیا۔

ہمیں بھی سنائیے کوئی شعر!"

اس فرمائش نے تو مجروح صاحب کو عالم بالا میں پہنچا دیا۔ لیکن جتنے شعر یاد تھے، سب حافظہ سے غائب ہو گئے۔ بات بنانے کے طور پر کہا۔

"اس وقت بیاض میرے ساتھ نہیں ہے!"

اس نے سراپا حیرت بن کر سوال کیا

"بیاض کیا؟"

روفی نے بتایا۔

"بیاض ایک جیبی سائز کی نوٹ بک سمجھ لیجئے جس میں شعراء اپنے اشعار لکھا کرتے ہیں!"

جیسے وہ سمجھ گئی۔

"ہاں ہاں دیوان!"

روفی نے سمجھایا۔

"جی نہیں، دیوان اور چیز ہے، بیاض اور چیز، بیاض کے اشعار پر تو نظر ثانی جاری رہتی ہے۔ اور دیوان میں وہی اشعار ہوتے ہیں، جو منتخب ہوں!"

اس ساری تفصیل کے بعد بھی وہ اپنے مطالبہ پر قائم رہی۔

"بیاض نہیں ہے تو کیا ہوا۔ جو اشعار یاد ہوں وہی سنا دیجئے۔"

مجروح صاحب کا بس چلتا تو ایک ہی سانس میں نہ صرف اپنے بلکہ تمام مشہور شعراء کے اشعار سنا دیتے۔ لیکن کمبخت حافظہ نے کتنے نازک وقت پر دھوکہ دیا ہے، لاکھ لاکھ سر پٹکا، مگر ایک مصرعہ بھی جو یاد آیا۔ آخر بصد حسرت فرمایا۔

"اس وقت تو کوئی شعر یاد نہیں آرہا ہے!"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ارے —— !"

روفی نے زور دیا۔

"سنا دو کوئی شعر!"

مجروح صاحب نے ہار مان لی۔

"خدا کی قسم کسی کا بھی کوئی شعر یاد نہیں آرہا ہے!"

"کسی کا بھی" کی بلاغت پہ روفی نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگا
وہ لڑکی بھی ہنسنے لگی۔ پھر گویا ہوئی۔

"دوسروں کے بہت سے شعر تو مجھے بھی یاد ہیں۔ میں تو آپ کے اشعا
سننا چاہتی ہوں۔ مجھے شعر و شاعری سے بڑی دلچسپی ہے!"

روفی نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"خدا کے لئے اپنے الفاظ واپس لے لیجئے۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"کیوں؟"

روفی نے کہا۔

"ورنہ پھر (مجروح کی طرف اشارہ کر کے) ان کی ساری بیاض جو کم از کم
تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ سننے کے لئے تیار رہئے!"

وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ اور مجروح سے مخاطب ہوتی ہوئی بولی۔

"اتنے سارے اشعار کہہ ڈالے آپ نے؟ —— پھر تو آپ بہت

ے شاعر ہیں !"

اب مجروح کسے ہو اس بحا ہو چکے تھے، فرمایا۔

"شاعر تو میں اچھا ہوں پہ بدنام بہت ہوں !"

وہ پوچھنے لگی۔

"بدنام کیوں ؟ آپ کو تو نامور ہونا چاہیئے !"

روفی نے کہا۔

انہوں نے سوچا نامور ہونے کا انتظار کب تک کیا جائے سر دست

نام ہی سہی!"

اس نے پھر سوالیہ نظروں سے مجروح کی طرف دیکھا، اور پوچھا۔

"کہئے کوئی شعر یاد آیا؟ میں سن کر رہوں گی !"

مجروح نے کہا۔

"اتنی دیر سے میری شان میں جو قصیدہ روفی صاحب پڑھ رہے ہیں، اس

کے بعد بھی ضرورت ہے؟"

دفعتاً وہ روفی کی طرف مخاطب ہوئی ۔

"آپ کا نام روفی ہے ؟"

اس نے اقرار کر لیا۔

"جی ہاں ، مجھے روفی کہتے ہیں!"

بڑی خوشی خوشی بولی۔

"کتنا اچھا نام ہے ــــــ مجھے اس طرح کے نام بہت پسند ہیں!"

مجروح صاحب کے کالے تو آخر ہیں بدل ہیں، روفی کی اس عزت ا
جل مٹی کہ دل ہی دل میں کباب ہوئے جا رہے تھے۔ اتنے میں اس نے
سے سوال کیا۔

"اور آپ کا اسم شریف؟"

روفی نے بتایا۔

"انہیں مجروح کہتے ہیں!"

وہ چونک پڑی۔

"مجروح! —— مجروح تو زخمی کو کہتے ہیں!"

—— آپ کا اتنا منحوس نام کس نے رکھ دیا؟"

—— بدل ڈالیے اسے!" یہ بھی کوئی نام ہے؟ مجروح کے
ہی زخم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ طبیعت اکتانے لگتی ہے
روفی نے کہا۔

"جی ہاں واقعی، —— میرا تو جی متلانے لگا —— بھئی مجرو
ڈالو یہ نام!"

مجروح کو غصہ آگیا۔

"کیوں بدل ڈالوں؟ —— تمہارے کہنے سے؟"

وہ بولی۔

"آپ تو خفا ہو گئے۔ اس میں بھلا خفا ہونے کی کونسی بات ہے
میرا نام تھا "ساجدہ" لیکن یہ نام ایک دن بھی پسند نہیں آیا۔"

رونی نے پوچھا۔

"تو پھر آپ نے اپنا نام تبدیل کر دیا؟"

وہ بولی۔

"جی ہاں، کالج میں آنے کے بعد پہلا کام میں نے یہی کیا۔ اب میرا نام نازلی ہے۔ سچ کہیے گا، کتنا رومانٹک نام ہے!"

رونی نے ذرا جھجکتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں بہت زیادہ، ساجدہ اور نازلی میں وہی فرق ہے۔ جو زمین اور آسمان میں!"

نازلی نے مجروح سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ بتائیے!"

مجروح کو بھی تائید کرنی پڑی۔

"واقعی، بہت عمدہ نام ہے!"

نازلی نے ایک خاص انداز سے اس کی طرف دیکھا۔ اور کہہ بابر گی۔

"پھر آپ میری تقلید کیوں نہیں کرتے؟"

مجروح صاحب نے ہتھیار ڈال دیئے۔

"ہاں لوں گا!"

وہ ہنسنے لگی۔

"شکریہ، بہت بہت شکریہ!"

اب بارش ختم ہو چکی تھی، رونی نے کہا۔

"اب چلنا چاہیئے!"

نازلی نے کہا۔

"اتنی جلدی کیا ہے، چلیئے ہوسٹل چلتے ہیں۔ میں اپنی کچھ تصویریں دکھاؤں گی؟"

اندھا کیا چاہے؟ دو آنکھیں۔

روفی نے کہا

"چلیئے!"

(۷)

روفی اور فرح، نازلی کے ساتھ ہوسٹل پہنچے، ہوسٹل بھی سونا سونا تھا زیادہ لڑکیاں اکسکرشن پر گئی تھیں جو جنہیں نہیں گئی تھیں وہ بھی اس وقت ادھر ادھر کہیں چلی گئی تھیں۔

کمرہ کیا تھا اچھا خاصا نگارخانہ تھا۔ اس کی سجاوٹ، آرائش و زیبائش ہر چیز اتنی فنکارانہ تھی کہ روفی کو داد دینے کے لئے الفاظ نہیں ملتے تھے دیواروں پہ نازلی کے دست و قلم کے بنائے ہوئے نقوش، تصاویر کی صورت میں آویزاں تھے۔ ہر نقش پہ نقش مانی کا، اور ہر تصویر پہ تصویر بہزاد کا دھوکہ ہوتا تھا۔ دیوار پہ لگی ہوئی اپنے ہاتھ کی ایک ایک تصویر نازلی نے روفی اور فرح کو دکھائی۔ ساتھ ساتھ تشریح بھی کرتی گئی۔ یہ کب بنائی تھی، کس تاثر کے کے باعث بنائی تھی۔ اس کی تیاری میں کتنے دن لگے تھے۔ روفی اور فرح سراپا حیرت بنے ان تصویروں کو دیکھ رہے تھے۔ کمرہ میں داخل ہوتے ہی اس نے چائے

کا آرڈر دے دیا تھا۔ اتنی دیر میں چائے تیار ہو کر آ گئی۔ نازلی نے ایک ادا
خاص سے ان کی طرف دیکھا

" بہت تھک گئے ہوں گے آپ لوگ، آئیے چائے پی لیں "

تینوں میز کے گرد بیٹھ گئے۔ نازلی نے اپنے ہاتھ سے چائے بنائی اور
دونوں کی طرف ایک ایک پیالی بڑھا دی۔ پھر اس نے چائے کا ایک گھونٹ
لیتے ہوئے دونوں سے کہا۔

" اور یہ پیسٹری؟ "

روفی نے ایک ٹکڑا اٹھا لیا۔ اور مجروح کی طرف سے معذرت کرتے
ہوئے کہا۔

" یہ بیچارے نہ کھا سکیں گے۔ ڈاکٹروں نے شیرینی ان پر حرام کر دی
ہے!"

ایک ٹکڑا نازلی نے بھی اٹھا لیا۔ پھر ہمدردانہ لہجہ میں پوچھا۔

" یہ کیوں مجروح صاحب؟ "

مجروح کا ارادہ ہوا کہ روفی کی تردید کریں، اور شغل شروع کر دیں۔ لیکن
ان کے جواب دینے سے پہلے نازلی نے وہ پلیٹ ان کے سامنے سے
روفی کے سامنے رکھ دی۔ اور بڑی سادگی سے کہا۔

" اگر ڈاکٹروں نے منع کیا ہے۔ تو پھر میں اصرار نہیں کروں گی!"

روفی نے ایک اور ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

" ویسے بھی انہیں میٹھی چیزوں کا زیادہ شوق نہیں ہے!"

نازلی نے اپنی ہنس کی سی لمبی گردن اٹھا کر مجروح کی طرف دیکھا۔ اور مسکراتی ہوئی بولی۔

"یہ تو بد ذوقی ہے!"

مجروح صاحب تن گئے، بہت غصہ آیا، لیکن کرتے کیا بے بس تھے، بہت جل کر جواب دیا۔

"جی ہاں، — لیکن ہر شخص کا ذوق جدا ہوتا ہے!"

نازلی ہنسنے لگی، روشی نے قہقہہ لگاتے ہوئے مجروح سے کہا۔

"جھوٹوں کے بادشاہ گویا تم نے اقرار کر لیا۔ کہ واقعی میٹھی چیزوں کا تمہیں شوق نہیں ہے؟ — تباہ دل روشی —؟"

مجروح صاحب نے پوچھا۔

"تو کیا میں نے چوری کی تھی؟"

روشی نے کہا۔

"اور کیا کیا تھا؟"

نازلی نے اکتاتے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"آپ لوگ تو اشاروں میں بات کرنے لگے۔ کون سا واقعہ بیان کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں روشی صاحب؟"

روشی نے چائے کا گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے ہوٹل کا وہ سارا واقعہ، جو پیٹری سے متعلق تھا۔ اور جس کے رازداروں میں ہیرا بھی تھا۔ بیان کر دیا۔ نازلی ہنسنے لگی۔

"بہت تکلف کرتے ہیں آپ مجروح صاحب —— لیجئے، کھائیے،"

اب مجروح صاحب کا موڈ بدل چکا تھا۔ فرمایا۔

"جی نہیں، اس وقت، تو معاف کیجئے، پھر کبھی دیکھا جائے گا۔"

روفی نے اعتراض کیا۔

"پھر کبھی دیکھا جائے گا؟ یعنی آپ یہاں بار بار تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

اس اعتراض پر مجروح صاحب سٹ پٹا گئے۔ کچھ جواب نہ بن آیا۔ لیکن آنکھیں خوں کبوتر کی طرح سرخ ہوگئیں۔ نازلی نے کہا۔

"تو کیا ہوا، جب چاہیں تشریف لا سکتے ہیں مجروح صاحب، جب بھی آئیں گے میرے دل سے صدا اٹھے گی —— وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے۔"

یہ الفاظ نہ تھے، ایسے دو آتشہ کا لبالب جام تھا۔ مجروح پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اب تک وہ روفی سے دل ہی دل میں جل رہے تھے۔ اور نازلی کو بھی صلواتیں سنا رہے تھے۔ روفی صاحب نازلی صاحبہ سے گفتگو کر رہے ہیں نازلی صاحبہ روفی صاحب کو مخاطب کر رہی ہیں۔ وہ تصویریں دیکھ رہے ہیں۔ یہ تصویریں دکھا رہی ہیں۔ ہم گویا الو کے پٹھے ہیں۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ان دونوں کی باتیں سنتے رہیں۔ اور لب نہ ہلائیں۔ لیکن اب جو نازلی کے منہ یہ الفاظ نکلے، کہ مجروح صاحب جب چاہیں تشریف لا سکتے ہیں، اور پھر اس نے غالب کا وہ مصرعہ پڑھا۔ جو اس نے اپنے کسی محبوب کے لئے کہا تھا۔ تو

چھیں کھل گئیں۔ دل فرطِ طرب سے جھومنے لگا۔ نازلی کا یہ انگارِ خانہ جو اب تک
...معلوم ہو رہا تھا جنت معلوم ہونے لگا جس نازلی کے خلاف دل میں طرح طرح
...کے خیالات ناشائستہ آ رہے تھے۔ وہ حسنِ اخلاق اور تمکین و جمال کا پیکر بن گئی
...س روفی کے مقابلہ میں اب تک وہ احساس کمتری میں مبتلا نظر آ رہے تھے۔
...ب وہ کمتر اور ہیچ نظر آنے لگا۔ دل نے کہا پالا مار لیا۔ مرغ نہ بہ یک ایسیرِ دام
...گیا۔ اب ہیچ کر کہاں جائے گا۔ دل ہی دل میں یہ ساری باتیں کرنے کے
...بعد وہ خود بخود مسکرانے لگے۔ نازلی نے پوچھا۔

"آپ مسکرا کیوں رہے ہیں مجروح صاحب!"

روفی نے کہا۔

"چونکہ آپ مجروح ہیں۔ لہٰذا مسکرانے کی بجائے آپ کو کراہنا چاہیئے!"

نازلی بچوں کی طرح خوش ہو گئی۔ اس نے بے ساختہ کہا۔

"خوب! بہت خوب، لاجواب ہو گئے مجروح صاحب!"

لیکن مجروح صاحب موڈ میں آ چکے تھے۔ فرمایا۔

"جی نہیں، ایسے ایسوں سے لاجواب ہونا میں نے نہیں سیکھا ہے۔
...صاحبزادے آدمی تو وہی ہے جو زخم کھائے اور مسکرائے! ——
...سمجھو میں؟"

نازلی تو اتنی بلیغ اور شاعرانہ بات نہ سمجھ سکی۔ لیکن روفی سمجھ گیا۔ مجروح
...صاحب نے عشق شروع کر دیا ہے۔ زخم کھانے اور مسکرانے سے اشارہ اس
...ت سے ہے کہ نازلی کے تیرِ نگاہ نے میرا دل زخمی کر دیا ہے۔ مگر میں مسکرا رہا ہوں۔

ہنس رہا ہوں! چنانچہ اس نے بھی فقرہ کسا۔

"دیکھیں گے یہ شان کب تک قائم رہتی ہے!"

نازلی تو کیا سمجھی مگر مجروح صاحب سمجھ گئے کہ روفی نے بھرپور وار کیا ہے

اور انہوں نے جو متعدد عشق کئے ہیں ان پہ چوٹ کی ہے۔

اب شام ہو چکی تھی، روفی نے کہا۔

"مس نازلی اب اجازت دیجئے!"

نازلی نے اجازت دیتے ہوئے کہا۔

کافی دیر ہو گئی ہے، شاذ و نادر پہنچتے پہنچتے تو رات ہو جائے گی! ——

جائیے، لیکن چار پانچ روز کے بعد پھر آ رہے ہیں نا؟"

روفی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ضرور —— لیکن تنہا آؤں گا! مجروح صاحب نہیں آ سکیں گے!"

مجروح صاحب بھڑک گئے۔

"کیوں نہیں آ سکوں گا؟"

روفی نے کہا۔

"تمہیں آرٹ، فن، نقاشی، مصوری سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے، خواہ

مخواہ وقت ضائع کرنے سے کیا حاصل!؟"

مجروح کے جواب دینے سے پہلے نازلی بولی،

"واہ روفی صاحب بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی!"

پھر وہ مجروح سے مخاطب ہوئی۔

"مجروح صاحب آپ ضرور تشریف لائیے گا۔ آپ کو فن اور آرٹ سے دلچسپی ہو یا نہ ہو۔ مجھے فخر ہے، کھڑے کھڑے کوئلہ سے آپ کا ہو بہو چہرہ اتار کر نذر کرنا ہے ——، آج تو کوئی تحفہ پیش نہیں کر سکی!"

بد قسمتی سے مجروح صاحب تھے سیاہ فام، روفی نے پھر ایک فقرہ چست کیا۔

"پھر تو واقعی مجروح صاحب اس کی ضرورت سے زیادہ قدر کریں گے۔ آپ نے غور نہیں کیا۔ کوئلہ کا اور مجروح صاحب کا رنگ، کتنا ملتا جلتا ہے!"

نازلی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"بہت بناتے ہیں آپ مجروح صاحب کو، بیچارے سیدھے سادے آدمی ہیں۔ خواہ مخواہ انہیں چھیڑتے رہتے ہیں آپ —— مجروح صاحب آپ نے بُرا تو نہیں مانا؟"

مجروح صاحب نے جز بز ہو کر کہا۔

"بُرا کیوں مانوں گا؟ —— الحمد للہ میرا رنگ خاکستری نہیں ہے!"

روفی نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"اچھا بھائی اب چلو، راستہ خطرناک ہے۔ کہیں کوئی شیر ٹہلتا ہوا مل گیا۔ یا کسی ریچھ سے ملاقات ہو گئی تو ——!"

شیر اور ریچھ کا نام سن کر مجروح صاحب اچھل پڑے۔ انہوں نے مس نازلی سے پوچھا۔

"کیا اس راستے میں شیر اور ریچھ بھی ہیں!"

نازلی ہنستی ہوئی بولی،

"یہاں بھی تو کیا کریں گے؟ —— پستول تو ہوگا آپ کے پاس؟"

مجروح نے جواب دیا

"وہ تو ہوٹل ہیں رہ گیا۔"

نازلی لپک کر اپنا پستول لے آئی۔ اور اسے تھماتے ہوئے کہا

"لیجئے —— یہ بڑا وفادار ساتھی ہے!"

کانپتے ہوئے ہاتھوں سے مجروح صاحب نے پستول لے لیا اور

واپس چلتے چلتے نازلی نے کہا۔

"دیکھئے مجروح صاحب اب کی بار ضرور ساتھ لائیے گا!"

وہ اندر چلی گئی۔ اور مجروح صاحب روبی کے پیچھے پیچھے ذرا آگے بڑھ

کے بعد پستول انہوں نے روبی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"پکڑو اسے!"

اور خود سر جھکا کر چپ چاپ داہنا بایاں دیکھتے ہوئے چلتے گئے۔

احتیاط کا یہ عالم کہ تپّا کھڑکا، اور جان عالم کا طوطا پھڑکا!"

(۸)

شاذ و پہنچتے پہنچتے کافی دیر ہو گئی ۔ ہوٹل پہنچے کھانا کھایا ۔ روفی نے مجروح سے پوچھا ۔

" سنیما چلو گے ؟ "

مجروح صاحب غوطہ میں تھے ۔ نہ جانے کیا سوچ رہے تھے ۔ چونک کر روفی کو دیکھا ۔ پھر سوال کیا ۔

" کیا کہا ؟ "

روفی نے کان اینٹھتے ہوئے کہا ۔

" سنیما چلو گے ؟ "

ویسے ہی بیٹھے بیٹھے جواب دیا ۔

" کیا رکھا ہے سنیما میں ؟ تم ہی جاؤ ! "

روفی بگڑ گیا ۔

"چلتے ہو یا پھر مجھے دست نہ بردست کو زحمت دینا پڑے گی؟"
بڑی بے دلی اور بے کیفی کے عالم میں فرمایا۔
"ہر معاملہ میں زبردستی؟ —— نہیں جاتے!"
روفی بھی اکڑ گیا۔
"تمہارے اچھے بھی چلیں گے، جاتے کیسے نہیں؟"
ذرا دیر میں روفی تیار ہو کر آگیا۔ مجروح صاحب اب تک ویسے ہی بیٹھے تھے، اس نے پھر جھنجھوڑا۔
"کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ —— چلو دیر ہو رہی ہے!"
آخر روفی سے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ اور زبردستی اپنے ساتھ لے گیا۔ فلم اچھی خاصی تھی روفی نے تو اس سے کافی لطف لیا۔ لیکن مجروح صاحب گم صم بیٹھے رہے۔ ہوٹل پہنچتے پہنچتے گیارہ بارہ بج گئے۔ روفی نے جلدی جلدی کپڑے اتارے اور بستر پہ لیٹتے ہوئے کہا۔
"غضب کی نیند آرہی ہے!"
مجروح صاحب نے طنز کیا۔
"آرام فرمائیے!"
روفی نے کوئی جواب نہیں دیا کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔ اس میں یہ کمال تھا کہ لیٹتے ہی سو جاتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی چند لمحوں کے اندر عالم بیداری سے عالم خواب میں پہنچ گیا۔
مجروح صاحب ویسے بھی، ذرا دیر میں سونے کے عادی تھے۔ لیکن

آج تو ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے سونے کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ روفی کو سوتا چھوڑ کر باہر نکلے۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ سڑک پہ ہُو کا عالم۔ نہ جانے کیا جی میں آئی کہ ٹہلنا شروع کر دیا۔ اور بڑی دور تک ٹہلتے چلے گئے۔ کبھی ذرا دیر کے لئے کہیں رک جاتے۔ کوئی دو بجے تک اسی طرح ویران و سنسان سڑکوں پہ سرگشت کرتے رہے۔ اب رات بھی آدھی سے زیادہ گذر گئی تھی۔ اور سردی بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ آخر بادل نخواستہ ہوٹل واپس آئے۔ اچکن ایک طرف پھینکی ٹوپی ایک طرف لڑھکا دی۔ ایک جوتا اس کونے میں دوسرا اس گوشے میں، بستر پہ لیٹے چادر اوڑھی اور بظاہر سو گئے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد چادر اتار کر الگ پھینکی۔ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر چپ چاپ بیٹھے رہے۔ گویا عالم مراقبہ میں کچھ سوچ رہے ہیں۔ غور کر رہے ہیں۔ پھر اٹھے، کھڑکی کھولی اور سامنے کا نظارہ کرنے لگے۔ بڑی دیر تک اسی طرح خاموش کھڑے رہے پھر لب ہلے کچھ گنگنایا، اور نغمہ سنجی پہ اتر آئے۔

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے

کہ دامان خیال یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے۔

اس شعر کو خاص کر آخری مصرعہ کو کئی بار پڑھا۔ پھر خاموش ہو گئے۔ پھر افق پہ نظریں گاڑ دیں،

ذرا دیر کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا۔

یہ بھی اک تماشہ ہے کارگاہ الفت میں

دل کسی کا ہوتا ہے، بس کسی کا چلتا ہے۔

اس شعر کو بھی کئی دفعہ دہرایا - اور دوسرے مصرعہ کی گویا باقاعدہ تکرار

شروع کر دی -

پھر آکر اپنے بستر پر بیٹھ گئے سر جھکا کر بڑی دیر تک بیٹھے رہے پھر اٹھے - پھر وہی

وہی نظارہ، وہی سناٹا، وہی خاموش ماحول - کھڑکی کے دروازے سے

ٹیک لگا کر گنگنانا شروع کیا - اور اس کے بعد نغمہ سرائی کا آغاز کر دیا -

دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا

شیوۂ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا

دوسرا مصرعہ کچھ ایسا پسند آیا کہ دس مرتبہ اس کی تکرار فرمائی - پھر ایک

ٹھنڈی سانس بھری - اس کے بعد ہلکی سی آہ کی آواز نکلی - اور اس کے بعد

تیری بیتابی ہے حسرت خام کاری کی دلیل

گریہ عشاق میں ہوتی ہیں تاثیریں کہیں

واقعی آواز گریہ آلود ہو گئی - اور یہ شعر بڑی دیر تک ورد زبان

پھر خاموش ہو گئے پھر نظارہ میں منہمک ہو گئے - پھر ایک ٹھنڈی

سانس لی - پھر ہلکی سی صدائے آہ نکلی اور پھر ———

مل ہی جائے گی کبھی منزل لیلیٰ اقبال

کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر

اس شعر کو ابھی مشکل سے دو مرتبہ دہرایا ہوں گے کہ

پر ایک زوردار دوہتڑ پڑا - تکلیف سے تڑپ کر منہ پھیرا - تو

سامنے کھڑا تھا -

"جناب نے اس کمرے میں مشاعرہ منعقد فرما رکھا ہے؟"
مجروح نے نہ دو دہتڑہ کا کوئی جواب دیا۔ نہ اس سوال کا خاموشی سے
پھر افق کے اس پار نظریں گاڑ دیں۔ روفی نے پوچھا۔
"سوتے کیوں نہیں؟"
یہ ہمی کے ساتھ فرمایا
"نیند نہیں آتی!"
روفی نے سوال کیا
"کیوں نہیں آتی؟"
بگڑے ہوئے تیور سے فرمایا۔
"نہیں آتی!"
روفی نے ہمدرد اور غمگسار بن کر پوچھا۔
"شروع کر دیا عشق مس نازلی سے؟"
مجروح نے اس طرح، جیسے ایک علامۂ دہر کسی جاہل سے مخاطب ہوتا ہے کہا۔
"عقل کے دشمن، عشق کیا نہیں جاتا، ہو جاتا ہے!"
روفی نے سوال کیا۔
"تو ہو گیا؟"
ایک ٹھنڈی سانس لے کر، جو آہ و شیون، اور فریاد و فغان کا مجموعہ معلوم ہوتی تھی۔ فرمایا۔

"ہاں بھئی!" ——— میں نے اس آگ سے بچنے کی بہت کوشش کی لیکن
دامن نہ بچا سکا!"

"پھر اب کیا ہوگا؟"

جو ازل سے ہوتا آیا ہے!" ——— ہائے یہ عشق بھی کیا بری بلا ہے۔ کیا
کہا ہے شاعر نے

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر
مذہب عشق اختیار کیا!

میرے دوست مجھ سے یہ مت پوچھ اب کیا ہوگا؟ میں خود نہیں جانتا
کیا ہوگا؟ لیکن جو کچھ بھی ہو، میں اس کا مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔ اس زندگی پر
لعنت ہے جو بغیر محبوب کے بسر ہو۔ یہ زندگی مجھے زہر لگتی ہے۔ جی چاہتا
ہے۔ کپڑے پھاڑ کر جنگل میں چلا جاؤں۔ جی چاہتا ہے نازلی نازلی پکارتا ہوا
کدے میں پہنچ جاؤں۔ جی چاہتا ہے۔ زہر پی لوں، ——— بتاؤ میرے
دوست کیا ہوگا؟ "میں نازلی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا!"

یہ کہتے کہتے مجروح صاحب کی آواز گلوگیر ہو گئی، اندھیرے کی وجہ سے
پتہ نہیں چل سکا۔ لیکن قیاس غالب یہ ہے۔ کہ آنکھیں بھی آب گوں ہو گئیں
رونق نے ایک کرسی کھینچی اور وہیں کھڑکی کے پاس جہاں مجروح صاحب
صاحب کھڑے تھے۔ بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔

"کیا اس طرح کی باتیں تم نے اپنے پہلے، دوسرے، تیسرے، چوتھے
پانچویں، چھٹے، ساتویں۔ آٹھویں۔ نویں عشق کے موقع پہ نہیں کہی تھیں؟"

مجروح صاحب نے ذرا بھی نادم ہوئے بغیر کہا۔
"کبھی تھیں!"
"اور وہی اب کہہ رہے ہو؟"
"ہاں!"
"ان باتوں میں سچی کون سی تھی اور جھوٹی کون سی؟"
"میرے دوست عشق کبھی جھوٹا نہیں ہوتا؟"
"یعنی تمہارا ہر عشق سچا تھا؟"
"ہاں عشق صادق!"
"لیکن خدا کے لئے نازلی کو معاف کر دو!"
"کیوں؟ ——— کیا تم نے بھی پر پھڑپھڑانے شروع کر دیئے؟"
"نہیں بھائی میری طرف سے اطمینان رکھو مجھے عشق وشق سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو تمہارے بھلے کو منع کر رہا ہوں!"
"(زہر خند کے ساتھ) میرے بھلے کو ہا ہو ہنہ"
یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا
"شکریہ آپ کی اس ہمدردی کا اس نوازش کا ——— !"
روفی نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔
"پٹ جاؤ گے ہڈیاں پسلیاں سرمہ ہو جائیں گی!"
یہ دھمکی بھی کارگر نہ ہوئی فرمایا۔

"ہاں تو کیا ہوا؟ — کیا آرٹسٹ بننا کوئی جرم ہے۔ اگر تم آرٹسٹ
سکتے ہو تو میں کیوں نہیں بن سکتا!"

"لیکن میں شاعر تو نہیں بن سکتا!"

ہاں یہ سچ ہے کہ تم شاعر نہیں بن سکتے۔ لیکن یہ اس سے زیادہ سچ ہے کہ
ں آرٹسٹ بن سکتا ہوں!"

"نہ تم آرٹسٹ بنے، نہ شاعر، کاش آدمی بن سکتے!"

پھر روفی اٹھا اور بستر پہ لیٹ گیا۔

لیکن بڑی تیزی اور سرعت سے محسوس کر لیتی ہے۔ قسم خدا کی میں تو حیران رہ گ
بعض دفعہ عورت کے یہ کمالات دیکھ کر۔"

روفی نے پوچھا۔

"تو گویا نازلی بھی سمجھ لے گی کہ آپ اس پر لٹو ہیں؟"

مجروح صاحب نے حقارت سے بھرپور ایک نظر روفی پر ڈالی - اور ک

"سمجھ لے گی؟ کیا قیامت میں ارمان ہے احمق وہ سمجھ چکی!"

"تو وہ بھی اس وقت کروٹیں بدل رہی ہو گی تمہاری یاد میں!"

"یقیناً!"

"تمہارا خیال ہے کہ وہ پڑھنا لکھنا چھوڑ کر تم سے عشق شروع کر دیگی؟"

"یا میرے عشق میں وہ پڑھنا لکھنا چھوڑ دے گی۔ یا اس کے عشق میں یہ خاک
پڑھنا لکھنا شروع کر دے گا۔"

روفی نے حیرت سے مجروح کی طرف دیکھا اور پوچھا "کیا مطلب؟"

مجروح نے نہایت متانت سے کہا "یہ سیونڈرے کے آرٹ
میں داخلہ لے لوں گا!"

"تم تو امتحان مقابلہ میں بیٹھنے والے تھے۔"

"اب نہ بیٹھوں گا!"

"لیکن آرٹ سے تو تمہیں کبھی دلچسپی نہیں رہی؟"

"اب ہو جائے گی!"

"اب تم آرٹسٹ بنو گے؟"

نازلی

بلائے جاں ہے غالب اس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا!

(۱)

خان بہادر معصوم علی، فیروز آباد کے ممتاز اور سربرآوردہ لوگوں میں شمار ہوتے
زندگی بھر پولیس کی ملازمت کی۔ اب پنشن پا رہے تھے۔ ملازمت کے زمانہ
بیوی کے نام پر خاصی رقم جمع کی تھی جب سے پنشن لی تھی مختلف قسم کے کاروبار
بھی حصہ لیتے رہتے تھے۔ اور اس طرح کافی آمدنی ہو جاتی تھی۔ اولاد نرینہ سے
تھے صرف دو لڑکیاں تھیں۔ نسرین اور نازلی۔ نسرین کی عمر ۲۴ سال کی تھی
سال اس نے بی اے کا امتحان پاس کیا تھا۔ اسی سال اس کی شادی ہو گئی تھی
کی عمر ۱۸ سال تھی وہ [illegible] کے آرٹ کالج میں تعلیم حاصل کر رہی
میل میں ابھی دو سال باقی تھے۔ ماں باپ نازلی کو زیادہ چاہتے تھے۔ اس
دلجوئی کرتے تھے۔ چنانچہ جب اس نے آرٹ کالج میں داخلہ پر اصرار کیا
بہادر صاحب نے اس کا یہ شوق بھی پورا کر دیا۔
نسرین اور نازلی کے مزاج اور طبیعت میں بڑا فرق تھا۔

نسرین خاموش، متین اور بردبار تھی۔ وہ زندگی کی حقیقتوں کو خواہ وہ خوشگوار ہوں یا ناخوشگوار محسوس کرتی تھی۔ اور قبول کر لیتی تھی۔ بغاوت، انتشار سرکشی، ان چیزوں سے اسے کوئی واسطہ نہ تھا۔

لیکن نازلی دوسرے قسم کی لڑکی تھی! وہ زندگی کی حقیقتوں کو محسوس کرتی اور ان کا مقابلہ کرتی تھی۔ سپر ڈال دینا، ہار ماننا۔ اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ بغاوت شورش، ہنگامہ، سرکشی یہ چیزیں اس کے اجزائے ترکیبی میں داخل تھیں بات کو صرف اس لیے نہیں مانتی تھی کہ لوگ مانتے ہیں۔ لوگ مانیں یا نہ مانیں اسی بات کو مانتی اور قبول کرتی تھی جس کی تائید اس کا ضمیر کرے جسے اس کا دل قبول کرے۔

گھر والوں سے، سہیلیوں سے، رشتہ داروں سے، اہل خاندان

استادوں سے، پڑوسیوں سے، ماں سے، باپ سے، بہن سے

اس کا یہی برتاؤ تھا۔

نسرین نے کالج کے دوران تعلیم میں ایک دن بھی برقعہ کے بغیر گھر قدم باہر نہیں نکالا۔ نازلی نے کبھی بھولے سے برقعہ استعمال نہیں کیا۔ کے ہر کام میں حصہ لیتی تھی۔ نازلی نے کبھی کوئی حصہ نہیں لیا۔ نسرین اپنی مرضی کے خلاف دوسروں کی بات مان لیتی تھی۔ لیکن نازلی؟ ہٹلر بھی اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کروا سکتا تھا۔ نسرین نے وہ تعلیم حاصل کی جس نے حکم دیا۔ نازلی وہ فن حاصل کر رہی تھی جس کی افادیت ضرورت کو پدر بزرگوار نہ اب تک سمجھ سکے تھے۔ نہ اس کے قائل تھے۔

کالج کی کسی شورش، ہنگامہ اور اسٹرائک، میں حصّہ نہیں لیا۔ نازلی ہر شورش، ہر ہنگامہ اور ہر اسٹرائک کی روحِ رواں ہوا کرتی تھی۔ نسرین کا ایک جگہ سے پیام آیا! ماں باپ نے اسے پسند کیا، اس نے گردن جھکا کر قبول کر لیا۔ نازلی چونکہ نسرین کے مقابلہ میں بہت زیادہ خوب صورت تھی۔ اس لئے اکثر گھروں سے اس کی بات چیت آتی۔ اور وہ صاف انکار کر دیتی۔ نہ کوئی جھجک نہ تامل، نہ شرم نہ لحاظ، نہ مروّت نہ پاسِ خاطر۔ نسرین نے ماں سے پوچھے بغیر کبھی گھر سے باہر قدم نہیں نکالا۔ نہ کسی سہیلی کے ہاں گئی۔ نہ رشتہ دار کے ہاں، لیکن نازلی شاذ و نادر نے سے پہلے براہِ راست سہیلیوں کے ہاں پہنچ جاتی اور رجب تک چاہتی بیٹھتی۔

ماں باپ کے لاڈ پیار نے اس کے مزاج میں اور زیادہ استحکام پیدا کر دیا۔ اور رفتہ رفتہ وہ احساسِ برتری میں مبتلا ہو گئی۔ لیکن چونکہ غیر معمولی طور پر ذہین اور نکتہ رس تھی۔ اس لئے چار و ناچار بلکہ بادلِ نخواستہ کالج میں بھی وہ اپنی برتری تسلیم کرا لیتی تھی۔

(۴)

شروع شروع میں آرٹ کالج کی لڑکیوں نے۔ اسے چٹکیوں میں اڑا
کی کوشش کی ۔ عام طور پر نئی لڑکیاں سہمی ہوئی ، اور خاموش رہتی ہیں ۔ پُر
لڑکیاں انہیں بناتی ہیں ۔ ان کا مذاق اڑاتی ہیں ۔ طرح طرح سے انہیں ستا
ہیں ۔ اور وہ بیچاری کچھ نہیں کر سکتیں ۔ سوا اظہار بیزاری کے ۔ یہی نازلی کے
بھی ہوا۔ لیکن اس نے پہلے ہی دن کالج اور ہوسٹل میں اپنی حاضر جوابی ذکا
ذہانت ، شوخی اور برجستہ گوئی کا ایسا سکہ بٹھایا ۔ کہ ساری پرانی لڑکیاں
دیکھتی رہ گئیں ۔ دو چار روز تک تو ذرا کشاکش اور کشمکش رہی ۔ لیکن آ
نازلی نے وہی مقام حاصل کر لیا جس کا وہ اپنے آپ کو مستحق سمجھتی تھی ۔
بلا شرکت غیرے اس کا حق تھا ۔
موسیو اندرے ، بڑے نیک اور شفیق شخص تھے ۔ اپنے شاگردو
ساتھ ان کا برتاؤ نہایت مربیانہ تھا ۔ انہوں نے جو نازلی میں پندار اور نخ

کی کمزوری کے باوجود غیر معمولی ذہانت اور سوجھ بوجھ دیکھی، تو وہ اس کا کلمہ پڑھنے اور موقعہ بہ موقعہ حوصلہ افزائی کرنے لگے۔ اس صورت حال نے جہاں بہتوں کو اس کا احساس دلادیا۔ وہاں بہتوں کے دل میں اس کی عزت بھی پیدا کر دی۔

سب سے بڑا معرکہ جو نازلی کو یہاں آنے کے بعد سر کرنا پڑا۔ وہ لڑکوں کا تھا۔

اگرچہ لڑکوں اور لڑکیوں کے ہوسٹل الگ الگ تھے۔ لیکن تعلیم بہر حال مخلوط تھی۔ شوخ سے شوخ اور طرار سے طرار لڑکیاں بھی لڑکوں کے مقابلہ میں آتی گھبراتی تھیں۔ یہ فقرے چست کرتے تھے، اور وہ دل ہی دل میں کھولا کر رہ جاتی تھیں۔ جو لڑکیاں، نازلی سے اس کی مقبولیت اور ہردلعزیزی کے باعث جلنے لگی تھیں۔ وہ دل میں خوش تھیں کہ کلاس میں شوخ گفتار لڑکوں کے سامنے نازلی بھی خاموشی اختیار کرنے پہ مجبور ہو گی۔ لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی نازلی نے اس میدان میں بھی جھنڈے گاڑ دیئے۔

ایک صاحب جو اپنے آپ کو بہت زیادہ خوش گفتار اور طرار سمجھا کرتے تھے۔ ایک روز نازلی کو چھیڑا۔

"مس نازلی سنا ہے آپ تصویریں بڑی اچھی بنا لیتی ہیں!"

نازلی نے جواب دیا۔

"سنا تو آپ نے ٹھیک ہے لیکن میری بنائی ہوئی تصویریں قدرت کی بنائی ہوئی تصویروں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ آپ کو تو دست قدرت نے بنایا ہے!"

بد قسمتی سے یہ صاحب بدرد اور بار بدصورت واقع ہوئے تھے۔ اس
جواب پر وہ قہقہہ پڑا ہے کہ بیچارے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔
ایک صاحب اپنے آپ کو یوسف ثانی سمجھتے تھے۔ اور انہیں اپنے
بارے میں غلط فہمی تھی کہ وہ جسے چاہیں اسیر دام کر لیں، ایک روز انہوں نے
نازلی سے فرمایا۔

"مس نازلی کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کسی روز کسینو میں چائے پئیں"
نازلی نے ایک نگاہ غلط انداز ڈالتے ہوئے کہا۔

"کبھی نہیں ہو سکتا، ـــــ لیکن اس روز جب آپ وہاں نہ ہوں؟"
پھڑک گئے، پوچھا۔

"شاید آپ اپنے کو آپ بہت اونچا سمجھتی ہیں۔ شاید آپ کی توہین ہو جائے
میرے ساتھ چائے پینے سے؟"
نہایت سادگی سے اس نے جواب دیا۔

"توہین تو اس وقت بھی ہو رہی ہے"
بہت زیادہ بھڑک اٹھے۔

"مجھ سے گفتگو کرنا آپ کے لئے باعث توہین ہے؟"
وہ اور زیادہ متانت سے کہہ یا ہوئی۔

"اب تو میں ذلت محسوس کر رہی ہوں۔ توہین تو تھوڑی دیر پہلے
کرتی تھی!"
خونخوار نظروں سے اسے دیکھا اور تیز تیز قدم رکھتے آگے

نفزیباً ہر ریڈ نہ کسی نہ کسی بہ خود غلط طالب علم سے اس کی نوک جھونک ضرور ہوتی تھی۔ اور وہ کچھ ایسا فقرہ کہہ دیتی کہ ساری مشیخت دھری رہ جاتی! نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ لڑکوں کے گروہ نے بھی تسلیم کر لیا کہ اس لڑکی سے صرف برابری کی بنیاد پر ملا جا سکتا ہے۔ نہ یہ مرعوب ہو سکتی ہے۔ نہ جھینپ سکتی ہے۔

ان کامیابیوں نے جہاں نانی کا حوصلہ بڑھا دیا وہاں طلبا۔ اور طالبات میں اس نے ایک ایسا مقام بھی حاصل کر لیا جو اب تک کسی لڑکی کو نہیں حاصل ہوا تھا۔ حد یہ ہے کہ یونین کے سالانہ انتخاب میں وہ بلا مقابلہ سیکرٹری منتخب ہو گئی۔ لڑکوں اور لڑکیوں میں کسی کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ مقابلہ میں آ سکے!

(۱۱)

پہلی ملاقات کے چار پانچ روز کے بعد نازلی کو روفی آتا ہوا نظر آیا۔ وہ
لپک کر تپاک اور گرمجوشی کے ساتھ بولی۔

"آئیے روفی صاحب!"

یہ کہہ کر اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ روفی نے مصافحہ کیا
پھر دونوں ساتھ ساتھ لان کی طرف بڑھے۔ نازلی نے پوچھا۔

"گیلری دیکھیں گے آپ؟"

وہ بولا،

"ضرور —— اور آیا کس لئے ہوں؟"

نازلی اسے اپنے ساتھ لے کر گئی۔ اور پوری تفصیل سے گیلری کی
موسیو اندرے کی نقاشی، خاکے، پینٹنگ تصویریں۔ دوسرے بین الاقو
شہرت رکھنے والے نقاشوں اور مصوروں کے نام۔ روفی گیلری کے ن

دیکھ کر بہت محظوظ اور متاثر ہوا۔ اس نے کہا۔

"یہ تو نگار خانہ ہے اچھا خاصا!"

وہ بولی۔

"جی ہاں اور کیا، ایسے شہ پارے سارے ملک میں کہیں نہیں ملیں گے!"

روفی نے تائید کی۔

"یقیناً!"

نازلی نے روفی کے دستی بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زیر لب تبسم کے ساتھ کہا۔

"یقیناً اس میں آپ کی بنائی ہوئی تصویریں ہیں۔ لیکن شاید آپ فرمائش کے منتظر ہیں۔ تب ہی یہ بھان متی کا پٹارہ کھولیں گے!"

روفی ہنسنے لگا، اس نے کہا،

"واقعی ہے تو بھان متی کا پٹارہ، نہ جانے کیا الّم غلّم چیزیں بھر لایا ہوں اس میں!"

وہ مسکراتی ہوئی بولی

"اب زیادہ تکلف نہ کیجئے، دکھا دیجئے!"

روفی نے اپنی بنائی ہوئی گئی چیزیں دکھائیں۔ نازلی دیکھتی جاتی تھی۔ اور عش عش کرتی جاتی تھی۔ ساری تصویریں دیکھنے کے بعد اس نے کہا۔

"روفی صاحب، میں ظاہرداری کی عادی نہیں۔ سچ کہتی ہوں۔ آپ

فنکار کے ہاتھ میں جادو ہے ۔ یہ تصویریں ، یہ خاکے ، یہ نقوش ، ایک بڑے سے بڑے فنکار کے لئے باعثِ فخر ہو سکتے ہیں ۔ آپ تو چھپے رستم نکلے !"

روپی نے ہنستے ہوئے کہا ۔

"خوب بنا لیجئے ، جی بھر کے !"

وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی ،

"یقین کیجئے ، یہ میرے دل کی آواز ہے ، بہت دنوں کے بعد آج میں کسی کے فن سے متاثر ہوئی ہوں !"

روپی نے اس کے سراپا پہ نظر ڈالتے ہوئے کہا ۔

"شکریہ !"

وہ بولی ۔

"میری درخواست ہے کہ آپ موسیو اندرے سے ضرور مل لیں "

روپی نے پوچھا ۔

"ان سے ملنا میرے لئے باعثِ فخر ہے ، میں اپنے دل میں یہ تمنا لیے آیا تھا ۔ لیکن آپ یہ درخواست کیوں کر رہی ہیں ؟ "

وہ مسکراتی ہوئی بولی ۔

"بتا دوں ؟ "

روپی نے کہا ۔

"جی ہاں میں معلوم کرنا چاہتا ہوں ، بتائیے !"

وہ کہنے لگی ۔

"پھر مونسیو آپ کو جانے نہیں دیں گے"
روفی نے حیرت سے کہا۔
"یہ لیجیے، جانے نہیں دیں گے؟ ——— یو کیوں؟"
اس نے جواب دیا۔
"وہ ہونہار لڑکوں کے عاشق ہیں۔ آپ کے کام میں مستقبل کے عظیم فنکار کی جھلک ان کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتی۔ ہر قیمت پہ، بلکہ ہر شرط پہ، وہ آپ کو اپنے کالج میں رہنے پہ مجبور کر دیں گے!"
کچھ سوچتے ہوئے روفی نے کہا۔
"اس سے بڑھ کر میری خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے!"
وہ خوش ہو گئی، اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا:
"تو آئیے پھر چلیں!"
روفی کو کچھ تامل سا ہوا،
"ابھی؟ اسی وقت؟ ——— پہلے اپائنٹمنٹ کر لیجیے، پھر مل لوں گا!"
وہ آگے بڑھتی ہوئی بولی،
"آپ جیسوں کے لئے تو وہ دیدہ و دل فرش راہ کئے بیٹھے رہتے ہیں اپائنٹمنٹ کی ضرورت دوسروں کے لئے ہوتی ہے ——— آئیے آئیے!"

تھی۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ دل کی بات زبان پر لانے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔

نازلی نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا اور پوچھا۔

"کیوں جناب؟"

وہ گڑبڑا گیا۔

"کچھ ڈر سا لگتا ہے آپ سے!"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"مجھ سے ڈر لگتا ہے؟ کوئی ہنٹا ہوں میں! ہنٹرے سے بھی بچے ڈرتے ہیں، نہ کہ آپ جیسے لوگ۔"

روفی نے مسکراتے ہوئے کہا،

"ایسی مہمل بات میں کیسے سوچ سکتا تھا ۔۔۔۔ بات یہ ہے کہ اس روز آپ نے جیوسچ کی ایسی گت بنائی کہ مجھے بھی اپنی خیریت کی طرف سے شبہ پیدا ہو گیا۔"

پھر وہ زور سے ہنس پڑی، اس نے کہا۔

"واقعی وہ دلچسپ آدمی ہیں، ۔۔۔۔ لائیے نہیں آپ انہیں اپنے ساتھ، ذرا لطف رہتا۔

روفی نے کہا،

"لاتا تو ضرور لیکن چار پانچ روز سے ان کی کچھ عجیب کیفیت ہو رہی ہے۔ اور مجھ سے تو خاص طور پر نہ جانے کیوں بھڑکنے لگے ہیں ۔۔۔۔ نہ وہ بات کرتے ہیں، نہ حسب معمول ٹہلنے جاتے ہیں۔ آج یہاں آتے وقت ان سے

(۴)

نازلی رونی کو لے کر ہوسٹل پہنچی ۔ اپنے کمرے میں جا کر ایک کرسی کی
طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

"تشریف رکھیئے ۔"

پھر رونی کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر وہ ملحقہ کمرے میں گئی ۔ جسے وہ اسٹڈی روم
کے طور پر استعمال کرتی تھی ۔ ذرا دیر میں ایک البم لیئے ہوئے برآمد ہوئی ۔
اور مسکراتی ہوئی گویا ہوئی ۔

"آپ تو فرمائش کریں گے نہیں ۔ میں خود ہی کیوں نہ بے غیرت بن کر اپنے
ٹیڑھے میڑھے نقوش قلم آپ کے سامنے پیش کر دوں ۔ ——— سامنے جہاں
ے جو تھا میز پر رکھ دیا ۔"

رونی کچھ جھینپ سا گیا ۔ اس نے بات بناتے ہوئے کہا ۔

"مس نازلی یہ بات تو نہیں ہے کہ آپ کے شہ پاروں کے دیکھنے کی آرزو نہیں

انہیں تلاش بھی کیا۔ کیونکہ گیلری دیکھنے کا انہیں بھی بہت شوق تھا۔ مگر نہ جانے
کہاں چلے گئے تھے۔ ملے نہیں، ——— خیر ہو گا، آپ تو اپنا البم دکھائیے
مس نازلی!"

نازلی نے البم روفی کی طرف بڑھا دیا۔ وہ انہماک اور توجہ سے اس
دیکھنے لگا۔ ہر تصویر پر اس کی نظر ٹھٹک ٹھٹک کر آگے بڑھتی۔ اور ایک تصو
پہ تو جا کر رک گئی۔ بڑی دیر تک وہ اسے دیکھتا رہا۔ اور کوئی بنا ورق نہیں
الٹا۔ نازلی بھی اشتیاق کے ساتھ جھک کر دیکھنے لگی کہ کس تصویر پر انگ
مبذول ہو رہی ہے۔

یہ ایک بھکارن کی تصویر تھی۔ انتہائی حسن اور انتہائی غربت کا الیا
امتزاج اس تصویر میں دکھایا گیا تھا کہ واقعی یہ ایک شہ پارہ بن گئی تھی۔ بڑی د
کے بعد روفی نے سر اٹھایا، اور گویا ہوا

"غضب کی تصویر ہے ——— اللہ کرے زور قلم اور زیادہ!
ہر چیز لاجواب، حسن اور غربت کا امتزاج اس خوبی سے کیا گیا ہے کہ د
دینے کو الفاظ نہیں ملتے ———"

"وہ ہیں ترا شے جو بتیں ہوں گے، دنیا کی چند بہترین تصویروں میں
ایک یہ بھی ہے!" ——— نازلی نے کہا۔

"اتنا تو میں بھی کہہ سکتا تھا۔ لیکن میں تو اس سے زیادہ، بہت زیادہ
کہنا چاہتا ہوں۔ اور بدقسمتی سے الفاظ ساتھ نہیں دیتے۔ مس نازلی
یہ تصویر ایک عظیم کارنامہ ہے آپ کا!"

وہ مسکراتی ہوئی گویا ہوئی کہ

"شکریہ!"

روفی نے کہا۔

"اس کی کلر اسکیم، اس کا پس منظر، اس کے نقوش، ہر چیز لاجواب ہے۔
لیکن سب سے زیادہ جو چیز مجھے متاثر کر رہی ہے۔ وہ ہے جذبات کی عکاسی!"

نازلی نے پوچھا۔

"یعنی ——"

روفی نے جواب دیا

"اس تصویر کے تعارف میں کوئی عبارت لکھنے کی ضرورت نہیں
یہ بول رہی ہے"

نازلی نے ذرا چھیڑتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہی ہے یہ!"

روفی نے بتایا۔

"یہ کہہ رہی ہے، میں غریب ہوں، مفلس ہوں، تہی دست ہوں
خانہ بدوش ہوں، خانماں برباد ہوں، فاقے کرتی ہوں، بھیک مانگتی ہوں
لیکن اپنی خودی کی نگہبان اور محافظ بھی ہوں۔ مجھے کوئی خرید نہیں سکتا۔ مجھے
کوئی چھین نہیں سکتا۔ مجھے کوئی اچک نہیں سکتا۔ میرے پاس محل تو کیا جھونپڑا
[illegible] لیکن میں قصر نشینوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہوں۔ میرے پاس دولت
پیسہ ٹکہ نہیں۔ لیکن لکھ پتی اور کروڑ پتی ہمیشہ اور ہمیشہ ہو گا۔ مجھ سے جب [illegible]

ـــ سے باتیں نہیں کر سکتے ـــــ میں ایسی ہوں!"

تصویر کی اس تعریف سے نازلی خوش ہوگئی۔

"آپ نے تو بڑی لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی!"

روفی نے بے بسی کے ساتھ کہا۔

"پھر بھی مجھے گلہ ہے کہ اپنے تاثرات صحیح طور پر ظاہر نہیں کر سک
ـے زیادہ مجھے اپنی اس کمزوری کا کبھی احساس نہیں ہوا تھا کہ میں اپنی
بھی نہیں کر سکتا!"

نازلی نے کچھ فخر، کچھ ناز کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا
"موسیو اندرے نے بھی اس تصویر کی بڑی تعریف کی تھی۔ بلکہ
ن سے مجھے انعام بھی دیا تھا! وہ اپنے شاگردوں کی حوصلہ افزا
ـت جانتے ہیں ـــ"

روفی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"یقیناً موسیو اندرے اچھے اور شریف آدمی ہیں۔ اپنے شاگرد
ان کا برتاؤ بھی بڑا مربیانہ اور مشفقانہ ہے۔ ان کی حوصلہ افزا
ـتے ہیں۔ لیکن یہ تصویر دیکھ کر تو ایک دشمن بھی خراج تحسین پیش کر
بلند ہے!"

"جیسے آپ!" ـــ نازلی نے یہ کہا۔ اور کھلکھلا کر ہنس پڑ
ہوئی۔

اللہ سے چائے تو میں بھول ہی گئی!"

اور قبل اس کے روفی اسے منع کر سکے، وہ بہ تیزی چھن
۔ ذرا دیر کے بعد واپس آئی تو کہنے لگی۔

"چائے پی لیں۔ پھر موسیو اندرے کے پاس چلیں گے!"

اب روفی کو موقع مل گیا، اس نے کہا۔

"آخر اس تکلیف کی ضرورت کیا تھی؟"

نازلی نے بڑی سادگی سے سوال کیا۔

"آخر اس تکلیف میں حرج بھی کیا ہے؟"

روفی ہنس پڑا۔

"کچھ نہیں، ـــ مجھے تو خوشی ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہو!"

تھوڑی دیر میں چائے آگئی، نازلی نے ایک کے بجائے
ـے دو پیالیاں روفی کو پلائیں۔ چائے کے دوران بھی دونوں گھل
اتیں کرتے رہے۔ گفتگو کا موضوع نقاشی اور مصوری تھا ـــ
رہ، تعریف، تنقید، سب کچھ!

تھوڑی دیر کے بعد نازلی نے کہا۔

"اب ہمیں چلنا چاہیئے۔ ورنہ موسیو اندرے اگر واکنگ کو
بہت دیر میں واپس آئیں گے۔ اور پھر اس کے بعد کسی سے ملتے

روفی اٹھ کھڑا ہوا۔

"پھر تو اب چلنا چاہیئے، واقعی دیر بھی کافی ہو گئی ہے!"

نازلی روفی کو لے کر باہر نکلی اور سیدھی موسیو اندرے کی کوٹھی کی طرف روا

"جی ہاں ابڑی دلچسپی ہے آرٹ کی اس صنف سے ۔ — "
نازلی نے ٹوکا ۔
"آخر آپ اپنے شہ پارے ڈیڈی کو دکھاتے کیوں نہیں ؟"
موسیو نے بھی اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے کہا ۔
"ہاں بھئی ، ذرا دیکھیں تو تمہارے قلم کی کشش — "
رونی نے اپنی بنائی ہوئی کئی تصویریں موسیو کے سامنے رکھ دیں ۔ انہوں نے نقادانہ اور استادانہ نظروں سے انہیں دیکھا ۔ بعض میں کچھ ترمیمیں تجویز کیں ۔ بعض کے نقائص کی طرف اشارہ کیا ، اور بعض کی حد سے زیادہ تعریف کی ۔ پھر فرمایا ۔

"مسٹر رونی تمہارے وجود میں مجھے مستقبل کا ایک عظیم فن کار نظر آ رہا ہے تم اپنے اوپر اور فن پر ظلم کرو گے ۔ اگر صرف اس سند پہ قناعت کرو گے جو تمہیں کالج سے ملی ہے ۔ تمہیں کسی استاد کے زیر سایہ سال دو سال پوری محنت اور یکسوئی کے ساتھ فن کی تکمیل کرنا چاہیئے ۔
نازلی پھر بیچ میں بول پڑی ۔ کہنے لگی ۔
"ڈیڈی ان کا جی چاہتا ہے کہ آپ کے زیر سایہ — "
لیکن موسیو نے بات پوری نہ ہونے دی ۔ فرمایا
"میں تو خود یہی کہنے والا تھا ۔ مسٹر رونی ، ہمارا دروازہ آپ کیلئے کھلا ہوا ہے ۔ آپ ضرور تشریف لائیے ۔ میں ذاتی طور پہ درخواست کرتا ہوں کہ کچھ وقت ۔ یہاں صرف کیجئے ۔ آپ کے تمام مصارف کالج برداشت کریگا ۔

"ڈیڈی نے بعض تصویریں اکٹھی کئی ہزار میں خریدی ہیں۔ اور اگر روپیہ پاس نہ ہوا تو قرض لے کر خریدی ہیں — کیوں ڈیڈی میں سچ کہہ رہی ہوں نا؟"

موسیو مسکرانے لگے، انہوں نے فرمایا۔

"ہاں، — تعجب ہے تم آج سچ بولنے پہ کیوں تلی ہوئی ہو!"

نازلی نے بچوں کی طرح بگڑتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی پھر میں چلی جاؤں گی — اپنی بڑائی میں بالکل نہیں سن سکتی!"

موسیو نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ رونی کو حیرت ہوئی کہ ان نحیف جان کی آواز میں اتنا زور کہاں سے آگیا۔ موسیو نے فرمایا۔

"نہیں نہیں ننھا نہ ہو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں!"

پھر وہ رونی سے مخاطب ہوئے،

"نازلی کہہ رہی تھی تمہیں بھی آرٹ سے بہت دلچسپی ہے؟"

وہ گویا ہوا،

"جی ہاں ہے تو!"

نازلی دخل در معقولات کرتی ہوئی بولی۔

"اس سال انہوں نے گورنمنٹ کالج سے سند بھی لی ہے!"

موسیو اور زیادہ خوش ہوئے،

"خوب — تم تجریدی آرٹ کو پسند کرتے ہو؟"

رونی نے جواب دیا۔

بڑی خوشی ہے!"

نازلی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی آپ تو آدمی کو اس طرح گرفتار کر لیتے ہیں۔ کہ پھر وہ نکل ہی نہیں پاتا۔ بھلا! روبی صاحب آپ کی اس پیش کش کو مسترد کر سکتے ہیں!"

موسیو نے روبی سے پوچھا۔

"کیا رائے ہے تمہاری؟"

وہ آزادگی کے ساتھ بولا۔

"میرے لئے اس سے بڑھ کر خوشی اور مسرّت کی کیا بات ہو سکتی ہے؟ میں تیار ہوں!"

موسیو خوش ہو گئے۔

"شاباش، تم کل ہی سے آجاؤ، ہوسٹل میں تمہاری رہائش کا انتظام ہو جائے گا۔"

روبی نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"بہت بہتر —— لیکن چند روز کے لئے، صرف ایک ہفتہ کے لئے میں وطن جانا چاہتا ہوں۔ وہاں گھر والوں کو صورتِ حال سے مطلع کر کے اور ان سے اجازت لے کر فوراً حاضر ہو جاؤں گا۔"

موسیو کو اس میں کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

"کوئی حرج نہیں —— ایک ہفتہ کے بعد آجانا!"

نازلی نے پوچھا،

"اگر نہ آئے تو؟"

موسیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر ہم پولیس میں رپورٹ کر دیں گے۔ اور انہیں گرفتار کرا دیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ زور سے ہنسے

رونی بھی ان کے ساتھ ہنسنے لگا۔ اس نے کہا

"اس سے بڑھ کر بھی کوئی کفرانِ نعمت ہو سکتا ہے کہ آپ کی پیش کش مسترد کر دوں؟"

موسیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ لڑکی اسی طرح دیوانوں کی سی باتیں کیا کرتی ہے۔ تمہیں فن کا چسکا پڑ چکا ہے۔ تم آنے پر مجبور ہو!"

رونی نے تائید میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بے شک، بے شک!"

موسیو کو جیسے کوئی بات یاد آ گئی۔ انہوں نے فرمایا۔

میں نے تو ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ فن نہ جانتے ہوئے بھی فن سے دلچسپی لیتے ہیں۔ اور اس کے حصول کے لئے اپنا پچھلا کیریئر برباد کر ڈالتے ہیں۔ آج ہی ایک صاحب آئے تھے۔ بی اے پاس ہیں آرٹ سے اب تک کوئی دلچسپی نہ تھی۔ نہ جانے کس طرح ہماری آرٹ گیلری میں پہنچ گئے۔ پھر جو یہ فن سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ تو سیدھے میرے پاس آئے اور اتنی عاجزی سے داخلہ کی درخواست کی کہ میں رد نہ کر سکا۔ بی اے ہونے گئے

(۶)

نازلی، ہوسٹل اور کالج کی دلچسپیوں میں اس درجہ کھو گئی تھی۔ اور آرٹ کے سحر نے کچھ اس طرح اسے مسحور کر لیا تھا کہ گھر سے بہت کم رابطہ رہ گیا تھا۔ چھٹیوں میں بھی وہ گھر نہ جاتی۔ اور ہوسٹل سے اُٹھ کر موسیو اندرسے کی کوٹھی میں آجاتی یہاں اس کی اتنی ہی خاطر داشت کی جاتی۔ جتنی ماں باپ کے گھر میں ایک چہیتی لڑکی کی ہوا کرتی ہے۔ موسیو اس سے وہی برتاؤ کرتے، جو ایک باپ کا بیٹی کے ساتھ ہوتا ہے۔ میڈم اندرے بھی اس سے ماں کا سلوک کرتیں ان دونوں کی ایک لڑکی تھی۔ جو تکمیل تعلیم کے لئے جرمنی گئی ہوئی تھی۔ لیکن ہر سال دو مہینہ کے لئے تعطیل کلاں کے زمانہ میں ماں باپ کے پاس آکر ضرور رہتی تھی۔ سس اندرسے میں وہ تمام خوبیاں تھیں۔ جو ایک شریف، ذہین اور شائستہ مزاج لڑکی میں ہونا چاہئیں، وہ شوخ بھی تھی۔ اور باادب بھی، ذہین بھی اور متین بھی، خوش گفتار بھی، اور خوش اطوار بھی۔

باوجود یہاں ان کی حیثیت ایک مبتدی کی ہوگی۔ اور کئی سال کے بعد وہ کچھ بن سکیں گے!"

روفی نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

"جی ہے شک، ذوق بھی عجیب چیز ہے!"

موسیو نے فرمایا۔

"ہاں بیٹے اور کیا!"

نازلی نے پوچھا

"ڈیڈی آج جن صاحب نے داخلہ لیا ہے۔ ان کا نام کیا ہے؟"

موسیو نے کہا۔

"نام ——— ؟"

پھر وہ غور کرنے لگے۔ ذرا دیر کے بعد فرمایا۔

"کچھ عجیب سا نام ہے ——— شاید مجروح!"

نازلی روفی کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ روفی غرق حیرت!

آج کل مس اندرسے شاذرو میں آئی ہوئی تھیں ۔ ابھی انہیں آئے ہوئے
صرف چند ہی روز ہوئے تھے ۔ ان کی وجہ سے نازلی کے وقت کا بڑا حصہ ہوسٹل
کی کوٹھی میں بسر ہوتا تھا ۔ مس اندرسے کو نازلی سے کچھ اس درجہ ربط اور تعلق
خاطر پیدا ہو گیا تھا کہ سایہ کی طرح یا تو خود اس کے ساتھ ساتھ رہتیں ۔ یا
ہمزاد کی طرح ہر وقت اسے اپنے ساتھ رکھتیں ۔ گھریلو دلچسپیاں ہوں یا کالج
اور سوشل کی سرگرمیاں ، شاذرو کے مال روڈ کی سیر ہو ، یا شاپنگ کا پروگرام
یہ ممکن نہ تھا مس اندرسے تنہا ہوں ۔ نازلی ان کے پاس نہ ہو ، ان دونوں
کی دوستی نے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر لی تھی ۔ اس دوستی کا راز یہ تھا کہ
دونوں کے مزاج اور طبیعت میں حیرت ناک حد تک یکسانیت تھی ۔ کم ایسا
ہوتا کہ نازلی کی پسند سے مس اندرسے کو اختلاف ہو ، یا مس اندرسے کے
انتخاب سے نازلی اختلاف کرے ۔ مزاج کی اس یکسانیت نے دونوں کو ایک
دوسرے سے بہت قریب کر دیا تھا ۔ فرصت کے لمحات میں دونوں گھنٹوں
اور پہروں سر جوڑے بیٹھی رہتیں ۔ اور دنیا جہاں کے معاملات پہ تبادلہ
خیالات کیا کرتیں ۔

ایک روز دونوں "رنگ کدہ" سے باہر نکلیں اور ٹہلتی ہوئی بہت دور
تک نکل گئیں ۔ آخر مس اندرسے نے ہمت ہار دی ۔ ایک چٹان پہ بیٹھتے
ہوئے انہوں نے کہا ۔

"نازلی اب نہیں چلا جاتا ۔ بیٹھ جاؤ ذرا دیر ۔"

وہ مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی اور گویا ہوئی ۔

"بس اتنی ہی ہمت تھی؟"

مس اندرے نے اپنی پست ہمتی کا اقرار کر لیا۔

"ہاں بھئی! تمہاری جیسی قوت ارادی ہر کسی کے پاس تو نہیں ہو سکتی!"

نازلی نے کہا۔

"پھر زندگی کی دشوار گزار گھاٹی کس طرح سر کرو گی؟"

وہ بولی،

"اس کی فکر نہ کرو!"

نازلی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی انتظام کر لیا ہے؟"

مس اندرے کے ہونٹوں پر بھی تبسم کھیلنے لگا۔

"ہاں، —— "

نازلی کا شوق تجسس اور بڑھ گیا۔

"کون ہے وہ خوش قسمت؟"

مس اندرے نے جواب دیا۔

"ہے ایک سیدھا سادا، بھولا بھالا! لیکن نہایت شاندار اور باوقار آدمی!"

نازلی نے پوچھا،

"ہے کہاں کا؟"

مس اندرے نے بتایا۔

"جرمنی کا!"

نازلی نے اعتراض کیا۔

"جرمن بڑے درشت مزاج اور کرخت قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ تم خود
بے۔ نازک مزاج بھی ہو۔ گزارا ہو جائے گا؟"

وہ بولی۔

"کیوں نہ ہوگا؟ یہ تو جرمنوں کے بارے میں پروپیگنڈا ہے کہ وہ درشت
اور کرخت ہوتے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اپنے مزاج، طبیعت، سرشت
کردار رکھ رکھاؤ، وفاداری، اور عورت کے حقیقی احترام و لحاظ میں۔ وہ
یورپ کے ہر ملک کے باشندوں سے بہتر ہوتے ہیں!"

نازلی نے پوچھا۔

"انگریزوں سے بھی؟"

وہ بولی

"ہاں کیوں نہیں، انگریزوں میں سوائے انانیت" کے اور رکھا ہی
کیا ہے۔ حقیقی محبت، حقیقی خلوص، اور حقیقی جذبے سے وہ بہت کم آشنا
ہوتے ہیں!"

نازلی مسکرانے لگی۔

"سوتے ہونگے لیکن فرانسیسی؟"

وہ کہنے لگی۔

"بھئی فرانسیسیوں کا نام نہ لو میرے سامنے!"

نازلی کو حیرت ہوئی۔ اس نے دریافت کیا۔

"کیوں؟"

وہ گویا ہوئی۔

"بڑے منافق، ظاہردار، اور تملق پسند ہوتے ہیں یہ لوگ حقیقی زندگی
ان سے بہت دور رہے، بہت دور!"

نازلی نے طنز کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تم کہہ رہی ہو؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"حالانکہ میرا باپ فرانسیسی ہے!"

نازلی نے کہا۔

"ہاں اور کیا!"

مس اینڈرسن نے کہا۔

Muslim Girls School LIBRARY No.

"میرا باپ تو دنیا کے چند نہایت اونچے لوگوں میں سے ایک ہے لیکن اگر وہ فرانسیسی نہ ہوتا تو شاید دنیا کے چند نہایت اونچے لوگوں میں سب سے پہلا نمبر اسی کا ہوتا۔ وہ جہاں کہیں بھی، جس ملک میں بھی پیدا ہوتا۔ اپنے کردار اور شہرت کی بنا پر اس امتیاز اور اعزاز کا مستحق ٹھہرتا۔ جو اسے حاصل ہے لیکن ہر فرانسیسی تو ایسا نہیں ہوتا نا"

اس لمبی تقریر سے نازلی اکتا گئی۔

"نہ ہوتا ہوگا بھئی ہمیں تو نہ انگریزوں سے دلچسپی ہے، نہ فرانسیسیوں سے نہ جرمنوں سے ــــ لیکن یہ تو بتاؤ، وہ ذات شریف جنہوں نے تمہیں ایمبرام

کیا ہے، اگر تم کیا ہیں؟"

وہ کہنے لگی۔

"وہی جو میرے ڈیڈی کہتے ہیں!"

نازلی نے سوال کیا۔

"کیا وہ بھی آرٹسٹ ہیں؟ کیا سچ؟"

وہ ہنسنے لگی۔

"تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے!"

نازلی گڑبڑا گئی۔

"نہیں، تعجب اس بات پہ نہیں، حسنِ اتفاق یہ ہے، باپ بین الاقوامی شہرت رکھنے والا آرٹسٹ، لڑکی آرٹ کے فن میں یکتا اور شوہر بھی منتخب آرٹسٹوں میں سے ایک!"

مس اندرے نے خوشی کے عالم میں کہا۔

"ہمارا سارا گھرانہ آرٹسٹ ہے، میری ممی کو کیوں بھول گئیں؟ کیا وہ آرٹسٹ نہیں ہیں؟"

نازلی نے اعتراف کیا۔

"ہاں بھئی کیوں نہیں، ان کے آرٹ کا سب سے بڑا نمونہ اور شہ پارہ تو تم خود ہو ــــ تم جو کچھ بھی ہو، وہ انہی کی وجہ سے ہو!"

مس اندرے کی آنکھوں میں فخر و ناز کے آنسو آ گئے۔

"ہاں ــــ مجھے اپنی ماں پہ فخر ہے!"

نازلی کو جیسے کچھ یاد آگیا۔ اس نے کہا۔

"اوہ میں سمجھ گئی تمہاری جرمن پسندی کا راز!"

مس اندرسے حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگیں، پھر پوچھا۔

"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟"

نازلی نے کہا۔

"تمہاری ——— واہ تمہاری کیوں ہماری ممی بھی تو جرمن ہیں ——— "

مس اندرسے کو ہنسی آگئی۔ انہوں نے کہا۔

"ہاں ہیں تو مگر اس سے کیا؟"

"اسی لیے جرمن قوم سے تمہیں اتنی محبت ہے!"

"ہو سکتا ہے یہی وجہ ہو لیکن میں خود بھی اپنی آنکھیں کھلی رکھتی ہوں۔ جو فیصلہ کرتی ہوں خوب سوچ سمجھ کر!"

"ڈیڈی اور ممی کو تمہارے اس فیصلہ کا علم ہو گیا؟"

"ہاں، بھلا میں ان سے چھپا کر کوئی کام کر سکتی ہوں؟"

"انہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوا؟"

"بالکل نہیں! ——— اتفاق سے وہ خاندان ممی کا جانا پہچانا ہوا ہے وہ تو بہت خوش ہیں۔ میرے اس انتخاب پر!"

"اور ڈیڈی؟"

"آرٹ کے بعد ان کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے ——— ممی جو کچھ کہیں اس کی آنکھیں بند کر کے تائید کرنا!"

نازلی ہنسنے لگی

"کتنے اچھے ہیں ہمارے ڈیڈی بھی!"

مس اندرسے نے کہا۔

"خدا کرے ایسے ڈیڈی سب کے ہوں!"

پھر ذرا رک کر مس اندرسے نے پوچھا۔

"کیوں نازلی، تمہاری نگاہِ انتخاب بھی کسی پہ پڑی؟"

نازلی نے سرد مہری سے جواب دیا۔

"نہیں ——— ماما۔"

مس اندرسے جیسے کھوج لگانے پہ تل گئی تھیں۔

"جھوٹی کہیں کی ——— یہ کیوں نہیں کہتی کہ مجھے رازدار بنانا منظور نہیں!"

نازلی اس کے گلے سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے کہا۔

"کیا واقعی تمہارا خیال میرے بارے میں ایسا ہی ہے! کیا میں تم سے اپنی زندگی کی کوئی بات چھپا سکتی ہوں؟"

مس اندرسے نے کہا۔

"نہیں ——— میں تو یونہی مذاق کر رہی تھی!"

نازلی کہنے لگی۔

"جب تک میں اپنے فن کی تکمیل نہیں کر لیتی۔ نئی زندگی کا خواب بھی نہیں دیکھنا چاہتی!"

زندگی!

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں ، ہر دم جواں ، پیہم رواں ہے زندگی

LIBRARY
No. ....
Aminia Muslim Girls School

LIBRARY
Aminia Muslim Girls School,
No. ....

(۱)

رات کو مجروح صاحب بہت دیر میں تشریف لائے۔ رونی گو جاگ رہا تھا لیکن سوتا بن گیا، صبح کو دونوں نے ساتھ ساتھ ناشتہ کیا لیکن کافی خاموشی کے ساتھ ناشتہ کے بعد مجروح نے بیرے سے کہا۔

"ذرا جلدی سے ایک رکشا تو لا دو۔ گل مرگ جانا ہے!"

بیرے نے نہایت ادب سے کہا۔

"بہت اچھا سرکار ابھی لایا ——— لیکن پانچ روپے لیں گے۔ رکشا والے کم سے کم چار آدمی تو اسے کھینچنے والے ہوں گے اور چڑھائی بھی بہت ہے!"

بے پروائی اور استغنا کی کیفیت اپنے اوپر طاری کرتے ہوئے مجروح صاحب نے فرمایا۔

"کوئی پرواہ نہیں پانچ کی بجائے میں دس روپے بھی دے سکتا ہوں"

بیرے نے پھر ادب سے سر جھکالیا اور عرض کیا۔

تیمور کی چڑھ گئی۔

"میں تو کل کلکتے جا رہا ہوں۔ آرٹ کالج میں داخلہ لے لیا ہے، میں نے!"

روفی نے بے پروائی کے ساتھ کہا۔

"مبارک ہو ــــــ"

مجروح صاحب پھر بے تکلف ہو گئے۔

"لیکن تم کہاں جا رہے ہو ؟"

روفی نے کہا۔

"جہاں تم !"

"لیکن ساحل کے ساتھ ؟"

"یہ تو نہیں ہو سکتا کہ میں خود تو ہوسٹل میں رہوں اور میرا سامان ہوٹل میں!"

یہ سنتے ہی مجروح صاحب نے ایک جھرجھری سی لی۔ اور پوچھا۔

"کیا مطلب ؟ ــــــ کیا تم نے بھی وہاں داخلہ لے لیا ہے ؟"

روفی نے جواب دیا۔

"میں تو آرٹسٹ ہوں، مجھے تو وہاں داخلہ لینا ہی چاہیئے تھا۔ لیکن حیرت ان عقل کے دشمنوں پہ ہے، جو آرٹ میں الف کے نام لٹھ بھی نہیں جانتے اور داخلہ کے لئے فقیروں کی طرح بھیک مانگ رہے ہیں!"

مجروح نے سوال کیا۔

"وہ کون لوگ ہیں ؟"

روفی نے جواب دیا۔

"بہت اچھا سرکار!"

جب وہ جانے لگا تو روفی نے اس سے کہا۔

"دو ڈالا!"

مجروح نے ایک نظر روفی پر ڈالی اور اپنا سامان ٹھیک کرنے میں لگ گیا۔ روفی نے بھی کوئی بات چیت نہیں کی، اور اپنا سامان درست کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد بیرا آیا۔ اس نے اطلاع دی کہ رکشائیں آگئی ہیں۔ اس کے ساتھ ہوٹل کے دو ملازم اور بھی تھے۔ انہوں نے جلدی جلدی سامان اُٹھایا اور ہر ایک کا سامان الگ الگ رکشا پر رکھ دیا۔ نیچے اُتر کر مجروح نے پانچ روپے کا ایک نوٹ بیرے کو تھمایا۔ اور گویا حاتم کی قبر پر لات مارتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ آپس میں بانٹ لو!"

روفی نے جیب سے دس روپے کا نوٹ نکالا۔ اور بیرے سے کہا۔

"پانچ تم لے لو، پانچ ان لوگوں میں تقسیم کر دو!"

اس شکست پر مجروح صاحب تلملا گئے۔ لیکن منہ سے کچھ نہ کہا۔ روفی بھی خاموش رہا۔ دونوں اپنی اپنی رکشا میں بیٹھ گئے۔ اب تک ضبط کرنے کی جتنی کوشش مجروح صاحب نے کی تھی۔ وہ سب ناکام ہو گئی۔ رکھائی کے ساتھ پوچھا۔

"کہاں کا قصد ہے؟"

روفی نے بھی رکھائی کے ساتھ کہا۔

"میں نے تو آپ سے یہ ذاتی قسم کا سوال نہیں کیا تھا!"

"ایک تو بالکل میرے سامنے بیٹھا ہے!"

یک بیک مجروح نے اپنے اوپر سنجیدگی طاری کر لی۔

"میں اس طرح کے رکیک حملے پسند نہیں کرتا!"

رونی بھی سنجیدگی کے ساتھ گویا ہوا۔

"جو لوگ رکیک حرکتیں کرتے ہیں۔ انہیں رکیک حملوں کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے!"

مجروح نے اور زیادہ سنجیدہ بن کر کہا۔

"رونی صاحب براہِ کرم زبان سنبھال کر بات کیجئے!"

رونی نے بھی ویسی ہی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مجروح صاحب خاموش ہو جائیے، ورنہ رکشا سمیت اس کٹی سڑک کے گہرے کھڈ میں آپ کی نعش بے کفن نظر آئے گی!"

مجروح صاحب خاموش ہو گئے۔

(۲)

کالج میں رومی اور مجروح دونوں ہاتھوں ہاتھ لئے گئے۔

رومی اس لئے کہ اس کی قابلیت اور ذہانت، سنجیدگی اور متانت، شوخی اور حاضر جوابی، زندہ دلی اور شگفتہ مزاجی۔ خوش طبعی اور خوش کلامی نے سب کا دل موہ لیا تھا۔ اور مجروح اس لئے کہ ایسی عجیب و غریب خوبیوں کا جانور آج تک کسی کے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ ضرورت سے زیادہ نستعلیق، پر تکلف اور وضعدار، ہوسٹل ہو یا کالج ہمیشہ اپنے آپ کو لئے دیئے رہتے۔ کوئی بات ہو کوئی موقعہ ہو، کسی موضوع پر گفتگو ہو رہی ہو۔ مجروح صاحب جب تک کوئی چلتا ہوا شعر نہ سنا دیں۔ اپنی اہمیت اور شخصیت کو معرضِ خطر میں سمجھتے تھے۔ کالج کے لڑکے کسی کا لوہا بڑی مشکل سے مانتے ہیں۔ لیکن چٹکیوں میں اڑانے کو فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔ رومی کو تو انہوں نے تسلیم کر لیا۔ لیکن مجروح صاحب کے حصہ میں صرف نقلِ محفل بننا آیا۔ انہوں نے کالج میں داخلہ صرف نازلی کی وجہ

نازلی بولی۔

"میں نے رقیب والی بات بے وجہ نہیں کہی ہے۔ کل مجروح صاحب نے مجھ سے فرمایا۔

"مس نازلی آپ روفی سے اس قدر زیادہ گھلی ملی کیوں رہتی ہیں؟"

میں نے پوچھا۔

"لیکن آپ کو یہ سوال کرنے کا حق کیا ہے؟"

کہنے لگے۔

"مجھے آپ کے ساتھ جو خلوص ہے اس کی بنا پہ یہ مشورہ دینے پر اپنے تئیں مجبور پاتا ہوں کہ آپ اس سے نہ ملا کریں!"

میں نے سوال کیا۔

"لیکن آپ کو خلوص کیوں ہے مجھ سے؟"

پہلے تو اس سوال پر سٹ پٹائے، پھر کہا۔

"یہ کوئی اختیاری چیز تو ہے نہیں!"

میں نے چھیڑا۔

"تو گویا آپ خلوص کو محبت کے معنی میں استعمال کر رہے ہیں؟"

میرے اس برجستہ اور بے ساختہ سوال پر وہ چکرا سے گئے۔ لیکن خاموش رہنا مصلحت کے خلاف تھا۔ لہذا فرمایا۔

"میں آپ کی ذہانت کی داد دیتا ہوں!"

میں نے پوچھا۔

سے لیا تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ اس سے قریب رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور اس باب میں وہ ان کی حوصلہ افزائی بھی کرتی تھی۔ لیکن اس لئے نہیں کہ اسے ان حضرت سے کچھ لگاؤ تھا۔ اس لئے کہ ان سے مل کر ان کی باتیں سن کر ان کی شعر خوانی سے، ذہنی تھکن دور ہو جاتی تھی

تعطیل کا دن تھا، سہ پہر کو نازلی اور رومی ٹہلتے ہوئے بہت دور تک چلے گئے۔ راستہ میں باتیں کرتے کرتے نازلی نے سوال کیا۔

"کیوں رومی صاحب یہ مجروح صاحب کس قسم کے آدمی ہیں؟"

رومی نے مختصر سا جواب دیا۔

"مخصوص قسم کے!"

وہ کہہ یا ہوئی۔

"میں دیکھتی ہوں آپ سے وہ کچھ کٹے کٹے سے رہتے ہیں۔ حالانکہ پہلے تو آپ دونوں میں بڑی گہری دوستی تھی!"

رومی نے کہا۔

"جی ہاں ــــــ نہ جانے کیوں وہ مجھے اپنا حریف سمجھنے لگے ہیں!"

"حریف یا رقیب؟"

یہ کہہ کر نازلی نے ایک قہقہہ لگایا۔

رومی نے کہا۔

"لیکن نہ مجھے ان کا حریف ہونے کا شرف حاصل ہے۔ نہ رقیب بننے کا، شاعر آدمی ہیں۔ لہٰذا تخیل کی اڑان بہت اونچی ہے!"

"تو گویا میں نے صحیح رائے قائم کی ہے؟"
مسکراتے ہوئے فرمایا۔
"آخر دل کو دل سے راہ ہوتی ہے!"
جی تو چاہا، بیک بینی و دو گوش کھڑے چلتا کر دوں۔ پھر ترس آگیا۔ احمق لوگ واقعی اس قابل ہوتے ہیں کہ ان پہ ترس کھایا جائے۔ لہٰذا کسی طرح کی خفگی ظاہر کئے بغیر میں نے کہا۔
"تو کیا آپ رومی صاحب کو اپنے اور میرے راستے میں حائل سمجھتے ہیں؟"
کہنے لگے۔
"حائل! —— اجی صاحب وہ سنگِ گراں ہے ہمارے راستے میں!"
مجھے بڑی ہنسی آئی۔ لیکن میں نے ضبط سے کام لیا۔ پوچھا۔
"آخر کیوں؟ وہ بیچارے تو بڑے نیک آدمی ہیں۔ میں تو انہیں اپنا دوست سمجھتی ہوں۔ انہوں نے تو کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے آپ کے خیالات کی تصدیق ہوتی ——"
زور سے ہنس پڑے۔ پھر ارشاد فرمایا۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ　　دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

"آپ اسے نہیں جانتیں، وہ نیک بن کر ہی تو لوگوں کو اسیرِ فریب کرتا ہے
یہی دیکھ لیجئے۔ میں کالج میں داخل ہوا۔ حضرت بھی بوریہ بستر باندھ کر آ موجود ہوئے

اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اس کی نیت میں فتور ہے۔ وہ بھی وہی مقصد لے کر آیا ہے جو میرا ہے!"

اب میرے لئے ہنسی کا ضبط کرنا ناممکن ہو گیا۔ بڑی مشکل سے میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہا۔

"آپ مطمئن رہئیے ایسا نہیں ہو سکتا۔ نہ میں اتنی گری ہوئی ہوں کہ اس سے اظہار عشق شروع کر دوں۔ نہ وہ اتنے پست ہیں کہ مجھ پہ ڈورے ڈالنے لگیں۔ ہم دونوں کا ذوق یکساں ہے۔ آرٹ کے وہ بھی پرستار ہیں۔ میں بھی لہٰذا ہم دونوں میں دوستی کا رشتہ ہے اور یہ کافی ہے!"

روفی بڑی توجہ سے نازلی کی باتیں سنتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"واقعی یہ بے چارہ شخص بہت زیادہ قابل رحم ہے!"

جب یہ دونوں ٹہل کر واپس ہوئے تو شام ہو چلی تھی۔ راستے میں ایک چھوٹا سا تالاب پڑتا تھا۔ اس کی دیوار پہ ایک صاحب نوٹ بک ہاتھ میں لئے نہایت استغراق اور انہماک کے عالم بیٹھے تھے۔ نازلی نے روفی سے کہا۔

"ملاحظہ فرمائیے!"

روفی نے کہا۔

"ابھی ابھی شاعری ہو رہی ہے!"

نازلی نے پر اسرار لہجہ میں کہا۔

"آئیے ذرا خیریت پوچھتے چلیں!"

جب یہ لوگ بالکل قریب پہنچ گئے۔ تو مجروح صاحب چونکے۔ نازلی کو دیکھتے ہی بے ساختہ فرمایا۔

"ارے آپ!"

نازلی نے روفی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اور یہ بھی!"

آنکھوں سے نفرت اور حقارت کی چنگاریاں برسنے لگیں۔ روفی سے مخاطب ہوئے۔ اور اس کی طرف دیکھے بغیر نازلی سے پوچھا۔

"کہاں سے آرہی ہیں آپ؟"

وہ بولی،

"میں تو اطمینان سے بیٹھی ایک تصویر درست کر رہی تھی کہ روفی صاحب آدھمکے۔ اصرار کیا کہ چلو ذرا ٹہل آئیں۔ میں نے لاکھ لاکھ معذرت کی۔ مگر نہ مانے! ——— بڑے ضدی آدمی ہیں آپ کے یہ دوست روفی صاحب!"

روفی نے کہا۔

نہیں مس نازلی، مجروح صاحب میرے دوست نہیں ہیں!"

مجروح صاحب نے بپھر کر کہا۔

"جی ہاں نہیں ہوں، پھر؟"

نازلی نے مصالحانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

ارے آپ تو خفا ہو گئے ——— چھوڑیئے یہ باتیں۔ ضرور اس شاعرانہ ماحول میں بیٹھ کر آپ نے کوئی تازہ غزل کہی ہوگی۔ میں وہ سننا

چاہتی ہوں!"

مجروح صاحب کا چہرہ پھول کی طرح کھِل گیا۔ بیاض کا ورق الٹتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھیے!"

(۳)

"بڑی دیر تک شعر و سخن کا چرچا قائم رہا۔ مجروح تازہ بتازہ نو بنو کلام سنا
رہے۔ نازلی داد دیتی رہی ہر ہر شعر پہ پھڑک اٹھتی۔

واہ مجروح صاحب آپ آرٹسٹ بن سکیں یا نہ بن سکیں لیکن مستق
کا عظیم شاعر آپ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

مجروح صاحب نے اس داد کو دل کے کانوں سے سنا۔ مجرو

"ایک شعر سنیئے ——"

نازلی نے کہا۔

"ضرور سنائیے!"

مجروح صاحب نے فرمایا۔

میرا شعر سننے سے پہلے غالب کا شعر سن لیجئے۔

نازلی بولی۔

"جی نہیں مجھے غالب سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مجھے تو آپ کے شعر پسند ہیں۔ اپنا کلام سنائے جائیے!"

مجروح صاحب کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ فرمایا۔

"وہ بھی سن لیجئے گا۔ اصل میں غالب کا شعر سنے بغیر میرے شعر میں لطف نہیں آئے گا۔ ایک زمین، ایک ردیف، ایک قافیہ، ایک بحر، ایک مفہوم، پھر دیکھئے یہ خاکسار، استاد غالب سے کتنا اونچا اڑا ہے۔"

نازلی نے سنجیدہ بن کر کہا۔

"یہ بات ہے تو ضرور سنائیے۔"

مجروح صاحب نے فرمایا۔

غالب کہتا ہے،

کس غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہیں اہل جفا میرے بعد

بے شک شعر اچھا ہے، استادانہ ہے، خاصا بلند ہے، اب ذرا اس خاکسار کی پرواز ملاحظہ کیجئے، عرض کرتا ہوں!

حسن ہے اور نہ غم صبح و مسا میرے بعد
نہ وہ گلشن ہے نہ وہ باد صبا میرے بعد

سچ کہئے گا کیسا شعر ہے؟

نازلی کو اپنی ہنسی روکنے پر غیر معمولی قدرت تھی، کہنے لگی "جواب نہیں ہو سکتا اس شعر کا مجروح صاحب، اگر کبھی فرحت اللہ بیگ

کے مشاعرہ میں یہ شعر آپ نے غالب کے سامنے پڑھ دیا ہوتا۔ تو وہ شاعری
سے توبہ کر لیتا۔ کیوں روفی صاحب، !"
روفی نے کہا۔
"جی ہاں، یقیناً غالب شاعری سے توبہ کر لیتا۔ اور یہ حضرت کان پکڑ کر نکال
دیئے جاتے وہاں سے !"
مجروح کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کہے، نازلی
گویا ہوئی۔
"روفی صاحب یا تو آپ انتہائی بدذوق ہیں۔ یا پھر آپ کو مجروح صاحب
سے بیر ہے۔ ورنہ یہ تو ایسا شعر ہے کہ ہوسیو اندر سے بھی اس کی تعریف کرنے
پر مجبور ہو جائیں گے !"
روفی گھگھیا ہوا۔
"ورنہ لیجئے بے چارے کو خوب جی بھر کے، واقعہ یہ ہے کہ بے وقوف
ہونا بہت بڑی نعمت ہے جس بات پر خود غیرت سے کوئی عقلمند آدمی
پانی میں ڈوب سکتا ہے۔ اسی بات پر ایک بے وقوف شخص نہال ہو جاتا ہے
جیسے اسے دولت دو جہاں مل گئی !"
نازلی نے روٹھتے ہوئے کہا۔
"آپ نے موڈ بگاڑ دیا ہمارا ۔۔۔۔۔۔ واہ !"
روفی نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"میرا موڈ تو شاعر صاحب کی لنترانی سنتے ہی بگڑ گیا تھا پھر بھی میرے

دیجئے کہ اب تک چپ چاپ بیٹھا یہ تک بندی سنتا رہا! لیکن اب پیمانۂ صبر لبریز ہوچکا ہے۔ چلئے! خدا کے لئے چلئے!"

نازلی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

آئیے مجروح صاحب چلیں!"

مجروح صاحب اکڑ گئے۔

"جی! نہیں!"

نازلی نے دل لبھی کے لہجہ میں کہا۔

"اب تو رات ہو رہی ہے۔ آپ اکیلے یہاں بیٹھ کر کیا کریں گے!"

رونق تالاب کی منڈیر پر بیٹھ گیا۔

"یہ میرے ساتھ نہیں جائیں گے۔ آپ ان کے ساتھ جائیے۔ میں ذرا دیر بعد چلا آؤں گا!"

نازلی نے اپنی سحر طرازانہ نظریں مجروح صاحب کے چہرے پر جما دیں۔ پھر فرمایا۔

"کیوں مجروح صاحب واقعی یہی بات ہے!"

مجروح صاحب رونق کو یہیں چھوڑ کر نازلی کے ساتھ جانے پر تیار ہوچکے تھے۔ فرمایا۔

"آپ ہی چلیں!"

نازلی ٹھٹک گئی۔

"لیکن یہ تو بداخلاقی ہے! رونق صاحب کو بھی ہمارے ساتھ چلنا چاہیئے!"

مجروح صاحب نے جھلائے ہوئے لہجہ میں کہا۔
"ان کے پاؤں میں کچھ مہندی تو لگی نہیں ہے۔ جی چاہتا ہے تو چلیں"۔
نازلی ہنسنے لگی۔ اس نے روبی کو اصرار کر کے ساتھ لیا۔ اور تینوں گھر
کی طرف روانہ ہو گئے۔

(۹)

مجروح صاحب آرٹ کالج میں داخل ہو گئے۔ لیکن نہ انہیں اس فن سے دلچسپی تھی۔ نہ ان کا اس کا کوئی امکان تھا۔ بادل نخواستہ کلاس میں جاتے۔ دو چار ٹیڑھی میڑھی لکیریں بناتے، استاد کی ڈانٹ اور ساتھیوں کے قہقہے سنتے اور واپس چلے آتے۔ دراصل وہ نازلی سے عشق کرنے آئے تھے۔ لیکن وہ آہوئے رم خوردہ کی طرح اسیر دام ہوتی ہی نہیں تھی۔ انھوں نے سوچا اس معاملہ کو زیادہ طول دینا حماقت ہے۔ یا ادھر یا ادھر آج بہرحال نازلی سے فیصلہ کر لینا چاہیئے۔

شام کا سہانا سماں اسے بہت مرغوب تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کسی طرف ٹہلنے چلی جاتی۔ کبھی کسی سہیلی کے ساتھ، کبھی روفی کے ساتھ کبھی مس اندرے کے ساتھ اور کبھی تن تنہا۔ ادھر چند روز سے وہ شام کے ایک منظر کی تصویر کشی کر رہی تھی۔ لہٰذا بالخصوص اپنا سامان تصویر سازی ایک تھیلے میں رکھ تنہا ہی چلی جاتی مجروح

صاحب اس کے ان معمولات کی نگرانی کر رہے تھے۔ چنانچہ آج جب وہ روانہ ہوئی تو تھوڑی ہی دیر بعد یہ بھی اس کے تعاقب میں چل پڑے۔ وہ اپنی جگہ جا کر بیٹھی ہی تھی۔ کہ قسمت کے مجرم اور بلائے بے درماں کی طرح مجروح صاحب پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر وہ چونک پڑی۔

"ارے آپ!"

مجروح صاحب فرانا صاف پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"جی ہاں، میں نے سوچا، آپ سے کچھ باتیں کرنا تھیں۔ یہاں ذرا اطمینان سے گفتگو کا موقع مل جائے گا۔"

نازلی نے گفتگو کا موضوع سمجھ لیا۔ لیکن انجان بن کر پوچھا۔

کوئی خاص گفتگو کرنا چاہتے ہیں آپ؟"

مجروح صاحب اور زیادہ سنبھل کر بیٹھ گئے۔

"جی ہاں، ہے تو وہ خاص ہی بات!"

نازلی نے آمادگی کے ساتھ کہا۔

"تو پھر فرمائیے!"

مجروح صاحب نے سوال کیا۔

"مس نازلی میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میری نیازمندی کا آپ کے دل پر بھی کچھ اثر ہے؟"

وہ بولی۔

"بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ —— بہت زیادہ ——

مجروح صاحب کا حوصلہ بڑھ گیا۔

"میرا تو یہ ایمان ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے!"

نازلی نے تائید کی۔

"بے شک ——— ہونی ہی چاہئیے!"

مجروح صاحب نے فرمایا۔

"یقین کیجیے مس نازلی میں رات رات بھر نہیں سوتا۔ ساری رات اختر شماری میں کٹ جاتی ہے!"

نازلی نے متعجب ہو کر سوال کیا۔

"رات رات بھر کیوں جاگتے رہتے ہیں آپ؟"

مجروح صاحب کے خشک ہونٹوں پہ تبسم کی ایک لہر سی پیدا ہوئی۔

"بات یہ ہے کہ مس نازلی کہ جب دل بیکل ہو۔ طبیعت بے قرار ہو دماغ فکر مند ہو۔ تو نیند کیسے آسکتی ہے!"

نازلی نے بڑی ہمدردی کے ساتھ کہا۔

"بے شک نہیں آسکتی ——— لیکن آپ کی یہ حالت کیوں ہے؟ مثل مشہور ہے کہ جی ہے تو جہان ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ چھٹی لے کر باقاعدہ علاج کرا لینا چاہئیے!"

مجروح صاحب نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا۔

"علاج؟ ——— لیکن علاج بھی تو آپ ہی کر سکتی ہیں؟"

نازلی اور زیادہ انجان بن گئی۔

"میں کر سکتی ہوں؟ پھر آپ نے مجھ سے کہا کیوں نہیں - بتائیے میں کیا
خدمت کر سکتی ہوں؟ آپ کی خدمت کر سکے مجھے بڑی خوشی ہو گی!"
ایک تاثر کے عالم میں مجروح صاحب نے کہا۔
"خدمت کا موقع تو میں حاصل کرنا چاہتا ہوں ——"
نازلی نے بڑی سادگی سے مجروح صاحب کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"یعنی —— ؟"
"میں چاہتا ہوں، زندگی بھر آپ کی خدمت میں لگا رہوں - ایک پیار
کمترین کی طرح!"
نازلی سنبھل کر بیٹھ گئی - اس نے لمبی سی خوبصورت گردن اوپر اٹھائی۔
"لیکن آپ میری کیا خدمت کر سکتے ہیں؟ نہ میں بیمار ہوں نہ کسی اور خد
کی محتاج ہوں ——"
مجروح صاحب نے سوچا، اشارے کنائے سے کام نہیں چلے گا
صاف صاف کہہ دینا چاہیئے۔
"آپ میرا مطلب نہیں سمجھ سکیں شاید!"
نازلی نے ذرا اکتائے ہوئے لہجہ میں کہا۔
"مجروح صاحب میرا کام رہا جا رہا ہے، سورج ڈوب گیا - تھوڑی دیر میں ک
کر سکوں گی - آپ مختصر طور پر اپنا مطلب سمجھا دیجئے!"
مجروح پر سکتہ کی سی کیفیت طاری ہو گئی - نازلی نے پھر اکسایا - لہجہ
"آپ خاموش کیوں ہو گئے، کچھ کہئیے بھی!"

مجروح نے پھر ایک بہت گہری اور ٹھنڈی سانس لی اور بڑے اثر انگیز لہجے

میں کہا ۔

"جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے !"

نازلی تیوری چڑھا کر بولی ۔

"پھر وہی معمہ !"

مجروح نے دل شکستگی کی کیفیت اپنے اوپر طاری کر لی ، پھر کہا ۔

"کیا اب تک آپ نہیں سمجھ سکیں ۔ کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں !"

نازلی نے بے پروائی سے کہا ۔

"ہاں واقعی میں نے آپ کی بات پہ غور نہیں کیا تھا ۔ لیکن محبت کوئی

بری چیز تو نہیں ہے ۔ اگر آپ محبت کرتے ہیں تو اتنے پریشان کیوں ہیں ؟

رات رات بھر جاگنے اور اختر شماری کی کیا ضرورت ہے ؟"

مجروح نے ایک اور لمبی سی سانس لے کر کہا ۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ محبت نہیں کرتیں ۔ ورنہ اتنے بے دردانہ

سوالات ہرگز نہ کرتیں !"

نازلی نے کہا ۔

یہ بھی ٹھیک ہے ، میں واقعی محبت نہیں کرتی ۔ آج تک کسی سے نہیں

کی آئندہ کے لئے کہہ نہیں سکتی ۔ لیکن میرے محبت نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے ؟ میرے

محبت نہ کرنے کا اثر آپ کی محبت پہ کیا پڑ سکتا ہے ؟ ۔۔۔۔ کیا محبت کو جواب

میں ضرور محبت ہی ملنی چاہیئے ؟ مجھے آپ کی محبت پر اعتراض نہیں ہے ۔ آپ

آپ کا غم دور ہو جائے گا؟ --- آپ کی خاطر سے میں جھوٹ بھی بول سکتی ہوں!"

بے ساختہ مجروح صاحب نے سوال کیا۔

"یعنی اگر آپ نے محبت کا اقرار کیا تو وہ جھوٹ ہوگا؟"

نازلی نے اپنا سامان سمیٹتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے!"

مجروح نے ایک سوال اور کیا۔

"اچھا یہ بتائیے اگر رونی صاحب آپ کے پاس پیام محبت لے کر آتے تو کیا انہیں اسی طرح آپ ٹھکرا دیتیں جس طرح مجھے ٹھکرا دیا ہے؟"

نازلی نے جواب دیا

"مجھے امید نہیں کہ وہ ایسی حماقت کبھی کریں گے!"

"گویا میں نے حماقت کی؟ میں حماقت کر رہا ہوں!؟"

نازلی ابھی کوئی جواب نہ دے پائی تھی کہ مس اندرے اور کالج کی چند دوسری لڑکیوں کی ایک ٹولی پہنچ گئی۔ انہوں نے آتے ہی نازلی کو گھیر لیا۔ مس اندرے نے کہا۔

"ہم سب سینما جا رہے ہیں، کتنی دیر ہو گئی تمہیں تلاش کرتے!"

نازلی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو بھئی چلو!"

نازلی سب کے ساتھ چلی گئی۔ مجروح صاحب صورت تصویر وہیں کھڑے رہے۔ جیسے زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہوں!

میرے محبت نہ کرنے پہ کبھی معترض ہوں؟"

عجیب و غریب باتیں سن کر مجروح صاحب کے اوسان خطا ہو گئے۔ انہوں نے بڑی بے چارگی اور بے بسی کے عالم میں کہا۔

"مجھ کو محبت سے فائدہ کیا؟"

نازلی نے پوچھا۔

"کیا محبت کوئی کاروبار ہے جس میں فائدے اور نقصان کی میزان دیکھی جاتی ہے؟"

ایسے چبھتے ہوئے سوالات کی تاب مجروح صاحب نہ لا سکے۔ انہوں نے کہا۔

"آپ کی ان باتوں کا جواب میرے پاس نہیں!"

نازلی ہنسنے لگی۔

"آپ تو خفا ہو گئے!"

مجروح صاحب نے فرمایا۔

"نہیں صاحب خفا ہو کر آپ کا کیا بگاڑ لوں گا۔ بات یہ ہے کہ م

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
کیا کسی کا گلہ کرے کوئی!

میں بڑی توقعات لے کر آیا تھا۔ لیکن محروم، مغموم اور مایوس واپ جا رہا ہوں!"

نازلی نے سوال کیا۔

"اگر میں کہہ دوں کہ مجھے آپ سے محبت ہے، تو آپ خوش ہو جائیں

"ممکن نہیں، قطعاً ہے !"

"لیکن اگر آپ نہ بتانا چاہیں تو اس کے دریافت کرنے پر مجھے اصرار نہیں ہے !"

"نہ کیسے بتانا چاہوں، ضرور بتاؤں گا !"

"تو فرمائیے پھر !"

"میں وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع کرنا نہیں چاہتا اور آپ کی یہ کیفیت ہے کہ بعض وقت تو مجھے شبہ ہونے لگتا ہے - سرے سے آپ کے دل میں وقت کی قدر ہے بھی یا نہیں ۔

"واہ کیسے نہیں ہے !"

"ہرگز نہیں ہے !"

"ضرور ہے !"

"کس طرح مان لوں ؟"

"آپ کے نہ ماننے سے حقیقت تو نہیں بدل سکتی !"

"اب دیکھیے آج ہی آپ نے کتنا وقت ضائع کر چکی ہیں !"

"ایک منٹ بھی نہیں !"

"دو گھنٹے سے میں یہاں بیٹھا ہوں بتائیے کتنا کام کر لیا میں سنے ؟"

"یہ تو آپ ہی بتا سکتے ہیں !"

"ذرا بھی نہیں !"

"لیکن اس میں میری کیا خطا ہے ؟"

(۵)

"دیکھئے مس نازلی آپ کی یہ حرکتیں بڑی تکلیف دہ ہیں"

"لیکن ہوا کیا ؟"

"آپ میرا بے انتہا وقت ضائع کر چکی ہیں !"

"صرف آپ کا اپنا نہیں ؟"

"میرے اور آپ کے خیالات میں بڑی یکسانیت ہے۔ ہم دونوں کے سوچنے کا طریقہ بھی تقریباً یکساں ہے۔ نظریات، تصورات میں بھی بڑی حد تک یکسانیت ہے۔ محبت کے مسئلہ پہ سنجیدگی سے نہ آپ نے کبھی غور کیا نہ میں نے، محبت کی ضرورت اب تک نہ میری سمجھ میں آئی اور نہ آپ کی فن اور آرٹ سے عشق کی حد تک دلچسپی اور شغف آپ کو بھی ہے اور مجھے بھی۔ لیکن مجھ میں اور آپ میں ایک بہت اہم اور بہت بڑا فرق ہے !"

"ممکن ہے، پھر !"

"تو پھر میری خطا ہے ؟"

"میں تو آپ کے حکم کی پابند بنی بیٹھی ہوں !"

"جی ہاں آپ میرے حکم کی پابند بنی بیٹھی ہیں" پھر کہنے لگا۔

"بس صرف اتنا ہے کہ کبھی یک بیک آنکھ کھڑکی پر جا ٹکتی ہیں، کبھی گلہری کی نقل و حرکت دیکھنے میں منہمک ہو جاتی ہیں کبھی چیونٹیوں کے قافلوں کو جو نہ جانے کہاں سے آ رہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں - فقرہ و تبصرہ شروع کر دیتی ہیں کبھی آپ کو مجروح صاحب کی باتیں یاد آ جاتی ہیں - اور یک بیک خندہ دندان کا سلسلہ شروع کر دیتی ہیں - کبھی اردو کا کوئی شعر یاد آ جاتا ہے اور اس پہ لے دے شروع ہو جاتی ہے - بس ان وقفوں کو خارج کر دیا جائے تو بے شک میرے حکم کی پابند بنی بیٹھی رہتی ہیں جس کا شکریہ ادا کرنے پہ میں مجبور ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اپنا بد قسمتی پہ بھی !"

"بد قسمتی ؟ آپ کی ؟ ——— یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ ؟"

"غور تو کیجئے مس نازلی ، کتنے عرصے سے آپ کی خوشامد کر رہا ہوں کہ چند روز تک زیادہ نہیں ، دو دن میں ایک گھنٹہ مجھے دے دیا کیجئے خاموشی سے بیٹھی رہیے - ذرا بھی جنبش نہ کیجئے جس پوز میں میں بٹھاؤں بس اسی پوز کو قائم رکھئے صرف ہفتہ دو ہفتہ میں میرا کام ختم ہو جائے گا - اور میں اپنا شاہکار تیار کر لوں گا !"

"اچھا کل سہی !"

"یہ تو آپ ہر دفعہ کہتی ہیں !"

"بات یہ ہے کہ ایک ہی پوز میں بے حس و حرکت ایک گھنٹہ تک بیٹھا رہنا میری فطرت کے خلاف ہے۔ کیوں نہ آپ آدھ گھنٹہ رکھیں اس طرح بلا سے چند دن زیادہ لگ جائیں۔ آدھ گھنٹہ کی مدت تو اتنی ہے کہ میں کسی نہ کسی طرح ضبط کر کے بیٹھی رہوں گی اس سے زیادہ ناممکن ہے!"

"چلئے یہی سہی!"

"لیکن ایک بات تو بتائیے!"

"فرمائیے!"

"سوال یہ ہے کہ آپ کے شاہکار کا موضوع میں ہی کیوں منتخب ہوئی؟"

"آپ کا مطلب کیا ہے مس نازلی؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ کیوں نہ آپ مس انارہ سے، مس نوشابہ، مس سارہ، مس کلثوم وغیرہ ہی سے کسی کو اپنے شاہکار کا موضوع بنائیں۔ آپ کے شاہکار کی بنا صرف ان نقوش پر ہوگی جو آپ بنائیں گے اور جو بالکل نقش مطابق اصل ہوں گے نہ کہ کسی خاص چہرے پر، کسی خاص صورت پر؟"

"اصولی اعتبار سے آپ کی بات بالکل درست ہے!"

"لیکن غیر اصولی یہ بالکل غلط ہے؟"

"جی ہاں یوں ہی سمجھ لیجئے!"

"لیکن آپ کچھ سمجھائیں گے تو میں خود بخود کیسے سمجھ لوں؟"

"اچھا تو میرے ایک سوال کا جواب دیجئے!"

"ضرور جواب دوں گی فرمائیے!"

آپ بالکل میری ترجمانی کر رہے ہیں!"

"آپ ہی کی نہیں بلکہ ہر آرٹسٹ کی!" پھر گویا ہوا۔"

——— کیا اب بھی ضرورت ہے کہ میں آپ کے سوال کا جواب دوں؟ یہ بتاؤں کہ مس اندرے، مس نوشابہ، مس سارہ اور مس کلثوم وغیرہ کو میں اپنا ماڈل کیوں نہیں بنا سکتا!"

" (ہنستے ہوئے) شاید یہ آپ کا خیال ہے کہ آپ نے مجھے لاجواب کر دیا؟"

"جی نہیں میرا یہ خیال نہیں ہے!"

"حالانکہ میں لاجواب ہو چکی ہوں؟"

"پھر میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں!"

نازلی اور روفی کا ایک مشترک قہقہہ فضا میں گونج کر رہ گیا۔

روفی نے جب پہلی مرتبہ نازلی کو دیکھا تھا، اسی وقت اس نے محسوس کیا کہ یہ لڑکی اپنے خدوخال، نقش و نگار، اور قد و قامت کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ اسے قلمی نقوش کے سانچہ میں ڈھال لیا جائے۔ پھر جب موسیو اندرے نے اسے آرٹ کالج میں داخل کیا تو جہاں فن کی لگن نے اسے یہ پیشکش قبول کرنے پر آمادہ کیا تھا وہاں ذہن کے ایک گوشہ میں یہ خیال بھی موجود تھا کہ وہ نازلی کو اپنے نقوش کے سانچہ میں اب آسانی سے ڈھال سکے گا۔ نہ جانے کیوں اس کے دل کو یقین تھا کہ یہ نقش آرائی میرا شاہکار ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ کالج میں داخلہ لینے کے بعد کچھ روز تک تو وہ خاموش رہا لیکن

"آپ کی بنائی ہوئی تصاویر میں بھکارن کیسی تصویر ہے؟"

"بہت اچھی —— میں تو اسے اپنا شاہکار سمجھتی ہوں۔ لیکن اس سوال سے مطلب کیا ہے آپ کا؟"

"یہ تصویر صرف تخیل ہے یا واقعی! —— میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ذہن نے اپنے صحیح مطالعہ کی بنا پر ایک بھکارن کی تخلیق کی اور آپ کے قلم نے اسے اپنے نقوش میں تیار کر دیا یا واقعی کوئی ایسی بھکارن آپ کی نظر سے گزری تھی جسے آپ فراموش نہ کر سکیں۔ اور آپ کے عمیق قلبی تاثرات اس تصویر کی صورت میں اجاگر ہو گئے!"

"آپ صحیح سمجھے واقعی میں ایک بھکارن کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئی تھی اور اس تاثر کا نتیجہ یہ تصویر ہے!"

"ٹھیک —— اب ایک اور سوال کا جواب دیجئے۔ کیا آپ تصور کی مدد سے ذہنی طور پر کوئی ایسا خاکہ بنا سکتی ہیں جو اس بھکارن جیسا ہو یا اس سے بہتر ہو؟"

"ہرگز نہیں!"

"میرا خیال تھا آپ یہی جواب دیں گی"

"لیکن کیوں؟"

"اس لئے کہ نقاش یا مصور جب تک کسی چیز سے متاثر ہو کر اس کے تاثرات میں ڈوب نہ جائے اس وقت تک اس کے فن میں زندگی اور جمال نہیں نظر آ سکتی!"

پھر اس نے فرمائش کا لگاتار سلسلہ شروع کر دیا۔

شروع شروع میں تو نازلی نے اس فرمائش کو خوشامد اور تملق پر محمول کیا

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لئے ہم مصوری

تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے

لیکن جیسے جیسے وہ روفی کے مزاج، طبیعت کردار اور سیرت و شخصیت سے آشنا ہوتی گئی ویسے ویسے وہ اپنے دل میں اس کی عزت اور احترام محسوس کرنے لگی۔

روفی نے آج تک اس سے اظہار محبت نہیں کیا تھا یا کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جس سے یہ شبہ ہوتا کہ وہ اظہار محبت کے لئے پر تول رہا ہے وہ اس سے بہت زیادہ اخلاق و تپاک اور گرم جوشی سے ملتا تھا۔ اس کی مجلسوں میں شریک رہتا تھا۔ کئی مرتبہ اس کے ساتھ سنیما جانے کا اتفاق ہوا۔ بارہا تنہائی میں مل بیٹھنے کے مواقع میسر آئے لیکن نہ اس کی آنکھوں میں اس نے کبھی کسی جذبہ کی جھلک دیکھی۔ نہ اس کی باتوں میں کوئی غیر معمولی بات نظر آئی وہ عاشق مزاج مردوں سے بہت گھبراتی تھی۔ دل پھینک لوگوں سے اسے سخت نفرت تھی۔ اس طرح کے آدمیوں میں صرف اس نے مجرد کو منہ لگایا تھا۔ بلکہ اس کی حوصلہ افزائی تک کی تھی۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ طور پر وہ عشق کا سوانگ رچا سکے۔ اسی لئے کہ مجرد ح کے وجود میں ایک ایسی بے وقوف سادہ لوح، بر خود غلط لیکن دلچسپ شخصیت نظر آئی تھی جس سے وہ دلچسپی لینے پر مجبور تھی باقی اس کے علاوہ اس سے

نہ کسی کو منہ لگایا تھا نہ حوصلہ افزائی کی تھی ہاں روفی ایک شخص ضرور تھا کہ اگر اس
کی طرف سے پیش قدمی ہوتی تو شاید اسے رد نہ کر سکتی اس لئے کہ مجموعی حیثیت
سے اس کے صفات نے اسے بہت زیادہ متاثر کیا تھا۔ لیکن روفی کی
طرف سے اس طرح کی کوئی پیش کش نہیں ہوئی اس چیز نے اور زیادہ نازلی
کو متاثر کیا اور وہ اس کی عزت کرنے لگی دونوں میں کافی بے تکلفانہ مراسم
قائم ہو چکے تھے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ دونوں ہم نوالہ ہم پیالہ بن گئے تھے تو ذرا
بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود دونوں میں یہ روابط مخلصانہ دوستی کی حدود
سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ اور نہ بظاہر آگے چل کر اس کا کوئی امکان تھا۔ یہی
وجہ تھی کہ وہ نہایت سرور و سکون کے ساتھ روفی سے ملتی تھی اور جو وقت
اس کے ساتھ صرف ہوتا تھا اسے مایۂ نشاط و طرب خیال کرتی تھی۔
آج روفی نے اسے ماڈل بنانے کے سلسلے میں جو دلائل پیش کئے
تھے اور جس طرح اس پر جرح کرتے ہوئے تابڑ توڑ سوالات کی بوچھاڑ
کر دی تھی۔ زیادہ غور کرنے سے اس میں کچھ جھلک سی نظر آتی تھی محبت کی
لیکن یہ خیال زیادہ دیر تک قائم نہیں رہا۔ کیونکہ نازلی نے روفی کے چہرے
اور گفتگو سے اندازہ کر لیا تھا کہ ان الفاظ کا وہی مطلب ہے جو ظاہری طور
پر نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں۔ وہ خود چونکہ ابھی تک
طبیعت کی کیفیت سے نابلد تھی اس لئے اسے کوئی مایوسی نہیں ہوئی
اس وقت وہ جس منزل سے گزر رہی تھی وہ یہ تھی کہ اگر کوئی مرغوب صفات
رکھنے والا شخص پیش قدمی کرتا تو وہ اس پر غور کرنے کے بعد شاید اسے قبول

لیکن دو تیسرے روز میرے کمرے میں تشریف لائے اور کریون اے کی پچاس سگرٹوں کا ڈبہ لا کر میرے سامنے رکھ دیا میں نے پوچھا۔

"یہ کیا ہے؟"

کہنے لگے۔

"بڑی مشکل سے ملے ہیں دس روپے لے لئے کمبخت نے!"

میں نے سوال کیا۔

"لیکن انہیں یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

ڈبہ کھولا ایک سگریٹ نکالا میرے ہونٹوں میں دے دیا پھر ماچس سلگائی مجبوراً مجھے استعمال کرنا پڑا۔ اب خوش ہو گئے۔ کہنے لگے۔

"میں نے پانچ ڈبوں کی فرمائش اور کر دی ہے"

میں نے کہا۔

"بے شک یہ میرا مرغوب ترین سگرٹ ہے لیکن گھر پھونک تماشہ دیکھنے کا میں قائل نہیں!"

بالکل بچوں کی طرح مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔

"تو کیا میں تم سے دام مانگ رہا ہوں؟"

میں نے کہا۔

"آخر اس کرم بے حساب کا کوئی سبب بھی تو ہو گا؟"

سینہ سے لپٹ گئے اور اس طرح فرمایا جیسے مدت دراز کے بعد ملاقات ہوئی ہے۔

کرنے پر تیار ہو جاتی لیکن خود اس کے دل میں لہریں اُٹھ رہی تھیں، ہلچل
ہو ایسی بات نہیں تھی۔
پیانو بجا رہی تھی پھر بلکہ وہ اٹھ رہا ہو ایسی بات نہیں تھی۔
رہی جب تک اپنی نقاشی اور تصویر کشی کا سامان سمیٹتا رہا نازلی بیٹھی
سوچتی رہی جب اپنے کام سے وہ فارغ ہو گیا تو اس نے کہا۔

"پھر اب چلیں؟"

وہ اُٹھتی ہوئی بولی۔

"ہاں چلئے ــــ لیکن تالاب کی طرف سے!"

"یہ کیوں؟"

"مجھے وہاں کا منظر بڑا پسند ہے، تھوڑی دیر بیٹھیں گے۔"

"بہت بہتر چلئے ــــ لیکن اگر وہاں مجروح صاحب مل گئے اور

"پھر کیا، اگر وہ مل گئے تو اور لطف رہے گا ان کے ہنگل شعر سنیں گے

اور جی بھر کے داد دیں گے۔" (چلتے ہوئے) ہاں یہ تو بتائیے آپ کا ان

کا کھنچاؤ اب تک قائم ہے یا ختم ہو گیا؟"

"عجیب سودائی آدمی ہے کبھی خود بخود کھنچ جاتا ہے۔ کبھی خوشامدیں

کرنے لگتا ہے۔ اس روز ایسی خوفناک نظروں سے مجھے گھور رہا تھا

ہوتا تھا کھا جائے گا اور جب میں نے کھری کھری سنائیں تو جب ہو

غصے سے سارا تن بدن کانپ رہا تھا ــــ"

"ہاں میں دیکھ رہی تھی بڑی مشکل سے میں نے اپنی ہنسی ضبط

"ہونہہ!"

(۶)

کلثوم، نوشابہ، یاسمین، مس اندرسے اور نازلی سب، مل کر پکچر ہاؤس پہنچیں، فلم بڑی دلچسپ اور اثر انگیز تھی۔ واپس آنے کے بعد کھانے کی میز پہ بڑی دیر تک اس پہ تبصرہ ہوتا رہا۔

کلثوم نے کہا۔

"یہ فلم مدتوں یاد رہے گی!"

نوشابہ نے تائید کی۔

"ہاں بھئی ہمارا تو جی چاہتا ہے۔ ایک مرتبہ پھر دیکھیں!"

یاسمین نے منہ بنا کر کہا۔

"اتنی اچھی بھی نہیں تھی!"

مس اندرسے بولیں۔

"فلم اچھی تھی یا بری، یہ دوسری بحث ہے۔ سوال یہ ہے کہ گانے اتنے

اے دوست کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

اس بے موقع شعر خوانی پہ مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی مجھے
اور زیادہ نہال ہو گئے پھر گلوگیر آواز میں کہا۔

"روفی تم مجھ سے خفا تو نہیں ہو؟"

میں نے جواب دیا۔

"احمق سے صرف احمق ہی خفا ہو سکتا ہے"

وہ زوردار قہقہہ لگایا ہے کہ چھت ہل گئی — !"

بجائے تماشہ کھتی ہوں !"

کلثوم نے چٹکی لی۔

"اسی وقت تک، جب تک خود اسی مرض میں مبتلا نہیں ہوئیں !"

نازلی نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو مگر ——— اب تو آرام سے گزرتی ہے!"

مس اندرے نے کہا۔

"لیکن نازلی تم جیسی حسین وجمیل لڑکی جس کے روئے زیبا کا نظارہ چاند جھک جھک کر کرتا ہے، عشق کے کوچہ سے اتنی ناواقف ؟ ——— حیرت ہے!"

نازلی ہنستی ہوئی بولی۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ جو مرض تمہیں ہے۔ چاہتی ہو سب کو ہو جائے ——— نا بابا میں تو اس کے لئے تیار نہیں ہوں !"

مس اندرے نے ایک کیف کے عالم میں کہا۔

عشق اور محبت کے بغیر زندگی کوئی زندگی ہے ؟"

نازلی بولی۔

"ابھی تک تو ہے، آگے کی خبر نہیں !"

کلثوم نے عارفانہ لہجہ میں کہا۔

"لیکن ایک بات سن لو، جب کبھی بھی تم اس مرض میں مبتلا ہوئیں۔ ہم سب کو کہیں پیچھے چھوڑ کر بہت آگے نکل جاؤ گی !"

یاسمین نے یقین کی کیفیت اپنے اوپر طاری کرتے ہوئے کہا۔

بے موقعہ کیوں گوائے جاتے ہیں؟ کیا ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں اسی طرح
ہر موقع پر ناچنا گانا شروع کر دیتے ہیں؟ —— فلم زندگی سے جتنی قریب
ہو گی - اتنی ہی دلچسپ ہو گی - اتنی اثر انگیز ہو گی "

نازلی اب تک خاموش تھی - کلثوم نے کہا -

" تم بھی تو کچھ کہو!"

وہ بولی

" مجھے جس چیز سے چڑ ہے - وہ فوری عشق سے ہے - فلم کے پردے
پر جتنا ناگہانی عشق ہوتا ہے - اور جس طرح بغیر کسی میل جول، آشناسائی اور راہ و
رسم کے محبت کے پینگ بڑھنے لگتے ہیں - یہ بات میری سمجھ میں تو آتی نہیں
معلوم ہوتا ہے ہیرو اور ہیروئن یہ طے کر کے گھر سے نکلتے ہیں - کہ بغیر عشق کے
گھر واپس نہیں آئیں گے - چنانچہ جیسے ہی مڈبھیڑ ہوئی - عشق شروع کر دیا -
عشق ہماری اصلی زندگی سے کوئی مطابقت رکھتا ہے؟"

مس اندرے نے تائید کی -

" ہاں نازلی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو تم!"

یاسمین گویا ہوئی -

" بھئی عشق کے بارے میں کوئی اصولی کام نہیں دے سکتا
عشق پر زور نہیں —— "

نازلی نے بے پروائی سے کہا -

" ہوتا ہوگا - مگر اپنی سمجھ میں تو خاک نہیں آیا - میں تو اسے عشق

"ہاں ایسا ہوتا ہے!"

نازلی نے پوچھا۔

"تمہیں کیسے معلوم؟"

وہ بولی۔

"ہمارے محلہ میں ایک لڑکی رہتی تھی۔ وہ عشق و محبت کا ہمیشہ مذاق اڑایا کرتی تھی۔ لیکن کچھ دن ہوئے اپنے ایک پڑوسی کی محبت میں ایسی مبتلا ہوئیں۔ کہ اس کے ساتھ فرار ہو گئیں!"

نازلی نے روکھا سا منہ بنا کر کہا۔

اسے محبت نہیں کہتے!"

یاسمین نے سوال کیا۔

"پھر کسے کہتے ہیں؟"

نازلی نے جواب دیا

"محبت کو!"

سب کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

نوشابہ نے پھر اسی موضوع کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ کمبخت محبت تو بڑی ظالم ہے!"

نازلی نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھئی اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا۔ کہ گھر سے بھگا دیتی ہے۔ فرار کی طرف راہ نمائی کر دیتی ہے!"

یاسمین نے ٹوکا۔

"زیادہ بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بناؤ۔ جب پڑے گی۔ تو ساری قدر و عافیت معلوم ہو جائے گی۔ اونٹ جب تک پہاڑ کے نیچے نہیں آتا۔ سمجھتا ہے مجھ سے بڑا کوئی نہیں!"

نازلی نے ذرا چھیڑتے ہوئے کہا

"محبت کے اتنے اور ایسے ایسے، یعنی تم جیسے قدردان موجود ہیں ہمارے ہوسٹل میں، لیکن کتنی بدقسمتی اور افسوس کی بات ہے کہ ایک فرہاد وقت اور مجنوں دوراں ہمارے کالج میں اتنے دن سے موجود ہے لیکن اسے نہ آج تک کوئی شیریں مل سکی نہ لیلیٰ۔!"

مس اندرسے نے اشتیاق کے ساتھ پوچھا۔

"وہ کون ہے؟"

نازلی نے بتایا۔

"محمود رج صاحب!"

مس اندرسے نے کہا۔

"وہ تو ہمیں بھی گھورتا ہے!"

یاسمین کو بھی شکایت کا موقع مل گیا۔

"بڑا بدنظر ہے، جی چاہتا ہے دیدے پھوڑ دوں!"

نوشابہ نے بتایا۔

"جب بھی اس کی طرف نظر اٹھتی ہے۔ تو اپنی طرف اسے تکتا پاتی ہوں۔"

"کیا کہا؟ ——— کیا عشق مختلف چیزوں سے بھی ہو سکتا ہے؟"

نازلی نے جواب دیا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ ——— فرض کیجئے، ایک شخص کو گورا رنگ پسند ہے بادام کی سی بڑی بڑی آنکھیں مرغوب ہیں۔ لمبے لمبے گیسو بھاتے ہیں، اور پستہ قد اچھا لگتا ہے۔ وہ اگر مس اینڈریو کے گورے رنگ، پر کلثوم کی چشم میگوں پر، نوشابہ کی کاکل پیچاں پر، اور یاسمین کی کشیدہ قامت پر اُلجھ جاتا ہے۔ تو کون سا جرم کرتا ہے؟ ہم میں جو چیز پسند کے لائق ہو گی۔ وہی پسند کی جائے گی۔ بیچارے مجروح صاحب نے یہی تو کیا ہے اور کیا کیا ہے؟ ——— ڈاکہ تو نہیں ڈالا، چوری تو نہیں کی ہے۔"

نوشابہ نے چٹکی لی۔

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ تمہاری کسی بات پہ ہزار جان سے مجروح صاحب فریفتہ ہوں، پھر؟"

نازلی نے جھٹ سے جواب دیا۔

"تو پھر کیا؟ ——— اگر میری کسی بات پر وہ ہزار جان سے فریفتہ ہیں، تو میں اپنے آپ کو قابل مبارکباد سمجھوں گی، اور ان کا شکریہ ادا کروں گی!"

مس اینڈریو نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"تم سے کوئی نہیں جیت سکتا ——— اٹھو چلیں اب رات کافی ہو گئی ہے!"

کلثوم کو بھی موقعہ مل گیا۔
"نہ جانے ایسے ذاتِ شریف کالج میں داخل کیوں کر ہو جاتے ہیں؟
میں تو موسیو ناصر سے اس کی شکایت کرنے والی ہوں۔ آنا جانا اور نکلنا بیٹھنا
مشکل کر دیا ہے۔ اس شخص کی گستاخ نگاہی نے!"

نازلی بولی۔
"حد ہو گئی تم لوگوں کی ناقدری کی، جو شخص اتنا بڑا دل رکھتا ہو کہ بیک
وقت پانچ چھ لڑکیوں سے عشق کر سکتا ہے۔ اس کی تو پوجا کرنی چاہیئے، اور
بیچارے کو مطعون کیا جا رہا ہے۔ اگر اسی طرح تم سب نے حوصلہ شکنی کی،
تو وہ کس پر آخر عشق کرے گا؟"
یاسمین نے جل کر کہا۔
"یہ عشق ہے؟"
نازلی نے پوچھا
"پھر کیا ہے؟"
نورشاہد نے جواب دیا۔
"بوالہوسی، عشق ایک ہی ہستی سے ہو سکتا ہے۔ یوں تو نہیں ہو سکتا کہ
جسے نک سک سے درست دیکھ لیا، اسی پہ مر مٹے!"
نازلی بحث کرنے کے انداز میں گویا ہوئی۔
"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ عشق مختلف چیزدل سے ہو؟"
حس اندر سے چونک پڑی۔

"کیا اسی وقت؟"

نازلی نے اس کی برہمی سے لطف لیتے ہوئے کہا۔

"آپ نہیں جانتے رونی صاحب، بڑی اہم باتیں کرنی ہیں مجھے مجروح صاحب سے!"

وہیں ایک درخت کے نیچے رونی بیٹھ گیا۔

"بہت بہتر، فارغ ہو لیجئے اس کام سے بھی!"

مجروح صاحب بھی خوش خوش بیٹھ گئے۔

"فرمائیے!"

نازلی نے کہا۔

آپ ایک سے زائد بار مجھ سے اظہارِ محبت کر چکے ہیں!"

یہ فصیح و بلیغ اور صاف و شفاف جملہ سنکر مجروح صاحب کا رنگ فق ہو گیا۔ کوئی جواب نہ بن پڑا۔ خاموش بیٹھے رہے۔

نازلی نے پوچھا۔

"بتائیے مجروح صاحب، میں غلط تو نہیں کہتی؟"

آخر مجروح صاحب کو بولنا پڑا۔

"نہیں!"

نازلی نے کہا۔

مجھے آپ کے دعوے کا یقین ہو چلا تھا۔ اور میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ میں بھی محبت شروع کر دوں گی آپ سے ـــ

(۷)

دوسرے روز نازلی، روشی کے ساتھ پیرا ماڈل بننے کے لئے جارہی تھی کہ راستہ میں مجروح سے مڈبھیڑ ہوگئی۔

روشی نے چپکے سے کہا۔

"بس آج کا دن بھی گیا۔ یہ کمبخت سایہ کی طرح ساتھ رہے گا۔!"

نازلی نے روشی کو کوئی جواب نہیں دیا۔ مجروح سے کہا۔

"میں تو آپ کو تلاش کررہی تھی۔ بڑی دیر سے!"

پھول کی طرح یہ سن کر کھل گئے۔

"کیوں! خیریت؟"

نازلی نے قدم بڑھاتے ہوئے چلتے چلتے کہا

"کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں آپ سے!"

روشی جل ہی تو گیا۔

مجروح کا چہرہ دمکنے لگا ۔ نازلی نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے
"لیکن کل رات کو آپ کے بارے میں جو تازہ ترین اور معتبر
معلومات حاصل ہوئی ہیں، ان کی روشنی میں آپ کو ملامت کرنے پر
جذبۂ محبت واپس لینے پر اپنے آپ کو مجبور پاتی ہوں!"

مجروح صاحب میں نیا ولولہ پیدا ہو گیا۔

"کیوں مس نازلی؟"

نازلی نے کہا۔

"کل مس اندرسے نے مجھے بتایا کہ آپ میری طرح انہیں بھی گھورتے
رہتے ہیں ـــــــ"

مجروح صاحب نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن آواز حلق میں اٹک کر رہ

نازلی نے کہا۔

"اور کلثوم کہہ رہی تھی کہ آپ ہر وقت اسے تکا کرتے ہیں، کہتی
تھی چاہتا ہے دیدے نچوڑ دوں اس مردوے کے!"

روفی نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔ مجروح صاحب نے جواب
دینے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔ آواز حلق کے شکنجہ میں اس طرح پھنس
گئی تھی کہ نکلنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ نازلی نے ایک چوٹ اور لگائی
"اور فوقشاں کہہ رہی تھی کہ جب اس کی نظر آپ پر پڑتی ہے۔ وہ آپ
کو ٹکٹکی لگائے ہوئے پاتی ہے! اپنے چہرے پر!"

مجروح صاحب دل ہی دل میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے

بہت کچھ کہنا چاہتے تھے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ان الزامات کے جواب میں کیا کہیں۔ نازلی نے ایک بھرپور وار پھر کیا۔

اور یاسمین کہہ رہی تھی کہ آپ کی گستاخ نگاہی نے اس کا آنا جانا اور نکلنا بیٹھنا دشوار کر دیا ہے۔ وہ تو ڈیوا اندر سے آپ کی شکایت کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے لیکن ان حرکتوں کے باوجود آپ کو مجھ سے بھی محبت کا دعوے ہے؟"

اتنی دیر میں مجروح صاحب کا دماغ کام کرنے لگا تھا۔

"اور آپ نے ان باتوں کا یقین کر لیا؟"

نازلی پوچھا۔

"تو یہ سب جھوٹ ہے؟"

مجروح نے جواب دیا۔

"اور کیا یہ سچ ہے؟ مس ناز جب اگر مجھے دیکھ کر مسکرا دیں گی تو میں اپنی آنکھیں کس طرح پھوڑ لوں؟ مس کلثوم خود مجھے تکتی رہتی ہیں اخلاقاً میں بھی مجبوراً کبھی نگاہ غلط انداز ڈال لیتا ہوں ـــــ"

نازلی ہنستے ہنستے لوٹ گیا، اس نے کہا۔

"اخلاقاً نگاہ غلط انداز ڈالنے کا سوال نہیں کمال کر دیا بھئی مجروح تم نے!"

لیکن مجروح صاحب اپنی صفائی دینے پر تلے ہوئے تھے۔

مس یاسمین اور مس نوشابہ کو ہو سکتا ہے کہ غلط فہمی ہوئی ہو۔ اور یہ

(۸)

موسیو اندرے اکثر طلباء اور طالبات کی مختلف ٹولیوں کو اپنے ہاں چائے پر مدعو کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح ذاتی رابطہ بھی قائم رہتا تھا اور براہ راست ہر طالب علم کی فنی استعداد کا اندازہ بھی ہوتا رہتا تھا۔ اور باتوں باتوں میں وہ بڑے قیمتی فنی نکتے بھی سمجھا دیا کرتے تھے۔ طلباء بے چینی اور اشتیاق کے ساتھ انتظار کیا کرتے تھے کہ وہ مبارک دن کب آئے گا جب موسیو یاد کریں گے؟

آج موسیو اندرے نے جس پارٹی کو اپنے ہاں چائے پر مدعو کیا تھا اس میں روفی، جمیل، احسن اور مجروح لڑکوں میں، اور لڑکیوں میں نازلی، کلثوم، یاسمین اور نوشابہ شامل تھیں۔ مس اندرے تو گویا میزبان تھیں۔

مجروح صاحب کے لئے یہ بڑا کٹھن وقت تھا۔ نازلی کو بیشک وہ چاہتے تھے لیکن نازلی کے علاوہ بھی کئی لڑکیوں سے عشق کی حماقت انہیں

بھی ممکن ہے کہ یہ کوئی سازش ہو میرے خلاف!"

نازلی نے سوال کیا۔

"آپ کے خلاف سازش کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟"

مجروح صاحب نے فرمایا۔

"مایوسی، ناکامی، رقابت، حسد، جلن ——"

نازلی اس سے زیادہ نہ سن سکی۔

"میں بالکل نہیں سمجھی!"

روشنی نے سمجھایا۔

مجروح صاحب کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ کسی کو منہ نہیں لگاتے اس لئے

یہ لڑکیاں انہیں بدنام کرنے پر تل گئی ہیں!"

نازلی نے مجروح کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"کیوں مجروح صاحب؟"

انہوں نے جواب دیا

"بالکل یہی بات ہے، لیکن میں مال مفت نہیں ہوں، کہ ہر کسی کے

ہاتھ آجاؤں!"

"نازلی اب تک ضبط سے کام لے رہی تھی لیکن اس مرتبہ جو ہنسی آئی تو

پچھلا سارا ریکارڈ ٹوٹ گیا!"

رہیں گے ۔

جمیل نے چھیڑتے ہوئے کہا ۔

"مجروح صاحب آج آپ چپ کیوں بیٹھے ہیں ؟"

احسن نے کہا ۔

"چھیڑو مت، فکر سخن کر رہے ہیں، دیکھنا تھوڑی دیر میں کیسی بھڑکتی ہوئی غزل سناتے ہیں"

مجروح صاحب نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا ۔ اتنے میں مس اندرے تشریف لائیں، آتے ہی انہوں نے مجروح صاحب کی مزاج پرسی بڑے تپاک و اخلاق سے کی لیکن مجروح صاحب اس طرح ڈبک سے گئے جیسے کوئی برہمن اچھوت کو دیکھ کر سمٹنے لگتا ہے ۔ کہ کہیں ناپاک نہ ہو جائے آخر جب کئی بار مس اندرے نے خیریت پوچھی تو رکھائی سے کہا ۔

"اچھا ہوں صاحب !"

کلثوم نے چوٹ کی ۔

"اگر اچھے ہوتے تو اتنا خشک جواب نہ دیتے !"

آہ کلثوم کی آنکھیں! کتنا جی چاہ رہا تھا مجروح صاحب کا کہ ان قاتل نگاہوں کو اگر جی بھر کر نہیں تو صرف ایک نظر دیکھ لیں ۔ لیکن جلاد (زمانہ) پاس بیٹھا تھا ۔ دل کی دل ہی میں رہ گئی نظر اٹھا کر دیکھ تک نہ سکے لیکن کلثوم چھیڑنے پہ تلی ہوئی تھی، اس نے پوچھا ۔

"مجروح صاحب کیسا مزاج ہے ؟"

لگا رہتا تھا۔ اور بدقسمتی سے وہ بھی اس وقت یہاں موجود تھیں۔ کس سے بات
کریں؟ کس کی طرف متوجہ ہوں؟ کسے مخاطب کریں؟ کس کے سوالات کا
جواب دیں؟ کسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کریں؟ کس کی طرف خود
اپنے میلان کا اظہار کریں؟ عقل کام نہیں کرتی تھی۔ اگر نائلہ یہاں موجود نہ
ہوتی تو یہ محفل باغ و بہار بن جاتی، کچھ دیر میں اندر سے چہلیں کرتے
ذرا ام کلثوم کے حسنِ جہاں سوز کا نظارہ کرتے، یاسمین کی میٹھی میٹھی باتیں سنتے
دو شاہدہ کے ناز و غمزہ سے لطف اندوز ہوتے۔ لیکن نائلہ بالکل پاس چوکیدار
کی طرح بیٹھی تھی، جی چاہتا تھا اسے اٹھا کر کمرے سے باہر پھینک آئیں۔
عشق اور محبت کے باوجود، نہ اس وقت وہ بیگم لگ رہی تھی نہ اس
میں کوئی جاذبیت نظر آرہی تھی لیکن مرزا کیا کرتا؟ مجبور تھے۔ اور گم صم بیٹھے
تھے اور اس لئے بہت زیادہ بے چین ہو رہے تھے۔ کیونکہ نائلہ ہر لڑکے
اور ہر لڑکی سے مخاطب تھی لیکن کن انکھیوں سے برابر ان کی نقل و حرکت
کی نگرانی کرتی جا رہی تھی۔

آخر تمام حالات پر غور کرنے کے بعد مجرد صاحب نے فیصلہ کر
لیا کہ اگر نائلہ کو حاصل کرنا ہے تو کالج کی بہتری کی رٹ لگا کر اس وقت دوسری
حسیناؤں اور ان کی رغبتوں کو نظر انداز کرنا پڑے گا۔ آج اگر نائلہ ہاتھ سے نکل گیا
تو پھر وہ ہمیشہ کے لئے اپنی نہ ہوگی۔

یہ سوچتے ہی تکدر رفع ہو گیا اور مجرد صاحب نے فیصلہ کر لیا کہ آج
جو بڑا امتحان درپیش ہے۔ اس میں پہلے نمبروں سے کامیاب ہوں گے

مجروح صاحب نے ایک باحیا لڑکی کی طرح آنکھیں نیچی کئے کئے جواب دیا۔

"دعا ہے آپ کی!"

وہ بولی،

"ہماری دعا اگر قبول ہو سکتی تو آپ اتنی دور نہ بیٹھتے ہمارے پاس بیٹھتے!"

مجروح صاحب کا سینہ فخر سے تن گیا۔ گردن غرور سے اکڑ گئی، نا تمام نظروں سے ناز لی کو دیکھا پھر کلثوم کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

"میں زیادہ بے تکلفی کا عادی نہیں ہوں معاف کیجئے!"

کلثوم کھکھلا کر ہنس پڑی سلاس نے کہا۔

"کیا کہا! ذرا پھر سے تو فرمائیے!"

مجروح صاحب نے زمین کو غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا آپ نے سنا نہیں؟"

یاسمین نے پوچھا۔

"مجروح صاحب، آج نصیبِ دشمناں آپ کی آنکھوں کو کیا ہوا ہے!"

نوشابہ نے مجروح صاحب کی طرف سے جواب دیا۔

"آنکھوں کی شرم بھی تو کوئی چیز ہے۔ دیدے پھاڑ پھاڑ کر محفلوں میں لوگوں کو تکنا شریف بہو بیٹیوں کا کام نہیں!"

نوشابہ کے اس فقرے پہ حاضرین لوٹ لوٹ گئے لیکن مجروح

صاحب کی اداؤں میں کوئی فرق نہیں آیا وہ اسی طرح سر جھکائے نظریں نیچے کئے بیٹھے رہے۔

یاسمین نے قہقہوں کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کہا۔

مجروح صاحب میں ایک نہایت اچھی ترکیب بتاتی ہوں آپ کو امید ہے آپ اس پہ عمل کریں گے؟"

مجروح صاحب نے نہایت بے تعلقی کے ساتھ کہا۔

"کیسی ترکیب؟"

یاسمین نے کہا۔

"یہی کہ —— رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی!"

کلثوم نے کہا۔

"اگر اتنی اچھی ترکیب ذہن میں آئی ہے تو پھر بتاؤ، پوچھ کیوں رہی ہو"

نوشابہ نے بھی کلثوم کی تائید کی۔

ہاں بھئی نیکی اور پوچھ پوچھ؟"

یاسمین گویا ہوئی۔

میری رائے یہ ہے کہ مجروح صاحب، آپ کلاس میں، نو میو کے ہاں۔ یا دوسری پارٹیوں اور محفلوں میں گاگل لگا کر جایا کیجئے!"

نازلی نے پوچھا،

"اس میں کیا مصلحت ہے؟ کیوں گاگل کا استعمال کریں خواہ مخواہ؟"

یاسمین نے بتایا۔

یاسمین بولی،

"یہ نہایت یکسوئی اور انہماک سے ہم میں سے کسی کو بلکہ باری باری سب کو تاکا کرتے ہیں!"

جمیل ہنسنے لگا۔

"واقعی؟"

"جی ہاں بالکل اور قطعاً واقعی، ——

جمیل نے کہا۔

"ہوگا، لیکن صاحب ہمیں یقین نہیں آتا کہ یہ مرد صالح ایسی رکیک حرکتیں کر سکتا ہے؟"

یاسمین نے اپنی آواز نیچی کرتے ہوئے پوچھا۔

"تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟"

مجروح صاحب تڑپ کر بول اُٹھے،

"اور کیا یہ سچ ہے؟"

یاسمین نے کہا۔

"بالکل سچ ہے اور سُن لیجئے کان کھول کر کہ اب اگر آپ نے ایسی حرکت کی تو اس کا انجام بہت بُرا ہوگا!"

جمیل نے پوچھا۔

"کیا ہوگا؟ —— کیا آپ موسیو سے شکایت کریں گی؟ نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیئے، آپس کے جھگڑے آپس ہی طے ہو جانے چاہئیں، بڑوں

"اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ یہ سب کو دیکھیں گے اور انہیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔"

پھر ایک مرتبہ قہقہہ کا دورہ پڑا سب پر،

نازلی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیکن اس سے فائدہ کیا ہوگا؟ یہ کیوں سب کو دیکھیں اور کوئی انہیں کیوں نہ دیکھے؟"

یاسمین نے عارفانہ لہجے میں کہا۔

"یہی تو فکر کی بات ہے جو تم جیسی اناڑیوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی!"

نازلی بولی۔

"اگر تم سمجھا دوگی تو کون سی قیامت آجائے گی؟"

یاسمین نے کہا۔

مجروح صاحب کی عادت ہے تکنے کی کلاس میں لیکچر ہو رہا ہوتا ہے طلباء اور طالبات کا گروہ پوری توجہ سے لیکچر سننے میں مصروف ہوتا ہے اس وقت معلوم ہے مجروح صاحب کیا کرتے ہیں؟"

نازلی نے کہا۔

"ہمیں تو نہیں معلوم؟"

جمیل نے پوچھا۔

"اس وقت ان کا مشغلہ کیا ہوتا ہے بتا دیجئے تاکہ اشتیاق رفع ہو؟"

کے پاس نہیں پہنچنے چاہئیں !"

نوشابہ بول پڑی۔

"آپ سچ کہتے ہیں جمیل صاحب ، ہم سب کی بھی رائے یہی ہے لیکن یاسمین نے جو کچھ کہا ہے وہ بھی سچ ہے - ان حرکتوں کا انجام واقعی بہت بُرا ہوگا۔"

جمیل نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

آخر کیا ہوگا ؟"

کلثوم بولی۔

"ایسا ہوا تو نمک پھونک دیا جائے گا مجروح صاحب کی آنکھوں میں"

نوشابہ نے کہا۔

"پھر دن میں تارے نظر آنے لگیں گے !"

جمیل نے کہا۔

"اگر ایسا ہوا تو تارے ہی کیا پھر سورج بھی نظر نہیں آئے گا۔ لیکن معاف کیجئے گا یہ تو بڑی سخت سزا ہے !"

کلثوم بولی ،

"لیکن سبق آموز بھی تو ہے !"

یاسمین نے کہا۔

اسی مصیبت سے بچانے کی تدبیر میں نے یہ بتائی ہے کہ مجروح صاحب گاگل لگا لیا کریں - یہ بڑے اطمینان سے جسے چاہیں تک سکتے ہیں لیکن

کوئی محسوس نہ کرے گا کہ یہ کیسے تک رہے ہیں ۔ لہذا وہ پسا ہوا نمک استعمال کرنے کی نوبت نہیں آئے گی !"

جمیل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ۔

"واقعی ترکیب بہت معقول ہے !"

یاسمین نے پوچھا ۔

"کیوں مجروح صاحب ، آپ کیا کہتے ہیں ؟"

مجروح صاحب نے بُرا سا منہ بنا کر کہا ۔

"نہایت خطرناک الزامات مجھ پر لگائے گئے ہیں ۔ افسوس اس بات کا ہے کہ یہ الزامات صنفِ نازک نے لگائے ہیں ۔ اگر صنفِ دیگر کی طرف سے ایسی الزام تراشی کی گئی ہوتی تو منہ توڑ جواب دے سکتا تھا میں !"

جمیل نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا ۔

"یار کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو ؟ "صنفِ دیگر" کو اگر تم تکو یا گھورو یا ٹکٹکی لگا کر دیکھو تو اسے کیا شکایت ہو سکتی ہے ؟ شکایت تو صنفِ نازک کو ہے ۔ اس کی تلافی ہونا چاہئیے ۔ اسے مطمئن کرنا چاہئیے !"

مجروح صاحب نے سوال کیا ۔

"اتنی دیر سے بیٹھا ہوں کیا ایمانداری کے ساتھ اس مجلس کا کوئی آدمی خواہ وہ مرد ہو یا عورت کہہ سکتا ہے کہ میں نے کسی کو تکا ، کسی کو گھورا ، کسی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا ؟" ــــ آپ بتائیے مس نازلی ؟"

محفل میں مجھے بے آبرو کر دیا گیا۔ اور اب کہا جا رہا ہے یہ تو مذاق تھا!"

نازلی ہنسنے لگی۔

"آپ تو مجھ سے بھی لڑ بیٹھے، گویے؟ میں تو آپ کی حمایت کر رہی ہوں"

اتنے میں موسیو اندر سے تشریف لے آئے اور محفل یک بیک سنجیدہ بن گئی!

نازلی بالکل سنجیدہ بیٹھی تھی۔

"ہرگز نہیں، ——— میں گواہی دیتی ہوں!"

کلثوم نے کہا۔

"ہاں اس وقت تو واقعی یہ آنکھیں نیچی کئے بیٹھے ہیں!"

نوشابہ بولی،

"یہ معجزہ کس طرح عمل میں آگیا حیرت ہے!"

یاسمین نے کہا۔

"لیکن چور چوری سے جاتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ اس وقت نہ جانے کیوں اتنے محتاط بنے بیٹھے ہیں۔ لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے تین چار مرتبہ انہیں کلثوم اور نسرین پر نظر ڈالتے دیکھا ہے۔"

مجروح صاحب نے تقریباً روتے ہوئے کہا۔

"تو کیا اپنی آنکھیں پھوڑ لوں ——— ؟ ——— لائیے وہ پسا ہوا نمک کہاں ہے؟ جھونک دیجئے میری آنکھوں میں، نہیں نمک نہیں، تیزاب اور وہ ڈال دیجئے میری آنکھوں میں، آخر کسی طرح یہ جھگڑا تو ختم ہو ——— بہتر جناب آئندہ سے کلاس میں پٹی باندھ کر آیا کروں گا!"

نازلی نے دلدہی کے لہجہ میں کہا۔

"مجروح صاحب بکنے دیجئے انہیں، یہ تو یونہی چھیڑ رہی ہیں"

مجروح صاحب نے نازلی تک کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"یہ بھی اچھی رہی ——— کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری"

(۹)

موسیو اندرے کا اگرچہ اپنے طالب علموں کے ساتھ دوستانہ ر
رہتا تھا لیکن ان کی اس بے تکلفی میں بھی کچھ ایسا وقار تھا کہ مانے ہوئے
زمانے کے سرکش طالب علم بھی ان کے حضور میں سرنگوں رہتے تھے۔ مج
نہیں تھی کہ ان کے سامنے کوئی ایسی بات کہہ سکیں جو شائستگی اور متانت
کے منافی ہو جب وہ طالب علموں کے گروہ میں بیٹھتے تھے تو ایسا م
ہوتا تھا جیسے بچے اپنے باپ کے گرد بیٹھے ہیں وہ ہر طالب علم کی
سے بھی دلچسپی لیتے تھے کسی کی مشکل کا حل کرنا ان کا بہترین مشغلہ تھا۔ ا
آمدنی کا اکثر حصہ ضرورت مند طالب علموں کی امداد و اعانت پر صر
ہوتا تھا۔ جو قرض مانگتا اسے قرض دے دیتے لیکن وہ حساب دوستا
کے کھاتے میں۔ نہ وہ واپس مانگتے نہ عام طور پر وہ واپس کیا جاتا۔
موسیو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مس اندرے سے کہا۔

"یہ سارا سامان تو یونہی رکھا ہے تم کیسی میزبان ہو؟"

مس اندرے نے مسکراتے ہوئے کہا

"ڈیڈی یہ سارا سامان جو اتنا وافر نظر آرہا ہے۔ ابھی دم بھر میں صاف ہو جائے گا اطمینان رکھیئے!"

موسیو ہنسنے لگے۔

"ہاں ایسا ہی ہونا چاہیئے!"

یکایک موسیو کی نظر مجروح پہ پڑی انہوں نے کہا۔

"مسٹر مجروح آج آپ بہت افسردہ اور مضمحل نظر آتے ہیں خیریت تو ہے!"

مجروح کا دل ایک مجرم کی طرح کانپ گیا۔ کہیں زیادہ کرید نے پر یہ سارے عقدے یہ کڑیاں موسیو کے سامنے نہ کھول دیں پھر تو ڈوب مرنے کا مقام ہوگا۔ فرمایا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے کبھی کبھی مجھے اختلاجِ قلب کی شکایت ہو جایا کرتی ہے پھر خود بخود ٹھیک ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اب میں ٹھیک ہوں!"

موسیو اندرے مسکرانے لگے۔

"شاعروں کے لئے دل بھی ایک لاینحل مسئلہ بن گیا ہے وہ ہر وقت قلب کی تکلیف کی مرثیہ خوانی کرتے رہتے ہیں۔ بیچاروں کے دل کو کبھی آرام نہیں ملتا۔ ہر وقت بے قرار رہتا ہے۔ کبھی اختلاج۔ کبھی اضطراب!

موسیو نے پھر پوچھا۔
اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ جس طرح اب تک مکمل آرٹسٹ نہیں بن سکے
اسی طرح مکمل شاعر بھی نہیں بن سکے!"
جمیل نے آہستہ سے کہا۔
"تو بن سکیں گے!"
موسیو نے یہ سرگوشی سن لی۔ مسکراتے ہوئے کہا۔
"آدمی اگر چاہے تو سب کچھ بن سکتا ہے، آرٹسٹ بننے کی بھی شرط
یہ ہے کہ آدمی اچھے اور پختہ ذوق کا مالک ہو اور شاعر بننے کے لئے لازمی
یہ ہے کہ آدمی کسی سے سچی محبت کرے۔ میرا خیال یہ ہے کہ مسٹر مجروح
اچھے اور پختہ ذوق کے مالک نہیں میرا یہ خیال بھی ہے کہ جب وہ کسی سے
محبت کرنے لگیں گے تو بڑے اچھے شاعر بن جائیں گے!"
موسیو کے یہ الفاظ تیر و نشتر بن کر مجروح کے قلبِ ناتواں میں پیوست
ہو رہے تھے۔ موسیو کی زبان سے محبت کا نام سنتے ہی اس کا دل بلیوں
اچھلنے لگا تھا۔ کلثوم، یاسمین، نورشاہد، جمیل، احسن صاحب سے وہ خائف
تھے۔ ڈر رہے تھے کہیں انہوں نے کوئی ایسا فقرہ چست کر دیا جس
سے میرا کردار داغدار نظر آنے لگا تو کیا ہو گا؟ مجروح صاحب اسی
فکر میں غلطاں و پیچاں تھے کہ دفعتہً ایک بجلی اور گری، موسیو نے پوچھا۔
"مجروح صاحب شاعری شروع کرنے سے پہلے آپ نے محبت
ضرور کی ہو گی؟"

کبھی گھبراہٹ، کبھی وحشت! ——

رومی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں موسیو، ہمارے ایک شاعر نے بڑے جامع و مانع الفاظ میں

آپ کے یہ خیالات ایک مصرعہ میں ادا کر دئیے ہیں —— ہم تو اس

جینے کے ہاتھوں مر چلے!"

سب لوگ ہنسنے لگے۔ موسیو بھی بہت لطف اندوز ہوئے

نہ جانے کیوں سب مجروح کو چھیڑنے کے موڈ میں تھے۔ کہنے لگے۔

"مسٹر مجروح کیا واقعی شاعروں کا دل ہمیشہ بیمار رہتا ہے؟"

مجروح صاحب اس چبھتے ہوئے سوال پر سٹپٹا گئے لیکن

بہرحال دینا تھا، کہنے لگے۔

"جی ہاں اکثر کی یہی حالت رہتی ہے لیکن سب کی نہیں!"

موسیو نے پوچھا۔

"آپ کے دل کا کیا حال ہے؟ وہ تو بیمار نہیں رہتا؟"

مجروح نے اپنے سر سے بلا ٹالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

"جی نہیں!"

موسیو نے پھر سوال کیا۔

"یعنی آپ کا دل بالکل خیریت سے ہے!"

مجروح نے جواب دیا۔

"جی ہاں، الحمدللہ!"

"دونوں ہی باتیں ہیں!"

موسیو اندرے نے شاید جمیل کا یہ فقرہ سن لیا تھا۔ بے تحاشہ ہنسنے لگے پھر گویا ہوئے۔

"بہرحال مسٹر مجروح اگر آپ شاعر ہیں تو محبت سے دامن نہیں بچا سکتے لیکن میری ایک نصیحت اس سلسلہ میں یاد رکھئے!"

مجروح نے دل ہی دل میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ بلا ٹلی، گفتگو کا موضوع بدلا۔ سراپا گوش ہو کر ——

"جی فرمائیے!"

موسیو نے گویا عہد لیتے ہوئے کہا۔

"وعدہ کیجئے کہ اس پر عمل بھی کریں گے۔"

زندگی میں نہ جانے کتنے عہد مجروح صاحب نے کئے تھے، اور توڑے تھے، آج ایک نیا عہد کرنے میں کیا مضائقہ تھا۔ بڑی آمادگی اور مستعدی سے فرمایا۔

"ضرور عمل کروں گا!"

موسیو نے کہا۔

"آپ میں دو خوبیاں جمع کر دی ہیں۔ قدرت نے، آرٹ سے بھی ذوق ہے آپ کو اور شاعری سے بھی، آرٹ اور شاعری کی دنیا میں اگر آپ عروج حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ عظیم فن کار اور عظیم شاعر اگر آپ بننا چاہتے ہیں تو بے شک محبت کیجئے، ضرور محبت کیجئے۔ محبت کی کسک اور ٹیس کے

اگر کی بھی تھی، ـــ اور یقیناً کئی بار کی تھی ـــــــ تو نازلی کے سامنے اعتراف کرنے پر تو کسی طرح آمادہ نہیں ہو سکتے تھے۔ کلثوم وغیرہ کے ساتھ جب نظر بازی کا حال معلوم ہو گیا تھا تو اس نے ستے سے ڈال دیئے تھے۔ اگر یہ معلوم ہو گیا کہ شروع سے عشق بازی کرتا آیا ہوں۔ مجھ سے نفرت ہی کرنے لگتی۔ لاکھ لاکھ ضبط کیا مگر ـــــــ وہ اگ نگاہوں سے گم ہے ـــــــ نازلی پر ڈال کر جواب دیا۔

"جی نہیں!"

موسیو شاید اس مسئلہ کو فیصل کرنے کا تہیہ کر چکے تھے انہوں نے پھر سوال کیا۔

"تو پھر شاعری شروع کرنے کے بعد کی ہو گی!"

اس سوال کا جواب بھی اثبات میں تھا لیکن نازلی کی موجودگی میں انکار ہی مناسب تھا۔ فرمایا۔

"جی نہیں!"

اور پھر دزدیدہ نگاہوں سے نازلی کو دیکھ لیا کہ اس کے تاثرات کیا ہیں؟

موسیو ہنسنے لگے۔

"مسٹر جمیل جس طرح آپ چھپاتے ہیں محبت کے بغیر شاعری کوئی معنی نہیں رکھتی یا آپ غلط گوئی سے کام لے رہے ہیں ورنہ آپ کی شاعری جھوٹی ہے"

جمیل نے پھر زیر لب کہا۔

"جی ہاں میرا مطلب یہی تھا"
موسیو نے زیرِ لب تبسّم کے ساتھ کہا۔
"میرے عزیز تمہارے اس سوال کا جواب دینے میں مجھے کوئی تامل نہیں"
یہ کہہ کر موسیو خاموش ہو گئے۔ ٹیڈرج اور دوسرے لوگ ہمہ تن شوق بن کر انہیں دیکھنے لگے کہ دیکھیں اب کیا کہتے ہیں؟ ضرور کوئی عجیب اور بہت اہم بات کہیں گے۔
موسیو نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا۔
"میں نے محبت کی تھی"
سب لوگ چونک پڑے، یہ بوڑھا آدمی جب جوان تھا محبت کا ارتکاب کر چکا ہے۔
موسیو نے کہا
"ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے!"
سب لوگوں کا خیال تھا اب وہ اپنی اہلیہ محترمہ کا تعارف کرائیں گے
موسیو نے پھر ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا۔
"اگر ہم چاہتے تو شادی کر سکتے تھے۔ ایک دوسرے کے رفیقِ زندگی بن سکتے تھے۔ ہمارے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ کوئی دشواری نہ تھی — لیکن فن کے لئے میں نے اپنی محبت کو بھینٹ چڑھا دیا!!"

"بقیہ آرٹ بھی نامکمل ہے اور شاعری بھی لیکن محبت سے فائدہ اٹھانے
کی کوشش نہ کیجئے گا۔"

روفی نے کہا۔

"موسیو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی!"

موسیو نے کہا۔

"محبت کرنا دوسری چیز ہے اور محبوب کو حاصل کرنا دوسری چیز
محبت [illegible] کہ خوب پھلتی ہے۔ پروان چڑھتی ہے لیکن جہاں [illegible]
حاصل ہوا وہ فنا ہو گئی۔ محبت کی ناکامی فن کی کامیابی کا پیش خیمہ [illegible]
کی کامیابی فن کے زوال کا دوسرا نام ہے۔"

یہ کیفیت سنکر مجروح صاحب کے پاؤں تلے سے زمین نکل گ[illegible]
جس محبت کے لئے وہ فن کی طرف راغب ہوئے تھے۔ اگر اس [illegible]
دستبردار ہونا ضروری ہے تو فن کس کام کا؟ لعنت ہے ایسے فن پر!
نہ جانے کہاں سے ہمت پیدا ہو گئی۔ مجروح صاحب نے [illegible]
سوال کیا۔

"لیکن موسیو آپ بھی تو عظیم فن کار ہیں!"

موسیو نے ایک قہقہہ لگایا۔ پھر پوچھا۔

"لیکن اس سوال سے مطلب؟ —— شاید آپ یہ کہنا چا[illegible]
کہ میں عظیم فن کار بھی ہوں اور میں نے شادی بھی کی؟"

مجروح نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

یہ کہتے کہتے موسیو کی آواز گلوگیر ہوگئی۔ ان کا گلا رندھ گیا۔ ان کی آ
میں آنسو تیرنے لگے۔ انہوں نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔
"اگر میں عظیم فن کار ہوں تو صرف اس لئے کہ محبت کی کامیابی
— نہ کر سکا!"

موسیو کی ان باتوں سے سب حاضرین بہت زیادہ متاثر ہو
نانڈلی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ دوسرے لڑکوں اور لڑکیوں کی بھی
کیفیت تھی۔

لیکن مجروح صاحب کے تاثرات سب سے جدا تھے۔
ان کی نظر میں اس وقت موسیو اندر سے زیادہ مردود
اور معتوب شخص کوئی نہ تھا۔

وہ دل ہی دل میں اس پیر فرتوت کو ہزاروں گالیاں دے
زبان سے تو کچھ نہ کہہ سکے لیکن دل کی زبان سے انہوں نے کہا۔
"جناب موسیو صاحب،" آپ ہمیشہ سے کہہ یک معلوم ہوتے ہیں
نے محبت کی۔ آپ کے محبوب نے محبت کی۔ آپ دونوں کے
میں کوئی پتھر حائل نہیں تھا۔ پھر بھی عظیم فنکار بننے کے لئے آپ نے
محبت فن کی قربان گاہ پہ بھینٹ چڑھا دی۔ دنیا میں احمقوں کی تا
جب لکھی جائے گی۔ تو شاید پہلا نام آپ کا ہوگا۔ اور مزید ستم ظریفی
حماقت کی توقع آپ مجھ سے کرتے ہیں۔ توقع نہیں اسی جادہ محماقت
پر چلنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ —

حضرت ناصح جو آئیں دیدہ و دل فرش راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا!

بھلا اس نصیحت پر میں عمل کر سکتا ہوں؟

موسیو صاحب! آپ کو نہیں معلوم، میں نے اس کالج میں داخلہ کس لئے لیا ہے! فن کے لئے نہیں، فن کی میری نظر میں کوئی وقعت نہیں، میں صرف محبت کے لئے یہاں داخل ہوا ہوں اور جس روز اپنی محبت میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ آپ کو، آپ کی نصیحت کو، آپ کے آرٹ کالج کو، آپ کی گیلری کو لات مار کر چلتا بنوں گا!

دل ہی دل میں موسیو کو یہ جواب دے کر مجروح صاحب مطمئن ہو گئے خندی کے اثرات ان کے چہرے پر نمایاں ہو گئے۔ یک بیک ایک خیال آیا اور اس نے دل کی دنیا کو ڈانواں ڈول کر دیا۔

وہ سوچنے لگے۔

اگر اس پیر فرتوت کی نصیحت کو نازلی نے گرہ میں باندھ لیا اور محبت پر فن کو ترجیح دینے لگی تو میں کیا کروں گا؟

کیا اس بڈھے نے آج ہم لوگوں کو اس لئے چائے کی دعوت دی تھی کہ یہاں سے خونِ جگر پیتے ہوئے واپس ہوں؟ کیا اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ محبت کرنے والے دلوں میں یعنی مجھ میں اور نازلی میں تفرقہ ڈال دے؟

ہمت پھر ابھری!

دل ہی دل میں مجروح صاحب نے فیصلہ کر لیا کوئی مضائقہ نہیں، میں

اپنی محبت سے ، اپنی سچی اور بے لوث محبت سے نازلی کو جیت لو[ں]

نازلی میری ہو جائے گی اور صرف میری !

اور پھر نہایت ادب سے موسیو کو سلام کر کے ان کا شکریہ ادا ک[روں]

ہم دونوں یہاں سے رخصت ہو جائیں گے ۔ اپنی دنیا الگ بسائیں گے

نہیں دنیا نہیں جنّت !

اور اس جنّت میں نہ کوئی رقیب ہوگا ، نہ جمیل ، نہ احسن ، نہ موسیو

نہ کلثوم ، نہ نوشابہ ، نہ یاسمین ، ——— صرف مجروح ہوگا اور نازلی !

(۱۰)

دوسرے روز نازلی سے ملاقات ہوئی بہت بے تاب تھے نازلی سے
ملنے کے لیے تاکہ اس کا ردِ عمل معلوم کریں۔ یہ دیکھیں آیا موسیو کے زہریلے خیالات
سے یہ متاثر تو نہیں ہوئی؟ اور اگر ہوئی ہے تو اپنے طلسم کشا الفاظ سے موسیو
کا سارا سحر اُتار دیں۔ لیکن یہ دیکھ کر جی خون ہو گیا کہ نازلی اکیلی نہیں ہے۔
اس کے ساتھ وہ مردود بھی ہے رودنی ——— بڑا آرٹسٹ بنا پھرتا ہے
لیکن آج تک محبت کرنا نہیں سیکھ سکا، آرٹ اور محبت لازم و ملزوم
ہیں۔ محبت کیا خاک کرو گے اگر آرٹ سے ناواقف ہو؟ اور آرٹ
قیامت تک سیکھ سکو گے؟ اگر محبت سے نابلد ہو؟ طوفانِ تخیل کے اس
بحران میں، نازلی اور رودنی پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ نازلی نے جو اس وقت
رعنائے خاص طور پر کیوں پرکالۂ آفت نظر آرہی تھی اور آنکھوں سے
بجلیاں برسا رہی تھی، مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کہئے مجروح صاحب کیا ہو رہا ہے؟ —— کدھر کا پروگرام ہے"

مجروح صاحب نے بہت افسردہ لہجہ میں جواب دیا۔

"کچھ نہیں، —— کہیں نہیں —— یوں ہی ذرا ——"

روفی نے کہا۔

"اور آ گئے؟ —— چپ کیوں ہو گئے"

مجروح صاحب بگڑ گئے۔

"تم چپ رہو!"

روفی ہنسنے لگا۔ نازلی بھی اپنا تبسم نہ ضبط کر سکی۔ اس نے کہا۔

"کوئی خاص پروگرام نہیں ہے تو آئیے ذرا ٹہل آئیں!"

اندھا کیا چاہتا ہے؟ دو آنکھیں! نازلی کی طرف سے دعوت خرام بھلا مسترد کس طرح کی جا سکتی تھی؟ فوراً تیار ہو گئے۔

"چلئے ——!"

تینوں ساتھ ساتھ چلنے لگے اور کافی دور تک نکل گئے۔ آخر ایک جگہ پہنچکر نازلی نے ہمت ہار دی وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

"اب ذرا سستا لیں!"

روفی اور مجروح بھی بیٹھ گئے۔ نازلی کہنے لگی۔

"آج ہم اندر سے واپس جا رہی ہیں —— جرمنی! —— ان دل بہت بہلا رہتا تھا۔ اب ایک خلا سا محسوس ہوگا!"

روفی نے کہا۔

"ہونا ہی چاہیئے، بڑی ذہین اور تیز لڑکی ہے۔"

مجروح صاحب نے گویا چوٹ کی۔

"آپ کی نظر میں کون لڑکی ذہین اور تیز نہیں، اس اندرے ہی کی کیا خصوصیت ہے؟"

روفی نے اس جملہ کی ذرا بھی پروا نہ کی کہا۔

"واقعہ تو یہی ہے کہ عورت مرد سے زیادہ ذہین ہوتی ہے!"

مجروح صاحب نے فرمایا۔

"جی ہاں کیوں نہیں، ذہانت کا خزانہ آپ کے دست کرم میں ہے جسے چاہیں بخش دیں!"

روفی نے ایک سرد آہ کے ساتھ کہا۔

"نہیں میرے بھائی یہ بات نہیں ہے۔ ذہانت کا خزانہ اگر میرے دستِ کرم میں ہوتا تو تم محروم رہ جاتے؟"

نازلی ہنسنے لگی۔

"آپ باز نہیں آتے!"

مجروح صاحب بگڑ گئے۔

"تو تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں ذہین نہیں ہوں؟"

روفی نے بے پروائی سے سگرٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"ہر شخص کی یہی رائے ہے"

مجروح نے پوچھا۔

"کون ہے وہ شخص؟ ذرا میں بھی تو اس کا نام سنوں؟"

روفی نے ایک زوردار کش لگایا۔

"کہہ تو رہا ہوں ہر شخص —— کالج میں جس سے چاہو پوچھ لو۔ ہوٹل میں جس سے چاہو دریافت کر لو۔ شاذ و نادر کے نشیب و فراز میں جو لوگ نظر آئیں ان کا دامن پکڑ پکڑ کر کھینچو اور یہی سوال کرو۔ صرف ایک ہی جواب ملے گا۔ میرے دوست اور سچ تو یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی اور جواب ہو بھی نہیں سکتا۔"

مجروح صاحب نے پھر جرح کی۔

"یعنی ساری دنیا کا میری بے وقوفی پر اتفاق ہے؟"

روفی نے نیا سگرٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"حالانکہ آج تک کی تاریخ شاہد ہے کہ دنیا نے بہت کم کسی مسئلہ پر اتفاق کیا ہے۔ حد یہ ہے کہ نعوذ باللہ، خدا کی ذات مابہ النزاع ہے لیکن مجروح صاحب کی بے عقلی پر عقلمند اور بے وقوف، جاہل اور عالم، غریب اور دولت مند، مزدور اور سرمایہ دار، مرد اور عورت، جوان اور بوڑھے حتیٰ کہ بچے تک متفق ہیں!"

پھر دور افق کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے درد انگیز لہجہ میں اس نے کہا۔

"ہا —— بے چارہ مجروح، —— تجھ سے کیا خطا تھی اگر تو کسی قابل ہوتا!"

نازلی کو بے ساختہ ہنسی آگئی، اس نے کہا۔
"روبی صاحب، آخر آج آپ مسٹر مجروح کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑ گئے ہیں! مجھے تو ان میں کوئی بات ایسی نظر نہیں آتی۔ یوں جیسے چاہیئے نکو بنا لیجئے۔ اچھے بھلے آدمی کو اگر "پاگل، پاگل" کہنا شروع کر دیجئے۔ تو واقعی وہ دس بیس روز میں پاگل ہو جائے گا۔ اگر ہر طرف سے ادھر ہر روز بے وقوف بے وقوف کی آوازیں مجروح صاحب کے کان میں پڑتی رہیں تو کیسے ممکن ہے ان کا اثر نہ ہو! یہ تو تقاضائے بشریت ہے! ——— مجروح صاحب آپ ایسی باتوں کو ذرا بھی اہمیت نہ دیا کیجئے!"

مجروح صاحب نے اطمینان سے درخت کی ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے کہا!
"آپ نے مجھے کچھ بے وقوف سمجھا ہے؟"
نازلی اور روبی دونوں کو ہنسی آگئی:

(۱۱)

تھوڑی دیر تک خاموشی قائم رہی پھر نازلی نے کہا

"کل موسیو اندرے کی باتیں کیسی مزے کی رہیں! —— بہت موڈ میں تھے!"

مجروح صاحب کے ماتھے پر کئی سلوٹیں پڑ گئیں، پھر فرمایا۔

"جی ہاں اسی لئے بہک گئے!"

نازلی نے سراپا حیرت بن کر ایک نظر مجروح پہ ڈالی اور گویا ہوئی۔

"یہ آپ موسیو کو کہہ رہے ہیں؟"

مجروح صاحب نے فرمایا۔

"جناب میں تو سچی بات کہنے کا عادی ہوں۔ چاہے اس کی زد موسیو اندرے پہ پڑے یا موسیو بندرے پہ!"

نازلی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

مجروح صاحب گویا ہوئے۔

میرا مطلب یہ ہے کہ موسیلہ نے جو باتیں فرمائیں۔ انہیں میں اس لیئے نظر انداز کر سکتا ہوں کہ وہ سٹھیا چکے ہیں!"

نازلی کا چہرہ تمتما اُٹھا، لیکن اس نے ضبط سے کام لیا۔

"لیکن انہوں نے کوئی ایسی حرکت تو نہیں کی تھی جس پر اس خطاب کے مستحق ٹھہرتے!"

بحث کرنے کے انداز میں الجھتے ہوئے مجروح نے کہا۔

"کیسے نہیں کی تھی؟"

نازلی نے پوچھا۔

"مثلاً کیا؟"

انہوں نے بتایا۔

"مثلاً۔ ایک آرٹسٹ کے لیئے انہوں نے جو وصیت نامہ تیار کیا ہے کیا وہ قابل عمل ہے؟ کیا واقعی کسی آدمی کو اتنا احمق ہونا چاہیئے کہ وہ فن کی قربان گاہ پر اپنی محبت بھینٹ چڑھا دے؟ کیا فن کی تکمیل ——— اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آدمی محبت نہ کرے، اور وہ محبت ناکام نہ ہو؟"

نازلی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"بڑی دور کی کوڑی لائے، بلکہ ———— ، اندھے کو اندھیرے
ی دور کی سوجھی!"
مجروح صاحب تلملا گئے۔
اور وہ چاہے گالیاں دے لیجئے لیکن آپ مجھے موسیو کا ہم خیال نہیں
یں گے!!"
روحی نے کہا۔
"جس روز موسیو کو یہ معلوم ہو گیا کہ آپ ان کے ہم خیال ہیں یا ان کا کوئی
ی آپ کے خیال سے لڑ گیا ہے اس روز وہ یقیناً خودکشی کر لیں گے۔
جانتا ہوں بڑے غیرت والے آدمی ہیں موسیو ———"
مجروح کو بھی جواب سوجھ گیا۔
"محبت میں ناکام ہونے کے بعد جس نے خودکشی نہ کی۔ اور جو ایک
ی پہلے کی محبت کی یاد میں اب تک آنسو بہایا کرتا ہے وہ خودکشی
ے کی ہمت کہاں سے لائے گا۔
روحی نے ایک چبھتا ہوا سوال کیا۔
"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ نے کسی سے محبت کی۔ اور بدقسمتی
وہ محبت ناکام رہی تو آپ اپنی داستانِ درد بیان کرنے کے لئے زندہ
رہیں گے ؟"
مجروح صاحب نے اس آمادگی سے جیسے ابھی پہاڑ کی چوٹی سے چھلانگ
نے والے ہیں، جواب دیا۔

"بڑی دور کی کوڑی لائے ، بلکہ ——— ، اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی !"

مجروح صاحب تلملا گئے ۔

"اور دو چار گالیاں دے لیجئے لیکن آپ مجھے موسیو کا ہم خیال نہیں بنا سکیں گے !!"

روبی نے کہا ۔

"جس روز موسیو کو یہ معلوم ہو گیا کہ آپ ان کے ہم خیال ہیں یا ان کا کوئی خیال آپ کے خیال سے لڑ گیا ہے اس روز وہ یقیناً خودکشی کر لیں گے ۔ میں جانتا ہوں بڑے غیرت والے آدمی ہیں موسیو ———"

مجروح کو بھی جواب سوجھ گیا ۔

"محبت میں ناکام ہونے کے بعد جس نے خودکشی نہ کی ۔ اور جو ایک صدی پہلے کی محبت کی یاد میں اب تک آنسو بہایا کرتا ہے وہ خودکشی کرنے کی ہمت کہاں سے لائے گا ۔"

روبی نے ایک چبھتا ہوا سوال کیا ۔

"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ نے کسی سے محبت کی ۔ اور بدقسمتی سے وہ محبت ناکام رہی تو آپ اپنی داستانِ درد بیان کرنے کے لئے زندہ نہیں رہیں گے ۔"

مجروح صاحب نے اس آمادگی سے جیسے ابھی پہاڑ کی چوٹی سے چھلانگ لگانے والے ہیں ، جواب دیا ۔

"بے شک!"

روفی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اب تک دس پندرہ مرتبہ آپ خودکشی

کر چکے ہیں!"

یہ بیساختہ سوال تھا کہ مجروح صاحب کی ساری حاضر جوابی رخصت ہو گئی وہ لاجواب ہو کر نہایت بھیانک طور پر روفی کا منہ تکنے لگے۔ اور نازلی جواب تک نہایت برہمی کے عالم میں مجروح کی خرافات سن رہی تھی اور موسیو نادر کے بارے میں اس کے پست اور رکیک خیالات دل ہی دل میں مشتعل ہو رہی تھی۔ بے ساختہ ہنس پڑی اس ہنسی نے آگ پر تیل کا کام کیا۔ مجروح صاحب نے تیوری پہ بل ڈال کر سراپا غیظ و غضب بن کر

پوچھا۔

"اس بکواس کا مقصد! ——— کیا آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ

ہمیشہ عشق بازی کرتا رہا ہوں اور ناکام ہوتا رہا ہوں؟"

پہلو بدلتے ہوئے سنجیدگی کے ساتھ روفی نے کہا۔

"جی ہاں میں یہی کہنا چاہتی تھی ——— شکر ہے جو میں کہنا چا

آپ نے اس کا اعتراف کر لیا!"

مجروح صاحب نے صاف انکار کر دیا۔

"یہ غلط ہے میں نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی"

روفی نے کہا۔

"ذرا اِدھر دیکھنا —— تم نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی ؟"

مجروح صاحب نے فوراً جواب دیا

"ہاں نہیں کی —— کیوں کرتا آخر ؟"

روفی کو پھر ہنسی آ گئی ، نازلی بھی ہنسنے لگی - اس نے کہا -

"مجروح صاحب ، محبت کوئی جرم تو نہیں ہے - آپ گھبرا کیوں گئے ؟"

مجروح صاحب اپنے آپ میں آتے ہوئے بولے -

"جرم کیوں ہوتی ! —— لیکن اتہام بہرحال اتہام ہے !"

روفی نے ایک آہ سرد کے ساتھ کہا -

"کاش اس وقت مس کلثوم یا مس یاسمین ہوتیں ——"

مجروح صاحب نے تنک کر پوچھا -

"وہ ہوتیں تو کیا کر لیتیں —— ؟"

روفی نے جواب دیا -

"جھونے کو گھر تک پہنچا کر دم لیتیں !"

نازلی پھر ہنسنے لگی -

"کلثوم اور یاسمین خود جھوٹی ہیں پہلے درجے کی !"

مجروح صاحب نے خوش ہوتے ہوئے کہا -

"جی ہاں —— اور ہمارے روفی صاحب کے نزدیک شاہد عادل ہیں —— جیسی روح ویسے فرشتے !"

یہ کہہ کر نہایت متانت کے ساتھ روفی پر ایک نظر ڈالی اور جھکالی

(۱۲)

مجروح صاحب کے جانے کے بعد نازلی نے کہا۔

"آج تو بہت خفا ہیں!"

رومی نے کہا۔

"جی ہاں بہت زیادہ!"

نازلی بولی۔

"لیکن بات تو کوئی ایسی نہ تھی"

رومی کہنے لگا۔

"واہ —— بات تو بہت بڑی تھی —— آپ کے سامنے وہ اپنے کسی کمزور پہلو کو نہیں چاہتے کہ روشنی میں لایا جائے!"

نازلی ہنسنے لگی۔

لیکن اس وقت روفی بھی آئینہ دکھانے پہ تلا ہوا تھا۔ اس نے کہا،

"لیکن ان خطوں کی کیا تاویل کرو گے جو یہاں آنے سے پہلے کالج میں تم نے رشا ہمینہ ماروی اور نگہت کو لکھے تھے اور جن پر پرنسپل صاحب نے تمہیں کالج سے نکال دینے کا فیصلہ کر لیا تھا، بعد بعض اونچی سفارشوں کی وجہ سے صرف جرمانہ پر اکتفا کیا۔ اور وہ خطوط اب تک میرے پاس محفوظ ہیں۔!"

مجروح صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔

"چل سالا!"

نازلی روکتی رہی مگر وہ نہ رکے اور چلے گئے۔!

"اس میں تو شبہ نہیں —— لیکن دیکھئے مجروح صاحب کی نوک جھونک اور مس اندرے کے ذکر میں وہ بات نہ رہ گئی جس کی طرف میں خاص طور پر متوجہ کرنا چاہتا تھا!"

نازلی نے توجہ کے ساتھ کہا۔

"تو کہیئے!"

روفی نے کہا۔

"اگلے مہینہ آرٹ اگزبیشن منعقد ہو رہی ہے۔ کیا آپ اپنا کوئی شہ پارہ نہیں بھیجیں گی؟"

نازلی ہنسنے لگی

"جی نہیں! —— مجروح صاحب سے کہئے وہ بھیج دیں!"

روفی نے سنجیدگی سے کہا۔

"بھیج دیجئے —— وہی بھکارن ——!"

نازلی نے پوچھا

"کیا آپ سنجیدگی کے ساتھ یہ رائے دے رہے ہیں؟"

روفی نے جواب دیا۔

"قطعاً —— میری یہ رائے سنجیدگی کے ساتھ بھی ہے اور اصرار کے ساتھ بھی!"

نازلی کچھ سوچنے لگی پھر بولی۔

"بہت سے لوگ ہر جگہ سے اپنے شہ پارے بھیجیں گے۔ ان میں

"بے چارے مجروح صاحب ——— واقعی بڑے سادہ لوح

آدمی ہیں!"

روفی بھی ہنسنے لگا۔

"اس سے بڑھ کر سادہ لوحی اور کیا ہو سکتی ہے کہ چٹان کو تم

سمجھ کر سر ٹکرا رہے ہیں!"

ہنستے ہنستے نازلی ذرا رکی، ذرا چونکی، پھر مسکراتی ہوئی بولی:

"اب میری باری آئی ہے؟"

روفی نے ایک قہقہہ لگایا۔

"نہیں صاحب ——— یہ تاب، یہ مجال، یہ طاقت نہیں مجھ

نازلی نے جیسے یاد دلایا۔

"آج مس انور جا رہی ہیں، کیا آپ انہیں رخصت کر

نہیں چلیں گے۔"

روفی نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"اگر آپ جائیں گی تو چلا چلوں گا، ورنہ ویسے مس انور سے

میرے کوئی ایسے مراسم نہیں ہیں کہ میں انہیں الوداع کہنے جاؤں

میرا خیر مقدم کرنے کو بے چین ہوں!"

نازلی نے گویا سفارش کرتے ہوئے کہا

"لیکن ہے اچھی لڑکی!"

روفی نے جواب دیا۔

شکریہ ــــ"

نازلی کو جیسے دفعتاً کچھ یاد آیا!

"لیکن یہ تو بتایئے آپ بھی بجھ رہے ہیں کچھ؟"

روفی نے افسردگی کے ساتھ کہا!

"جی نہیں، ــــ نہ جانے کیا بات ہے جو پروگرام بناتا ہوں وہ فیل ہو جاتا ہے، جو سوچتا ہوں وہ نہیں ہوتا!"

ان الفاظ میں جو کرب پوشیدہ تھا نازلی اسے محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی۔ اس نے پوچھا۔

"کیا آپ یہ نہیں بتائیں گے؟ ــــ کون سا پروگرام آپ کا فیل ہو گیا، آپ نے کیا چاہا تھا جو نہیں ہوا؟"

روفی نے کہا۔

"چھوڑیئے ان باتوں کو، ــــ میں نے چاہا تو تھا اس نمائش میں اپنا سب سے زیادہ پسندیدہ "ورک" بھیجوں گا لیکن یہ بات نہ خدا کو منظور تھی نہ آپ کو ــــ"

نازلی چونک پڑی،

"مجھے؟ ــــ کیا آپ کے اس پروگرام میں میری وجہ سے کوئی رکاوٹ پڑی ہے؟"

روفی نے ایک افسردہ تبسّم کے ساتھ کہا۔

"مجھ سے نہ پوچھئے خود ہی سوچ لیجئے خدارا ــــ!"

بھلا میری تصویر کیا وقعت رکھے گی؟ ——— معنت کی جگہ ہنسائی؟
روفی نے حوصلہ دلاتے ہوئے کہا۔
"یہ احساس کمتری آپ میں! ——— حیرت ہے، ممکن ہے آپ کو انعام نہ ملے ممکن ہے آپ کی تصویر کو کوئی نمبر نہ دیا جائے، [illegible] نہ دیا جائے، مقصد انعام حاصل کرنا یا نمبر لینا نہیں ہے۔"
نازلی نے قطع کلام کرتے ہوئے پوچھا۔
پھر کیا ہے؟"
روفی نے کہا
"صرف لوگوں کو چونکا دینا!"
نازلی نے کچھ تذبذب کے عالم میں کہا۔
"یہ تو آپ عجیب سی بات کہہ رہے ہیں!"
روفی نے اپنے قول پر زور دیتے ہوئے کہا
"میں چاہتا ہوں، آرٹ سے دلچسپی رکھنے والے لوگ اس تصویر کو، اس کے نقوش کو، اس کے خطوں کو، اس کی کلر اسکیم کو دیکھیں [illegible] کم از کم تھوڑی دیر کے لئے یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ یہ ایک [illegible] شاہکار ہے ——— کم از کم اتنا ضرور ہو گا اور یہی آپ کی فتح [illegible]"
نازلی راضی ہو گئی،
"بہت اچھا بھیج دوں گی!"
روفی خوش ہو گیا،

نانڈلی نے بالکل انجان بنتے ہوئے کہا۔

"مجھے کچھ یاد نہیں پڑتا، آپ ہی ذرا بتا دیں گے تو کیا ہو جائے گا"

رونی نے کہا

"کتنے دنوں سے میرا وہ کام تشنۂ تکمیل پڑا ہوا ہے جس کی تکمیل مر
آپ پر منحصر ہے ــــ آپ آدھا گھنٹہ روزانہ بھی تو مجھے نہ دے
سکیں ہفتہ میں ایک مرتبہ اگر تھوڑا سا وقت دے دیا کریں تو یہ
مکمل ہو جاتا، اسے نامکمل دیکھتا ہوں تو میرے دل کے ٹکڑے ہو
جاتے ہیں۔ کتنے شوق سے میں نے یہ کام شروع کیا تھا، کتنی حسرت سے
اسے نامکمل رکھتے ہوئے چھوڑ رہا ہوں"

نانڈلی ہنسنے لگی۔

"ارے تو کیا آپ میری وہ تمثالی مدال بنانے کا ارادہ کر رہے
تھے؟"

رونی نے پوچھا۔

"اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے آپ کو؟"

وہ بولی،

"میرا اور اپنا مذاق اڑوانے کے لئے؟"

رونی نے اور زیادہ سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"دیکھیے مس نانڈلی اس پر کچھ آپ کا نام تو کندہ نہیں ہوگا
دوسرے شہر میں نمائش ہو رہی ہے جہاں ہمارے کالج میں سے

ہی کوئی آدمی جانے، میرے نام سے بھی کوئی آپ کو نہیں پہچان سکے گا
باقی یہ ضرور ہے کہ اگر آپ تعاون کریں تو اپنے حوصلہ کے مطابق میں
ایک چیز بنا لیتا جس انداز میں اسے بنانا چاہتا ہوں۔ اسے دیکھ کر
آرٹ سے بہر ذوق رکھنے والا ضرور بھڑک اُٹھے گا۔ واد دینے پہ
مجبور ہو گا، باقی انعام اور نمبر کی ہوس مجھے بھی نہیں ہے ؟"

نازلی نے کچھ رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اتنی سی بات، یہ آپ یوں الٹوانی کھٹوائی لے کر پڑ گئے تھے
کل سے شروع کر دیجئے نا!"

لیکن یہ بشارت روفی کو خوش نہ کر سکی، اس نے اسی طرح بجھے
ہوئے لہجہ میں کہا۔

"سوال یہ نہیں ہے کہ کام کل سے شروع کروں، یا پرسوں سے
یا آج سے —"

نازلی نے پوچھا،

"پھر کیا سوال ہے ؟"

روفی نے جواب دیا،

"یہ کہ آپ کتنی دیر خاموشی کے ساتھ بیٹھ سکیں گی ؟ ——
سب کچھ اسی پر منحصر ہے نا!"

نازلی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بہت بدظن ہو گئے ہیں آپ مجھ سے، —— وعدہ کرتی ہوں

مکمل ایک گھنٹے تک جنبش نہیں کروں گی اپنی جگہ سے ——— اب ت

آپ خوش ہو گئے ——— !"

روفی نے بے اعتباری کے ساتھ کہا۔

" آپ نے اگر پندرہ منٹ کا وعدہ کیا ہوتا تو سچ سمجھ کر واقعی خو

ہو جاتا، لیکن ایک ——— گھنٹہ! ناممکن!

نازلی اٹھتی ہوئی بولی،

" دیکھیے گا!"

اور دوسرے دن واقعی اس نے اپنے وعدے پہ عمل بھی شرو

کر دیا۔

(۱۳)

نازلی اور رونی دونوں نے اپنی اپنی تصویریں آرٹ اگزبیشن میں بھیج دیں، [illegible] اندر سے، یا کالج کے دوسرے لوگوں کو اس کی کوئی اطلاع نہیں دی، ضرورت ہی کیا تھی اس کی؟

ایک روز کلاس ختم کرنے کے بعد چپراسی نے نازلی سے کہا۔

"صاحب نے بلایا ہے آپ کو!"

نازلی نے پوچھا۔

"مجھے؟"

وہ بولا۔

"جی ہاں، فوراً بلایا ہے!"

نازلی نے کاپیاں سنبھالیں اور گویا ہو گئی۔

نازلی نے سر جھکا دیا اور مسکراتی ہوئی کہنے لگی۔

"جی ہاں یہ غلطی تو ہوئی تھی!"

موسیو نے شکوہ کیا۔

"لیکن ہمیں کیوں نہیں بتایا؟"

وہ کہنے لگی۔

"کیا کرتی بتا کر، رونی صاحب نے مجھ سے اصرار کیا میں نے ان سے اصرار کیا۔ ہم دونوں نے اپنی بنائی ہوئی تصویریں بھیج دیں۔ یہ ایک حماقت تھی اس کا زبان پر لانا اچھا نہ معلوم ہوا۔"

موسیو نے ایک قہقہہ لگایا۔ اور رونی سے پوچھا۔

"یہ لڑکی ٹھیک کہہ رہی ہے؟"

"جی ہاں ——— یہی بات تھی!"

موسیو اندر سے اور زیادہ خوش ہوئے بلکہ وفورِ مسرت سے جامہ میں نہ سماتے ہوئے کہا۔

"تو ایک خوش خبری سن لو ——— تم ہی دونوں کی تصویروں نے نمائش میں پہلا اور دوسرا انعام حاصل کیا ہے۔ پہلا انعام دو ہزار روپے رونی کو ملا ہے۔ دوسرا انعام ڈیڑھ ہزار روپے کا نازلی تمہیں۔"

رونی اور نازلی دونوں کو سکتہ سا ہو گیا۔

"کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟"

اسی اثنا میں موسیو نے دو ہزار کا چیک ڈرافٹ رونی کی طرف اور

"چلئے !"

چپراسی نے روفی سے کہا۔

"آپ کو بھی بلایا ہے !"

روفی کو حیرت ہوئی، نازلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہم دونوں کو بلایا ہے !"

اس نے کہا۔

"جی ہاں، ابھی اسی وقت بلایا ہے۔ کہا فوراً ساتھ لے کر آؤ !"

مجروح صاحب پاس بیٹھے تھے، کہنے لگے۔

"جاؤ خدا کو سونپا ——— ضرور کچھ دال میں کالا ہے !"

روفی نے مجروح کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اور نازلی کے ساتھ
کے دفتر کی طرف چل پڑا۔ وہاں پہنچا تو موسیو سراپا انتظار بنے کھڑے
شکایت آمیز لہجہ میں فرمایا۔

"بڑی دیر لگا دی !"

روفی نے کہا۔

"میں تو فوراً حاضر ہو گیا !"

موسیو کرسی پر بیٹھ گئے۔ ان دونوں کی طرف بھی اشارہ کیا کہ بیٹھ
جائیں۔ اس وقت موسیو بہت زیادہ خوش نظر آ رہے تھے۔ پھر میز کی دراز
ایک لفافہ نکالا۔ اسے کھولا اور فرمایا۔

"تم دونوں نے نمائش میں اپنی بنائی ہوئی تصویریں بھیجی تھیں !"

ڈیڑھ ہزار کا نانزلی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ تم دونوں نے کالج کا نام روشن کر دیا۔ وہ تصویریں اب نمائش کی ملکیت ہیں۔ وہ تصویریں یہ اب تمہارا اور ہمارے کالج کا پروپیگنڈہ کرتی رہیں گی۔"

روفی اور نانزلی موسیو کا مناسب الفاظ میں شکریہ ادا کر کے باہر نکلے مجروح صاحب دروازے پر خیریت دریافت کرنے کے لیے کھڑے تھے پوچھا۔

"سچ کہنا، کیسی گذری؟"

روفی نے روکھا سا منہ بنا کر کہا۔

"بس تم مزے کرو کالج میں ہم تو جاتے ہیں۔"

مجروح صاحب چونک پڑے۔

"کہاں؟ ——— کیوں؟"

روفی نے ویسے ہی سوکھے منہ سے کہا

"موسیو سے نہ جانے کس نے شکایت کر دی میرا اور انہوں نے!"

مجروح نے پوچھا

"اور مس نانزلی کا بھی؟" ——— انہیں کیوں بلایا تھا!"

روفی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"ان سے پوچھ لو!"

اتنے میں موسیو دفتر سے باہر نکلے، انہیں دیکھ کر مجروح صاحب ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے۔ زبان بھی بند ہو گئی۔

موسیو نے پوچھا۔

"کہیئے مسٹر مجروح آپ کیسے تشریف لے آئے؟"

مجروح صاحب بغلیں جھانکنے لگے۔

موسیو نے اس خوشخبری میں انہیں بھی شریک کر لیا۔

"آپ کو چاہیئے کہ روحی اور نازلی کی شان میں قصیدہ لکھیں، بڑا پالا مارا ہے ان دونوں نے ——۔"

مجروح صاحب حیرت سے روحی کو، پھر نازلی کو۔ پھر موسیو کو دیکھنے لگے۔

موسیو نے ساری داستان سناتے ہوئے کہا۔

"بتائیے کتنی بڑی خوشخبری ہے یہ؟ —— آپ کو اور آپ کے دوستوں کو چاہیئے کہ ایک گرانڈ ڈنر کا اہتمام کریں ان دونوں کے اعزاز میں۔"

یہ خوشخبری سن کر واقعی مجروح صاحب نہال ہو گئے۔ فرمایا۔

"درست جانیں اور ان کا کام۔ میں تو صرف اپنی طرف سے ڈنر دوں گا۔"

موسیو نے پیٹھ ٹھونکی۔

"شاباش!"

موسیو کے جانے کے بعد مجروح نے رونی کو گھورتے ہوئے کہا

"یہ کیا حرکت تھی؟ یاروں سے ایسی خبر چھپاتے ہو؟"

رونی ہنسنے لگا!

گردشِ آسماں

ایامِ مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے
دن عشق کے گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کیسے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۱)

شیرازہ جب بکھرتا ہے تو اتنی تیزی سے اور اتنا خلاف توقع کہ
کسی کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کہ یوں یہ جمع ہوا مجمع اکھڑ جائے گا حالات
جب پلٹا کھاتے ہیں تو اتنی سرعت سے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے
یہ کیا ہو گیا!

نازلی کرسمس کی چھٹیوں میں گھر گئی۔ وہاں جا کر ایسی بیمار پڑی کہ
جان کے لالے پڑ گئے۔ ذرا اچھی ہوئی تھی کہ جان چھڑکنے والی ماں اس
دنیا سے رخصت ہو گئی۔ اس غم نے اور زیادہ نڈھال کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا
کہ آخری امتحان کی بڑی امیدوں سے تیاری کر رہی تھی اس بار وقت
ہو گیا اور وہ شریک امتحان نہ ہو سکی۔ ماں کا غم ابھی تازہ تھا کہ ایک
حادثہ رونما ہوا۔ خان بہادر معصوم حسین صاحب نے ایک نوجوان

لڑکی سے جو تقریباً نسرین کی ہم عمر تھی شادی کر لی اور گھر میں آتے ہی
نے نوس لمن الملک بجانا شروع کر دیا۔ نوجوان، بھرپور خوبصورت
ایک بوڑھے شوہر کی بیوی بجا طور پر وہ اپنے آپ کو اس گھر کا
گھر کے مکینوں کا مالک سمجھنے لگی۔ خان بہادر صاحب کتنا چاہتے
نازلی کو لیکن اس نئی نویلی دلہن نے سب سے پہلے اسی محبت
ڈاکہ ڈالا۔ اور خان بہادر صاحب کو نازلی سے چھین لیا۔ وہ منہ
رہ گئی۔ پہلے نازلی کے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ ایک فرمان کی حیثیت
رکھتا تھا۔ اس کی ہر ضد پوری ہوتی تھی لیکن اب؟

اب یہ عالم تھا کہ گھر میں نئی ماں کا طوطی بولتا تھا۔ اس کی ہر ضد
ہوتی تھی۔ اس کے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ فرمان کی حیثیت رکھتا
نوکر جو ہر وقت تعمیل حکم کے لئے نازلی کا منہ تکا کرتے تھے۔ اب
کی ان سنی کر جاتے تھے، وہ کہتی رہ جاتی تھی مگر یہ ٹالی جاتے
نئی بیگم صاحبہ نے ایسی دہشت طاری کر دی تھی بیچارے یہاں
خان صاحب تک ان سے بید لرزاں کی طرح کانپتے تھے۔ جب
کے مالک کا یہ حال تھا تو دوسروں کا جو حال نہ ہو کم تھا۔

نسرین کی شادی ہو چکی تھی اور وہ اپنے گھر سے خوش تھی۔ جب
سے نئی ماں نے اس گھر میں قدم رکھا تھا۔ اور اس کے طور طریقے
نے دیکھے تھے۔ آنا جانا بالکل کم کر دیا تھا۔ لیکن نازلی کی وجہ سے مجبور
آخر وہ اپنی چہیتی اور چھوٹی بہن کو اس مصیبت میں نہ دیکھ سکی۔ ایک

وہ آئی اور اس نے نازلی سے کہا۔

"تم میرے ساتھ چلو گی!"

نازلی نے پوچھا۔

"کہاں؟"

نسرین نے کہا۔

"میرے گھر —— میں تمہیں یہاں نہیں رہنے دوں گی۔ یہ عورت تمہاری ماں! تمہیں زندہ نہیں رہنے دے گی!"

نازلی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ نسرین نے اس کے آنسو پونچھے اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور پھر خود بھی سسکیاں لینے لگی۔ دو مجبور جب ایک دوسرے سے ہمدردی کرتے ہیں تو آنسو سے بہتر ترجمان کوئی نہیں ملتا۔

تھوڑی دیر میں ملازم آیا۔ اور اس نے کہا۔

"صاحب اور بیگم صاحبہ کھانے پر منتظر ہیں۔"

نسرین اور نازلی، ڈائننگ روم میں پہنچیں۔ خان بہادر صاحب بھیگی بلی بنے بیٹھے تھے۔ نئی بیگم صاحب پیکر جمال و جلال نظر آ رہی تھیں۔ نازلی اور نسرین اپنی اپنی کرسی پہ جا کر بیٹھ گئیں۔ خان بہادر صاحب نے نظر اُٹھا کر نازلی کو دیکھا اس کا اُترا ہوا چہرہ، اس کی پُرنم آنکھیں، اس کی افسردگی اور ملال دیکھ کر ان کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا لیکن ظاہری طور پہ ہمدردانہ مجبوریا پرسش احوال کی جرأت بھی نہ کر سکے۔ نئی بیگم صاحبہ کی دہشت اس

درجہ غالب تھی بیچارے پر۔ کھانے کے دوران میں نسرین نے خان
صاحب ... سے کہا۔
"ڈیڈی آپ نے نازلی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"
خان بہادر صاحب نے نہایت ملائم لہجہ میں پوچھا۔
"اس کے بارے میں کیا سوچنا ہے؟"
نسرین بولی۔
"کیا آپ دیکھتے نہیں وہ دن بدن گھلتی چلی جا رہی ہے۔ بڑی بوڑ
بن کر رہ گئی ہے۔ نہ اسے سکون حاصل ہے نہ مسرت۔ کالج میں کم
یہ تو تھا کہ ہر فکر سے آزاد اور بے فکری کی زندگی بسر کر رہی تھی۔"
خان بہادر صاحب کچھ کہنے والے تھے کہ نئی بیگم صاحبہ نے
"ہاں یہ تو ٹھیک کہہ رہی ... لیکن کالج کے مصارف موجودہ
میں تو ناقابل برداشت ہیں۔ صرف پنشن پر گزارا ہو رہا ہے۔ یا تھوڑا
کاروبار میں جو آمدنی ہوتی ہے وہ گھر کے مصارف کے لئے پوری
پڑتی۔ کالج کے لئے کئی سو روپے مہینہ کہاں سے آئیں گے؟"
نسرین نے حقارت بھری ایک نظر اپنی نئی ماں پر ڈالی۔
گویا ہوئی۔
"اسی آمدنی میں آخر اتنے دن اس کے کالج کے مصارف
رہے ——— بہر حال میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ کالج جائے۔ اگر
گی تو شاید میں ہی بندوبست کر لوں۔ اس وقت تو ڈاکٹروں کی را

کم از کم چھ مہینہ تک اسے بالکل آرام کرنا چاہیئے۔ قلب و دماغ پر ذرا بھی بار نہ پڑنا چاہیئے۔"

خان بہادر صاحب نے تائید کی۔

"ہاں یہ تو ہونا چاہیئے۔"

نئی بیگم صاحبہ لبد لیں۔

"تو یہاں کون سا کام لیا جاتا ہے نازلی بیگم سے؟ اطمینان سے اپنے کمرہ میں لیٹی رہتی ہیں اس سے بڑھ کر اور آرام کیا ہو گا؟"

نسرین نے کہا۔

اس گھر کی عام فضا ـــ اور معاف کیجئے گا۔ آپ کا رویہ کم از کم نازلی کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ میں نے اور اماں مرحومہ نے اور خود ڈیڈی نے بھی اسے پھول پان کی طرح پالا پوسا ہے۔ کم از کم میں نہ اسے چپ دیکھ سکتی ہوں۔ نہ مغموم صاحب بھی میں آتی ہوں تو اسے ہمیشہ اسی طرح بے حال پاتی ہوں۔

خان بہادر صاحب نے اپنی بکھری ہوئی ہمت مجتمع کر کے کہا۔

"بیٹی نازلی اگر تمہیں کوئی تکلیف ہے۔ تو تم مجھ سے کیوں نہیں کہتیں؟"

نئی بیگم صاحبہ لبول پڑیں۔

"ہاں خوب لگائی بجھائی کیوں نہیں کرتیں۔ میرے خلاف تاکہ تمہارے ڈیڈی مجھے مارنا پیٹنا شروع کر دیں۔"

خان بہادر صاحب نے فرمایا۔

"بیگم تم تو خواہ مخواہ خفا ہوئی جا رہی ہو"

وہ بولیں۔

"اور کیا میرا تو دماغ چل گیا ہے، —— ایسا کرو تم لوگ میں

میں کانٹا ہوں راستے کا، ہٹ جاتی ہوں ——"

خان بہادر صاحب نے کہا۔

"تم اس گھر کی مالک ہو!"

وہ بولیں۔

"ہاں اور کیا اسی لئے اتنی دیر سے بیٹھی جوتے کھا رہی ہوں"

نسرین نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی بات بڑھانے کی ضرورت نہیں نازلی میرے پاس

گی —— اُٹھو نازلی ——"

نازلی نسرین کے ساتھ کمرہ سے باہر جانے کے لئے اُٹھی

بہادر صاحب نے کہا۔

"سنو تو نسرین!"

وہ جاتے جاتے ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔

"جی فرمائیے ——"

خان بہادر صاحب نے فرمایا۔

"بہر حال یہ تمہاری ماں ہیں۔ ان کا ادب و احترام تمہیں ملحوظ

چاہیئے۔ ۔ ہانا نزلی کا معاملہ تو اگر اسے تمہارے پاس سکھ مل سکتا ہے اور یقیناً مل سکتا ہے کیونکہ تم اس کی مزاج داں بھی ہو اور دمساز بھی، تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ لے جاؤ اپنے ساتھ جیسے یہاں رہی ویسے وہاں اس کے جو مصارف ہوں گے وہ میں ادا کرتا رہوں گا۔"

نسرین نے کہا۔

ڈیڈی وہ کسی ہوٹل میں نہیں جا رہی ہے۔ اپنی بہن کے پاس جا رہی ہے۔ اور وہ بہن اسے اتنا ہی چاہتی ہے۔ جتنا اس کی ماں چاہتی تھی ویسے آپ ہمارے ڈیڈی ہیں ہم جب چاہیں آپ سے مانگ سکتے ہیں۔ رہ جھگڑا کر لے سکتے ہیں۔ لیکن اس وقت اس کا کوئی سوال نہیں!"

خان بہادر صاحب خاموش ہو گئے گویا انہوں نے رضامندی دے دی تھوڑی دیر کے بعد نازلی نسرین کے ساتھ اس کے گھر آ گئی!

(۲)

نازلی کے جاتے ہی کالج کی بساطِ احباب بھی اُلٹ گئی!
روفی اپنے والدین کا اکلوتا لڑکا تھا۔ باپ ایک دفتر میں ہیڈ ک
تھے لیکن روفی کو شہزادے کی طرح رکھتے تھے۔ اس کے تمام مصار
بڑی دریادلی سے برداشت کرتے تھے۔ اس کی کسی امنگ اور جو
وہ حارج ہونا نہیں چاہتے تھے لیکن ایک ایکسیڈنٹ میں ان کا انتقا
ان کے مرتے ہی آمدنی کا ذریعہ بند ہو گیا جس گھر میں کل تک سینکڑو
ماہوارہ کا صرفہ تھا اب وہاں روپے کی بھی آمدنی نہ رہی۔ حادثہ کی خبر
ہی روفی گھر روانہ ہو گیا۔ باپ کے انتقال کے بعد، اب کالج میں
جانے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ بوڑھی ماں کی دیکھ بھال کرنے وا
نہ تھا مجبوراً تعلیمی سلسلہ منقطع کر کے اس نے گھر پر اقامت اختیار کر

نازلی اور روفی کے جانے کے بعد مجروح صاحب کو کالج اور ہوسٹل
کے در و دیوار کاٹنے کو دوڑنے لگے ۔ روفی کا بدل تو مل ہی نہیں سکتا تھا ۔
نازلی کا نعم البدل حاصل کرنے کی انہوں نے چند ناکام کوششیں کیں ۔
آخر تھک ہار کر انہوں نے بھی بوریہ بستر اٹھایا اور ایک ہفتہ کی رخصت
لے کر یہ فیصلہ کر کے کالج سے باہر نکلے کہ اب یہاں کبھی نہیں
آنا ہے ۔

موسیو اندرے بھی کچھ خانگی تفکرات میں ایسے مبتلا ہوئے کہ کالج
سے ان کی وہ دلچسپی قائم نہ رہی جس نے کالج کو بام عروج پر پہنچایا تھا
جرمنی میں مس اندرے نے جس شخص کو پسند کیا تھا ۔ اس سے
شادی کر لی ۔ لیکن بہت جلد یہ شادی طلاق پر ختم ہو گئی ۔ مس اندرے
کو اس واقعہ کا اتنا صدمہ ہوا کہ وہ پاگل ۔۔۔ ہو گئیں ۔ یہ اطلاع ملتے ہی
موسیو اندرے اپنی بیوی سمیت ایک طویل مدت کے لئے وائس پرنسپل
کو قائم مقام پرنسپل بنا کر شاذو سے رخصت ہو گئے ، لیکن ان کے
جانے کے بعد وائس پرنسپل صاحب کالج کی وہ ساکھ نہ قائم رکھ سکے جو
موسیو اندرے کے زمانے میں تھی ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جس تیزی کے ساتھ
کالج نے ترقی کی تھی اسی سرعت کے ساتھ وہ زوال کے مدارج طے
کرنے لگا ۔ کئی طلبہ اور طالبات نے دل برداشتہ اور مایوس ہو کر نام
کٹائے ۔ کلثوم نے گورنمنٹ کالج میں داخلہ لے لیا ۔ یاسمین اور جمیل،
کا رومان انتہا کو پہنچ گیا یعنی دونوں کی شادی نہایت دھوم دھام سے

(۳)

نسرین کے ہاں آنے کے بعد نازلی کی طبیعت سنبھل گئی۔ کم از کم ایسے ماحول سے نجات مل گئی جو مستقل ذہنی اذیت کا سبب بنا ہوا تھا۔ نہ وہ [illegible] ان کی شان کبریائی برداشت کر سکتی تھی۔ نہ اپنے محبوب باپ کی مجبوری بے بسی اور بے کسی کا منظر اس سے دیکھا جاتا تھا۔ نسرین کے [illegible] دونوں میں سے کوئی نہ تھا۔ لہذا وہ ہر وقت کی روحانی اذیت بھی [illegible] تھی جو دشمنِ جان بنی ہوئی تھی۔ ویسے بھی نسرین اس کا بہت خیال [illegible] تھی۔ زبردستی کر کے کبھی سینما لے جاتی۔ کبھی سیر گل گشت پر مجبور کرتی [illegible] کی اردو، انگریزی کتابوں اور ناولوں کا ایک ڈھیر لگا دیا تھا اس [illegible] کو فرصت کے لمحات بھی اس ہلکے پھلکے لٹریچر کے مطالعہ [illegible] زندگی میں نازلی کبھی نسرین سے اتنی قریب نہیں ہوئی تھی جتنی

ہو گئی۔ تھوڑے ہی دنوں میں کالج کا نقشہ بالکل بدل گیا۔ کوئی آدمی کہہ ہی
نہیں سکتا تھا یہ وہی کالج ہے جس نے سوسیوانادرست کے زمانہ میں بین الاقوامی
شہرت حاصل کر لی تھی۔ جس کے طالب علموں میں روزی، امجد روح، جمیل، شاذ،
کلثوم، آپا، یاسمین جیسی ہستیاں شامل تھیں۔ جن کے دم سے کالج میں ہر وقت
چہل پہل، رونق اور گہما گہمی کا عالم رہتا تھا۔ اب نہ کوئی زندگی تھی نہ تفریح
نہ چہچہے، نہ ذہن کا عروج ——— صرف عمارتیں تھیں روح سے خالی
کالج کے جاندار طلباء اور طالبات ہی نہ وہ زندگی تھی نہ وہ
کو ان شاندار روایات کا بھی علم نہیں تھا جنہوں نے کالج کو کالج بنا
تھا۔ اس لئے کہ دفعتہً وہ تمام لوگ کسی نہ کسی وجہ سے کالج چھوڑ
پر مجبور ہو گئے جنہوں نے یہ روایات قائم کئے تھے جن کے دم
روایات زندہ تھے جو روایات کی تخلیق کیا کرتے تھے۔
کچھ دنوں کے بعد ایک مرتبہ یاسمین اور جمیل شاذ آئے تو
جی چاہا کہ ذرا ایک نظر کالج پر بھی ڈال آئیں جہاں کے در و د
سے نہ جانے کتنی قیمتی یادیں وابستہ تھیں۔ لیکن یہاں آکر بڑی مایو
ذرا بھی جی نہ لگا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد شاذ واپس آجانا پڑا
یہ سب لوگ حالات اور حوادث کے تحت کچھ اس ط
تھے کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ کسی کو دوسرے کے بارے
معلوم تھا کہ وہ کہاں ہے؟ کیا کر رہا ہے؟ ——— انقلا
ہیں زمانے کے!

اب، وہ نسرین کو اپنے معیار سے ذرا پست سمجھا کرتی تھی۔ بڑی ہو
تھی تو کیا ہوا، دونوں کے اطوارِ حیات میں واقعی فرق تھا۔ نازلی کے
لیے کالج کی دنیا سب کچھ تھی اور اس دنیا کی وہ ملکۂ مہر لگار بنی ہوئی تھی
نسرین کا مزاج دوسری طرح کا تھا۔ اسے خانگی دلچسپیاں انتہائی معروف
رکھتیں۔ اور جو کچھ پڑھ چکی تھی۔ اس پر اس درجہ قانع تھی کہ نازلی کی
کو ذرا بھی اہمیت نہیں دیتی تھی۔ دونوں بہنیں ماں جائی ہونے کے
ایک دوسرے سے ذرا الگ الگ سی تھیں اور ———— معلوم ہو
لیکن ماں کے مرنے کے بعد سے نسرین بالکل بدل گئی اور ہر معنی میں
کی قائم مقام بن گئی۔ نازلی نسرین کے پاس رہ کر ایسا محسوس کرنے لگی
اس کی مرحومہ ماں مری نہیں ہے۔ اس نے صرف روپ بدل لیا ہے
وہ کسی اور صورت میں تھی۔ اب نسرین کے روپ میں ہے۔ نسرین کے
بچاؤ، پیار، اور محبت نے نازلی کو اس سے بہت زیادہ قریب کر دیا
اس کے دامن میں وہی سکون اور اطمینان محسوس کرتی تھی۔ جو ایک
آغوشِ مادر میں!

نسرین کے شوہر، شفقت حسین صاحب بھی اسم بامسمیٰ آدمی
یعنی سراپا شفقت و محبت، انہوں نے بھی نازلی کی دلدہی اور دل
میں بیوی کے پاسِ خاطر سے کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا۔ آدمی کھ
پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے یار باش بھی تھے
اس کی دعوت ہے، کل اس کی، آج فلاں دوست بدعو

فلاں صاحب کو ڈنر دیا جا رہا ہے۔ ان دعوتوں کا سارا بار ملازموں اور نوکروں کی موجودگی کے باوجود تنہا نسرین پر پڑتا تھا کیونکہ شفقت صاحب اس دعوت کو خواہ وہ کتنی ہی الوانِ نعمت سے بھرپور کیوں نہ ہو نامکمل سمجھتے تھے۔ جب تک نسرین کے ہاتھ کی پکائی ہوئی چند مخصوص چیزیں دسترخوان پر موجود نہ ہوں۔ بعض چیزوں کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ نسرین کے علاوہ دنیا میں کوئی بھی انہیں نہیں پکا سکتا۔ لہٰذا وہ خوشامد اور اصرار سے کام لے کر ان چیزوں کے پکانے پر نسرین کو مامور کر دیتے تھے۔ اور وہ بیچاری شوہر پرست عورت ہر حالت میں ان کے احکام کی بجا آوری اپنے لیے راحت سمجھتی تھی۔ جب سے نازلی آئی تھی وہ بھی بہن کا ہاتھ اس کے منع کرنے کے باوجود بٹانے لگی تھی۔ چنانچہ اب شفقت صاحب کے "مینو" میں چند چیزوں کا اور اضافہ ہو گیا تھا۔ اب دعوتوں کے موقع پر ہدایت دی جاتی۔ "بیگم یہ چیزیں تو تم اپنے دستِ کرشمہ ساز سے تیار کرنا اور یہ چیزیں نازلی تیار کرے گی۔" نسرین کہہ جاتی۔

"جی نہیں —— وہ اس لئے یہاں نہیں آئی ہے۔"

شفقت صاحب حاضر جواب ہونے کے باوجود لاجواب ہو جاتے ایسے موقع پر نازلی خود بول پڑتی۔

"تو آپا کیا ہوا اس میں ذرا دیر تو لگے گی —— بھائی صاحب آپ مطمئن رہئے میں ضرور پکا دوں گی۔"

وہ خوش ہو جاتے اور علی الاعلان فرماتے۔

(۴)

آج شفقت صاحب کا گھر نگار خانہ معلوم ہو رہا تھا۔ سجاوٹ، آرائش زیبائش دیکھنے کے قابل تھی۔ آج یہاں نواب اخلاق احمد آ رہے تھے۔

یہ دونوں دولت مند گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ دونوں نے ساتھ ساتھ نوابین کالج میں تعلیم حاصل کی تھی، جہاں صرف خاندانی امراء و روساء کے لڑکے ہی داخل ہو سکتے تھے۔ دونوں میں بڑا گہرا یارانہ تھا۔ عمر کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔

پھر حالات بدلے، شفقت کے والد اور اخلاق کے والد نے یکے بعد دیگرے رحلت کی، شفقت کے والد اس حال میں ان سے رخصت ہوئے کہ ان کی شاہ خرچی اور اولوالعزمی نے علاقہ کا گھر بار دیوالہ کر دیا تھا۔ وہ تو اگر شفقت غیر معمولی سوجھ بوجھ کا آدمی نہ ہوتا تو شاید گھر تک

"واقعہ یہ ہے کہ نازلی اپنے اخلاق کے لحاظ سے بڑے اونچے مقام پر فائز ہے ـــ بعض لوگوں کے لیئے تو یہ ڈوب مرنے کا مقام ہے!"
پھر شریر آنکھوں سے نسرین کی طرف دیکھتے اور مسکراتے ہوئے چلے جاتے، وہ کھنتی ہی رہ جاتی۔
"خوشامدیں کر کر کے کوئی کام لینا ان سے سیکھ لے!"
لیکن اس حبیث فقرے کا جواب کون دیتا! ـــــ شفقت بھی تو اپنی کہہ کر باہر جا چکے ہوتے۔ ہاں بیچاری نازلی تھی جو مسکرا کر رہ جاتی اور کبھی کہہ دیتی،
"آپا، بھائی صاحب تو گئے بھی اب کسے سنا رہی ہو!"

نیلام ہو جاتا۔ اس نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا۔ جائداد کا بڑا حصہ بیچ
کر کے قرض اُتارا۔ اور جب کچھ تھوڑا بہت بچ رہا۔ اسے سنبھالنے اور ...
دینے کی جد و جہد میں مصروف ہو گیا۔ شفقت کے والد کے زمانے میں
پندرہ سولہ ہزار ماہوار تھی پھر بھی لاکھوں کا قرض اور سود در سود کا چکر، اب ...
سے زیادہ آمدنی، دو تین ہزار ماہوار تھی۔ مگر ایک پیسہ کسی کا قرض نہیں
سود کا چکر، جو آسودگی اور اطمینان اب تھا وہ والد مرحوم کے زمانے
ایک دن کے لئے بھی نہ آیا۔ اخلاق کے والد بہت بڑے علاقے کے ...
تھے۔ کم و بیش دس یا ۵ لاکھ سالانہ کی خالص آمدنی تھی۔ بہت بڑے
تھے، بلکہ بعض لوگ تو انہیں کُبیر مگھوا چند کے خطاب سے پکارتے ...
نوازا کرتے تھے۔ خیر خیرات سے انہیں کبھی دلچسپی نہ تھی۔ آمدنی کا ...
ان کے نزدیک صرف یہ تھا کہ دولت جمع کی جائے۔ یا اس سے کو...
منفعت بخش چیزیں خرید لی جائیں چنانچہ وہ جب اس دنیا سے رخصت
ہوئے تو اپنے بیٹے کے لئے ایک بہت بڑی جائداد کے علاوہ بے
شمار نقد روپیہ، بے حساب قیمتی چیزیں از قبیل تدبیر رات، جواہرات
وغیرہ چھوڑ گئے۔ یہ خاندان ہمیشہ سے انگریزوں کا جانثار، نمک اور
حلال، اور وفادار رہا تھا۔ لہٰذا موروثی حیثیت "نواب" کا خطاب انگ...
نے از راہ قدردانی عطا کر دیا تھا۔ چنانچہ باپ کے مرتے ہی اخلاق
خود بخود نواب ہو گئے

اخلاق کو فنون لطیفہ، آرٹ، آثارِ قدیمہ اور حسنِ فرنگ سے

دلچسپی تھی۔ باپ کے چہلم سے فارغ ہو کر ولایت تشریف لے گئے اور کافی
تین سال تک وہاں مقیم رہے۔ بیرسٹری کی سند بھی حاصل کر لی جس کی کوئی
ضرورت نہ تھی اور بیش از بیش تجربات بھی۔ ان تین سال کی مدت
میں وہ کئی مرتبہ آئے لیکن مسافر کی طرح چند روز ٹھہرے اور چلے گئے۔ اب
مستقل طور پر واپس تشریف لے آئے تھے۔ اخلاق کی صرف ایک بڑی بہن
تھیں جو عرصہ ہوا بیوہ ہو چکی تھیں چونکہ شوہر لاولد مرے تھے۔ اس لئے ان
کی ساری جائداد و املاک کی تنہا وارث بھی تھیں اور ان کے بعد یہ ساری
چیزیں اخلاق کو منتقل ہونے والی تھیں۔ اس لئے بھائی بہن میں تعلقات
بہت خوش گوار تھے۔ صرف خوشگوار ہی نہیں بلکہ ضرورت سے زیادہ
خوشگوار تھے۔

نواب اخلاق احمد صاحب جب سے ڈگری لے کر مستقل اقامت کے ارادہ
سے تشریف لائے تھے ان کے دوستوں، عزیزوں، رشتہ داروں،
نیازمندوں اور واقفوں کی طرف سے دعوتوں کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ
آج شفقت صاحب کے ہاں باری تھی۔ شفقت کی دعوت اخلاق نے
خود تقاضا کر کے حاصل کی تھی۔ ایک مرتبہ ملاقات کے موقعہ پر کہنے لگے۔

بھائی شفقت سارے شہر نے ہماری دعوت کر ڈالی مگر تم نے
بھولوں بھی نہ پوچھا، تم تو کبھی بھی کنجوس نہ تھے!"

شفقت نے جواب دیا۔

ہاں کنجوسی کی نعمت تو مجھے کبھی حاصل نہیں ہوئی لیکن سوال یہ ہے کہ

اتنی ساری دعوتیں تو ہو چکیں ابھی اور نہ جانے کتنی ہونے والی ہیں ایک
دعوت کے ہونے یا نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے؟

اخلاق نے کہا۔

کیسے نہیں ہوتا۔ تم سے آج کا نہیں، بچپن کا جو ربط و تعلق قائم
آرہا ہے وہ کیسی ادھر سے بھی ہے؟ ——— پھر ذرا بھابی سے میری
ہے۔ دیکھیں وہ کس اخلاق کی ہیں؟

شفقت نے جواب دیا۔

بھابی سے جب ملنا ہو چلے آؤ۔ نہ تم سے پردہ ہے نہ وہ ای
کرتی ہیں۔

اخلاق مچل گئے۔

نہیں بھائی یوں نہیں آؤں گا تمہیں میری دعوت کرنی پڑے
وہ بھی نہایت پر تکلف!

شفقت صاحب کو کیا انکار ہو سکتا تھا۔

انھوں نے دعوت کر دی۔ آج اسی کی تیاری ہو رہی تھی۔

تیسری بار جب شفقت صاحب یہ دیکھنے کے لئے اندر تشری
لائے کہ دعوت کے سلسلہ میں کیا کیا ہو رہا ہے تو نسرین جل گئی اور
کہا۔

"تم بار بار تاک جھانک کیوں کر جاتے ہو آکر؟"

شفقت نے کہا۔

تو تمہارا کیا بگڑتا ہے؟ ——— اس بہانہ سے ذرا دیدار

کر لیتے ہیں۔

نسرین کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا۔

"آج ہی شوقِ دیدار نے کیوں اتنا بے تاب کر رکھا ہے؟"

شفقت نے کہا۔

وہ تو روز کرتا ہے آج چونکہ تم میری نگرانی کر رہی ہو اس لیے

پکڑا گیا۔

نازلی ہنسنے لگی۔

"اس کی گواہی میں بھی دیتی ہوں آیا۔"

نسرین نے اُسے گھرکا،

"تو چپ بیٹھی رہ ——— میں پوچھتی ہوں یہ کون صاحب ہیں۔

ان کی دعوت کے لیے دکھ تھیلیاں کھول دئیے گئے ہیں؟"

شفقت نے بتایا

"ایک دوست ہیں"

نسرین نے اعتراض کیا

اچھے دوست ہیں۔

شفقت نے کہا۔

ہاں ہیں تو اچھے دوست، لیکن تم نے کیسے جان لیا؟

نسرین بولی۔

جی ہاں اور کیا۔ اچھے دوست ایسے ہی ہوتے ہیں کہ دیوار...
دیں ——— میں کہتی ہوں ایک دوست کی دعوت میں اس تکلف
اور اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔
متانت اور سنجیدگی کے ساتھ شفقت نے کہا۔
ان کا اصرار یہی تھا۔
نسرین نے پوچھا۔
ان کا اصرار تھا کہ نہایت شاندار اور پُر تکلف دعوت کی جا...
ہاں ——— واقعی
نسرین شفقت کا منہ تکنے لگی۔ وہ بولے۔
"مجھے محسوس ہو رہی ہو؟ اگر یہ قابل اعتراض بات ہے تو خود
انہیں جھٹکار دینا جی بھر کے تاکہ پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کریں ——— با...
تصدیق وہ ہیں کرا دوں گا۔
نسرین نے پوچھا۔
تصدیق کیسی؟
شفقت نے جواب دیا
"یہی کہ یہ سارا اہتمام اور تکلف اخلاق صاحب کی فرمائش پر
گیا ہے!"
نازلی بول اُٹھی۔
"واہ بھائی صاحب کیا مہمان کے سامنے آپ ہمارے آبرو...

کریں گے؟"

شفقت نے جواب دیا۔

"اس میں ذلت کی کیا بات ہے؟"

نازلی بولی

"وہ کیا سوچیں گے اپنے دل میں؟"

شفقت نے کہا۔

"اوّل تو وہ زیادہ سوچنے والے آدمیوں میں ہی نہیں اور اگر سوچیں گے بھی تو ہمارا کیا بگاڑ لیں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ اب سے ایسی فرمائش کرتے جھجکیں گے۔"

نازلی ہنسنے لگی۔

"بھائی صاحب آپ بھی بڑے شریر ہیں خبردار مہمان کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کہہ دیجئے گا۔ آپ کی زبان ہی تو قابو ہے نہیں مجھے ڈر ہے کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے۔"

شفقت ہنسنے لگا۔ جب وہ جانے کے لئے مڑا تو نسرین نے کہا۔

"کل کتنے آدمی ہوں گے؟"

شفقت صاحب نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو صرف اخلاق کو مدعو کیا ہے خواہ وہ تنہا آئیں یا اپنے ساتھ پوری فوج لیتے آئیں آخر نواب ہیں، اپنی مرضی کے مالک، جو کرنا چاہیں کریں گے بھلا کوئی روک سکتا ہے۔"

AMINIA MUSLIM GIRLS SEC. SCHOOL
A. No. 328
Date 1·9·90

(۵)

وقت مقررہ پہ نواب اخلاق احمد تشریف لے آئے —— لیکن ہم

شفقت نے خیر مقدم کہتے ہوئے کہا۔

"ارے بھئی یوسف بے کاروان بن کر کیوں آئے ہو۔ غریب خانہ

پر! —— نہ کوئی دوست، نہ مصاحب، نہ ندیم، نہ دمساز، نہ ہمراز

تو ہے؟"

اخلاق نے موڑھے سے اُٹھتے ہوئے اور ڈرائنگ روم کی طرف

بڑھتے ہوئے کہا۔

"بہت دنوں کے بعد تم سے اطمینان سے ملنے کا موقع ملا

دوسروں کی مداخلت ناگوار ہوتی!"

شفقت کا ڈرائنگ روم بہت زیادہ تو نہیں لیکن اچھا خاصا

تھا۔ اخلاق نے کرسی پہ بیٹھتے ہوئے اِدھر اُدھر ایک نظر ڈالی پھر اشتیاق
کے ساتھ پوچھا۔
"اور ہماری بھابی؟"
شفقت نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"ان سے کھانے پہ ملاقات ہوگی۔"
"یہ کیوں؟" ـــــ اخلاق نے پوچھا ـــــ "ابھی کیوں نہیں؟"
شفقت نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"اس وقت وہ امورِ خانہ داری میں ذرا ضرورت سے زیادہ
منہمک ہیں!"
اخلاق نے ایک فرمائشی قہقہہ لگایا۔
"خوب بدنام کر رکھا ہے تم نے مجھے۔ کہ ہمارا دوست اخلاق
بڑا کھاؤ ہے!"
شفقت نے کہا۔
"اگر سچی بات کہنا بدنام کرنا ہے تو واقعی یہ غلطی تو ہو چکی ہے
کسار سے!"
اخلاق نے پھر ایک قہقہہ لگایا اور اُٹھ کھڑے ہوئے وہ بڑے
عجب وحشی آدمی تھے۔ ایک جگہ پہ جم کر بیٹھنا، یا زیادہ دیر تک ایک
ہی موضوع پر گفتگو کرنا۔ ایک ہی آدمی سے باتیں کئے جانا ان کی فطرت
کے خلاف تھا۔ چنانچہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ٹہلنا شروع کر دیا۔ دیوار وں

پر مختلف تصویریں مناظر کی اور اشخاص کی لگی تھیں - باری باری
دیکھا، بعض کو دیکھ کر خوش ہوئے، بعض کو دیکھ کر ناک بھوں
پھر کرسی پر بیٹھتے ہوئے فرمایا۔

"یار شفقت بڑے بادھو رہے ہو تم بھی!"

شفقت نے سگریٹ سلگاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں بھائی، اسے انکسار پر محمول نہ کرنا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں
ہمسری اور برابری کا دعوے ہرگز نہیں کر سکتا!"

اخلاق، شفقت سے لپٹ گئے۔

"خدا کی قسم ویسے ہی نثر پر، زندہ دل اور شوخ ہو جیسے آج سے
برس پہلے تھے!"

شفقت نے کہا

"ابھی کم از کم بیس برس تک اور رہوں گا!"

اخلاق نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

"بھابی پسند تو بہت ہوں گی؟"

شفقت نے جواب دیا۔

ہاں بھئی ہونا ہی چاہیئے۔ لاکھوں میں نہیں تو ہزاروں میں ایک
"ڈرائنگ روم میں ان کی ایک تصویر تو ہونی چاہیئے تھی
"وہ تصویر کھنچوانا گناہ سمجھتی ہیں!"

اخلاق نے پوچھا۔

"پھر تو وہ نماز بھی پڑھتی ہوں گی!"

شفقت نے بیچارگی کی تصویر بن کر کہا۔

"ہاں بھئی نماز بھی پڑھتی ہیں۔ روزہ بھی رکھتی ہیں۔ بڑی اللہ والی بی بی ہیں!"

"پھر تو وہ پردہ بھی کرتی ہوں گی؟"

"ہاں کرتی تو ہیں!"

"اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم ان کے دیدار سے محروم رہیں گے!"

"پاگل ہوئے ہو، محروم کیوں رہو گے ——— ؟"

"وہ پردہ جو کرتی ہیں؟"

"ارے بھائی پردہ مردوں سے کیا جاتا ہے یا سب سے؟"

اخلاق پر ہنسی کا دورہ پڑا، داد دیتے ہوئے کہنے لگا

"لطف آگیا۔"

شفقت جھک کر آداب بجالایا اور اہلِ لکھنؤ کی طرح گویا ہوا۔

"شکریہ!"

پھر شفقت نے پوچھا۔

"کچھ اپنی بھی تو سناؤ!"

اخلاق نے ایک ٹھنڈی سانس لی

"کیا بتاؤں بھئی! بہت مزے کر لئے، اب تو گھر بسانے اور پابندی کی زندگی بسر کرنے کا خیال ہے!"

شفقت نے کہا۔

"یہ تو بڑا مبارک خیال ہے۔ اس پہ آہ سرد بھرنے کی کیا ضرورت

اخلاق نے پھر ایک، ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا۔

"وہ گلیاں یاد آتی ہیں جہاں جوانی بن میں کھوئی ہے ـــــ ہائے

شفقت نے سوال کیا

"تو وہیں کے کیوں نہیں بن جاتے؟"

"نہیں بھائی، اپنے وطن کو، اپنے آبائی گھر کو اپنے باپ کی

نہیں چھوڑ سکتا!"

"بڑے سعادت مند ہو گئے ہو اب تو؟"

"ہونا ہی پڑتا ہے، ـــ والد کے انتقال کے بعد سے ذرا

کا بہت زیادہ احساس پیدا ہو گیا ہے۔ مجھ سے ابھی دو تین دن ہوئے

کہہ رہی تھیں۔ ۲۵ سال کی عمر ہو گئی اور تم نے شادی اب تک نہیں کی

میری جائیداد کے مالک میرے مرنے کے بعد تم نہیں ہو گے۔ تمہارا

شفقت نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور ہو تو اس دھولنی میں گھر لیانے کی سوجھی ہے حضرت کو

لیکن خود تمہارے پاس خدا کا دیا کیا کم ہے جو بہن کی جائیداد پہ للچائی

نظر ڈال رہے ہو؟"

اخلاق پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور ٹہلنے لگے

انہوں نے کہا۔

"ہاں میرے پاس بہت کچھ ہے اور میرا پروگرام یہ ہے کہ میں خاندانی جائداد میں بہت کچھ اضافہ بھی کر دوں گا۔ پھر بھی بہن کی جائیداد کا وارث اور مالک میرے سوا یا میرے ہونے والے بیٹے کے سوا کون ہو سکتا ہے؟"

شفقت نے کہا۔

"ٹھیک، خدا کے بندے شادی تو کر و کسی طرح ——— شادی ہوئی نہیں اور بیٹے کے خواب دیکھنے لگے!"

ایک تصویر کے پاس کھڑے ہو کر سٹر اخلاق نے اس پہ ایک ناقدانہ نظر ڈالی اور کہا۔

"شادی تو کر نی ہی ہے ——— بلکہ شاید کر بھی چکا ہوتا۔ سارے مراحل طے ہو چکے تھے۔ ساری تیاریاں ہو چکی تھیں۔ لیکن مجھے اپنے بڑھے ہوئے قدم پیچھے ہٹا لینا پڑے ———"

شفقت نے بے اختیار پوچھا۔

"لیکن کیوں؟"

"اس لئے کہ میں نے محسوس کیا۔ میں فلورا سے محبت نہیں کرتا۔ میں اب تک خود فریبی میں مبتلا تھا۔ ہماری ازدواجی زندگی کامیاب نہیں ہو سکے گی۔"

"لیکن یہ کیا فلورا کون بزرگ ہیں؟"

"لندن میں ہم دونوں کی دوستی نے رومان کی صورت اختیار کر لی تھی!"

"پھر الہام ہوا کہ یہ محبت جھوٹی تھی؟"

"ہاں؟"

"پھر نظرِ انتخاب کس پہ جا کر پڑی؟"

"ایک لڑکی پہ"

"ظاہر ہے لڑکی ہوگی، میری مراد کسی اور جنس سے نہ تھی۔ لیکن
لڑکی کون ہے؟"

"میں نہیں جانتا!"

"اس کا نام؟"

"یہ بھی نہیں معلوم!"

"قوم؟"

"لامعلوم!"

"کہاں رہتی ہے؟"

"میں نہیں کہہ سکتا!"

"لیکن تم اس سے محبت کرتے ہو؟"

"ممکن ہے!"

"یعنی اس سے تمہارا محبت کرنا مشتبہ ہے؟"

"میں وثوق اور یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ ممکن ہے مجھے
محبت ہو، لیکن جب تک میں اسے دیکھ نہ لوں۔ بل نہ لوں کیا کہوں"

"تم نے اب تک اسے دیکھا بھی نہیں ہے؟"

"نہیں!"

"تو آخر کیوں خواہ مخواہ اس بیچاری کے پیچھے پڑے ہو!"

"میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں!"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ مجھے پسند ہے!"

"ٹھنڈی سانس لے کر) مجھے اس لڑکی سے ہمدردی ہے!"

"شفقت تم میرا مذاق اڑا رہے ہو ——؟"

"پھر آخر کیا کروں؟ —— تم نے اسے دیکھا نہیں تم اس سے ملے نہیں، تم اس کے بارے میں کچھ جانتے نہیں۔ تم وثوق سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس سے محبت کرتے ہو یا نہیں؟ لیکن وہ تمہیں پسند ہے اور تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو۔ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا مذاق اڑاؤں اور ہنسوں یا ماتم کروں اور روؤں، بہر حال اگر پہلی صورت ناپسند ہے۔ تو ماتم کرنے اور رونے کو بھی تیار ہوں۔ اچھا فی الحال ہنسنا اور رونا ملتوی کر کے ایک سوال کرتا ہوں اس کا جواب دو۔!"

"فرمائیے کیا ہے آپ کا سوال؟"

"اس لڑکی کے بارے میں تمہیں کس نے بتایا تھا کہ وہ اس قابل ہے کہ تم اس سے شادی کر لو؟"

"کسی نے نہیں؟"

"کیا خواب میں دیکھا تھا؟"

"نہیں!"

"پھر آخر کس طرح تمہارا ذہن اس کی طرف منتقل ہوا؟"

اخلاق پھر کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔

"بھئی اصل معاملہ یہ ہے کہ میں نے اس کی صرف قلمی تصویر دیکھی
تم جانتے ہو نقاشی میری ہابی ہے۔ فنی نقطۂ نظر سے وہ تصویر اتنی اچھی
کہ میں اس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ اگر وہ لڑکی واقعی ویسی ہے جیسی تصویر
نظر آتی ہے تو بلا شبہ میں اس سے محبت کروں گا اور شادی بھی لیکن
ویسی نہیں ہے تو پھر نہ محبت کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ شادی کا۔"

"بات تو بڑی دور اندیشی پر مبنی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کیسے
معلوم ہو کہ "نقل مطابق اصل" ہے یا صرف مصور کی چابک دستی
کی صنعت گری؟"

"میں معلوم کر لوں گا!"

"لیکن کس طرح؟"

"دو ایک مقامات کا سراغ لگا ہے کہ وہاں اس لڑکی کو
چنانچہ عنقریب بلکہ ممکن ہے کل ہی یہ سوال، اس سلسلہ میں مجھے سفر
پڑے ---! بہر حال سراغ لگا کر رہوں گا۔ جب تک اس
پتہ نہیں چل جاتا شادی نہیں کروں گا۔!"

"خود زحمتِ سفر اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے کسی
یا ندیم کو کیوں نہیں بھیج دیتے؟"

"نہیں بھائی اپنا کام آپ ہی خوب ہوتا ہے۔ مصاحبوں اور

بیچ چکا، گچھے اڑا کر سیر و تفریح کر کے، بہت سا روپیہ برباد کر کے جیسے گئے تھے ویسی ہی واپس تشریف لے آئے — ہر شخص کی رپورٹ الگ، ہر ایک کی تحقیقات جدا، جتنے منہ اتنی باتیں!"

شفقت نے عارفانہ انداز میں سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔

"طلب صادق معلوم ہوتی ہے!"

اخلاق نے فوراً کہا۔

"یقیناً!"

"بس تو پھر پتہ چل جائے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر اس لڑکی کا پتہ چل گیا اور وہ تمہیں اس قابل نظر آئی کہ اس سے محبت کی جائے اسے رفیقہ حیات بنایا جائے مگر وہ رضامند نہ ہوئی تو کیا کرو گے؟"

"وہ کیوں نہ راضی ہوگی؟"

"اپنی پسند، اپنا مزاج!"

"کیا نہیں — آخر مجھ میں کمی کیا ہے! — کیا میں خوبصورت نہیں —؟"

"کیوں نہیں گلفام ہو؟"

"تندرست بھی ہوں؟"

"ماشاءاللہ دس بیس کے لئے اکیلے کافی ہو!"

"دولت مند بھی ہوں اور شاید ضرورت سے زیادہ!"

"اس سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا!"

"کسی لڑکی کے ہونے والے شوہر میں یہی چیزیں دیکھی جاتی ہیں
اور یہ ـــــ الحمد اللہ مجھ میں موجود ہیں ناپسند کیوں کیا جائے
گا ـــــ ؟"

"ایک بات اور بھی تو ہو سکتی ہے!"

"وہ کیا؟"

"یہ کہ وہ کسی سے محبت کرتی ہو؟"

"احمق ہو ـــــ وہ کیسے محبت کر سکتی ہے!"

"ارے بھئی واقعی میں بھی کتنا احمق ہوں۔ بھلا ایسا اندھیر ہو سکتا
کہ کوئی لڑکی کسی سے محبت کرے۔ اور لڑکی بھی وہ جس کے مستقبل کا
آپ کے ہاتھ میں ہے!"

"شفقت!"

"سن رہا ہوں!"

"میری حوصلہ افزائی کرو، ہمت شکنی نہ کرو! ـــــ تمہیں اندازہ
نہیں کہ اس معمہ کو حل کرنے کے لیے میں کتنا پریشان ہوں!"

"ہاں واقعی پہلے اندازہ نہیں تھا۔ لیکن اب ہو گیا اچھی طرح"

اتنے میں ملازم آیا اور اس نے یہ اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔
چُن دیا گیا۔

شفقت نے اخلاق کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"آؤ پہلے کھانا کھالیں۔ پھر اطمینان سے اس مسئلے کے

پہلوؤں پر غور کریں گے —— بہر حال یہ کوئی ایسا پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے جو حل نہ ہو سکے!"

شفقت اور اخلاق ڈرائنگ روم سے ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے —!

(۶)

شفقت اور اخلاق ڈائننگ ہال میں پہنچے ۔ دروازہ پر نسرین ا
نازلی استقبال کے لئے کھڑی تھیں —— ایک ماہ کامل، دوسری چودہ
کا چاند!

اخلاق کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں ۔ جیسے کوئی سایہ سے دھوپ
آجائے اور آنکھیں چکاچوند ہونے لگیں ۔

شفقت نے تعارف کراتے ہوئے نسرین کی طرف اشا

"یہ ہیں نسرین بیگم، میری اور اس گھر کی آقائے ولی نعمت!"

اخلاق نے سراپا اخلاق بن مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا
کے ہونٹوں پہ تبسم رقصاں تھا ۔ پھر شفقت نے نازلی کی طرف
کرتے ہوئے کہا ۔

"یہ ہیں نازلی خانم، ہمارے آقائے ولی نعمت کی خواہر عزیز!"

نازلی بھی کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اس سے اخلاق نے اور زیادہ تپاک اور گرم جوشی سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور پھر ایسا گم صم ہوا کہ وہیں کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ شفقت نے جو دیکھا کہ یہ حضرت، قائم بالذات ہو کر رہ گئے ہیں اس نے فقرہ کسا۔

"بھئی بوفا کا انتظام نہیں ہے کہ یہیں کھڑے کھڑے کھالو۔ آؤ میز پر آؤ!"

نسرین اور نازلی اس بڑے آدمی کے بدھو پن پر بدستور کھڑی مسکرا رہی تھیں۔ شفقت کی آواز سن کر وہ چونکا اور میز کی طرف بڑھا۔

نسرین نے احتیاطاً دس بارہ آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا سارا کھانا میز پر چن دیا گیا تھا۔ لیکن مہمان صرف ایک تھا — نواب اخلاق احمد۔

شفقت نے ایک نظر کھانے سے بھری ہوئی میز پر ڈالی، پھر اخلاق سے کہا۔

"کم تو نہیں پڑے گا؟"

اخلاق جھینپ گیا۔ نازلی زور سے ہنس پڑی۔ نسرین بھی مسکرانے لگی۔ اخلاق نے اپنے آپے میں آتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے مجھے بلانوش سمجھ رکھا ہے!"

شفقت نے آہستہ سے کہا

"اس کی خوراک بھی کچھ اتنی زیادہ تو نہیں ہوتی!"

خود اخلاق کو بھی ہنسی آگئی۔ نسرین اور نازلی نے بھی قہقہہ لگا

نے کہا۔

"اچھا تو پھر ——— دست جنول کو اپنے پڑھار میز کی طر

بسم اللہ شروع کیجیے۔"

کھانا شروع ہو گیا۔ ہر چیز اچھی تھی۔ نسرین اور نازلی نے ت

صرف کر دیا تھا۔ خوب مزے لے لے کر سب نے کھایا۔

کھانے کے بعد کافی کا دور چلا اور پھر گپ شپ کا سلسلہ

ہو گیا۔ کھانے سے پہلے، کھانے کے دوران میں، اور کھانے کے

اخلاق کی نظریں بار بار نازلی پر پڑتی رہیں۔ نسرین اور شفقت نے

محسوس نہیں کیا لیکن نازلی نے محسوس کر لیا۔ اس کے گالوں پر سرخی

ابھر دوڑ گئی۔ لیکن بظاہر انجان بنی وہ باتیں سنتی رہی اور کبھی کبھی حصہ

بھی مصروف رہی۔

تھوڑی دیر کے بعد سگار سلگاتے ہوئے اخلاق نے کہا۔

بھابی کو تو اس سے کہیں زیادہ پایا جیسا سوچا تھا بڑے خوش

قسمت ہو۔

شفقت نے پھر ایک فقرہ چست کیا۔

"وہ تصویر انہی کی تو نہ تھی!"

اخلاق جھینپ گیا۔ نسرین نے پوچھا۔

"کون سی تصویر؟"

اخلاق نے کہا۔

"آپ کو تو مجھ سے زیادہ جاننا چاہیئے کہ بے پر کی اڑانے میں شفقت کا ہمیشہ سے جواب نہیں!"

نسرین جیسے پوچھنے پہ تلی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔

"لیکن کوئی بات تو ضرور ہو گی۔ آخر یہ تصویر کا قصہ کیا ہے!"

اخلاق نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"کوئی قصہ نہیں۔ مجھے آرٹ (مصوری) نقاشی اور دیگر فنون لطیفہ سے غیر معمولی دلچسپی ہے۔ ایک تصویر کچھ عرصہ ہوا نظر سے گزری تھی۔ باتوں باتوں میں کہیں اس کا ذکر آگیا میری زبان پہ، تصویر واقعی بے حد عمدہ تھی میں نے کہا۔ ایسی تصویر آج تک میری نظر سے نہیں گزری۔ اس پہ شفقت صاحب کہنے لگے۔ ممکن ہے جس کی تصویر ہے وہ اتنی اچھی نہ ہو صرف مصور کی ہنرمندی یا نقاش کی چابک دستی نے اسے اتنا نظر فریب بنا دیا ہو۔ میں نے کہا ہو سکتا ہے۔ یہاں آپ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے آپ کی تعریف جو کی تو شفقت صاحب کو ایک نیا موضوع ہاتھ آگیا یعنی وہی تصویر یاد آگئی۔"

نسرین نے شکوہ آمیز لہجہ میں شفقت سے کہا۔

"آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔"

شفقت نے پوچھا۔

"میں نے کیا کیا؟"

نسرین بولی۔

"اِدھر اُدھر کی بازاری تفریحوں کو آپ دوسروں سے پو

رہتے ہیں؟"

اخلاق کو موقعہ مل گیا۔

"اور کیا دیکھئے تو سہی بیہودگی کی حد ہے!"

لیکن شفقت ہار ماننے والا کہاں تھا۔ کہنے لگا۔

"دیکھو بھئی میرے صبر و ضبط کا زیادہ امتحان نہ لو۔ ورنہ ج

کہانی سنا دوں گا!"

اخلاق نے اسے ملامت آمیز نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا

"کہانی تو ضرور سنا دو گے لیکن کیا بھابھی تمہاری طبعزاد کہ

سے واقف نہیں ہیں؟ بے بات کی بات کی کہانی بنا دینے میں

تک تمہارا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے؟"

نسرین ہنسنے لگی۔

"آپ تو ان سے بہت اچھی طرح واقف ہیں!"

اخلاق نے ایک قہقہہ لگایا۔

"خوب سمجھیں آپ ——— میں تو اسے بچپن سے جانتا ہوں

شفقت نے پوچھا۔

"داستان گو کی حیثیت سے ؟"
اخلاق نے تائید میں بڑے زور سے گردن ہلائی۔
"ہاں، اور کیا نہیں بھی ؟" — "نہیں تو افسانہ نگاری پہ توجہ کرنی چاہیے تھی !"
شفقت نے کہا۔
"بیرسٹری کی سند لے کر اور آرٹ پر توجہ کر کے حضور نے کون سے جھنڈے گاڑ لیے ہیں جو میں افسانہ نگاری کر کے کچھ کر لوں گا !"
اخلاق نے جواب دیا۔
"کیوں نہیں گاڑ لیے ہیں جھنڈے !"
شفقت نے اعتراض کیا،
"مگر ہمیں تو خبر نہیں !"
اخلاق نے کہا۔
"اس کی ذمہ داری بھی مجھ پر ہے ؟ — آرٹ، کی دنیا میں نقاش نام کچھ ایسا اجنبی اور نامانوس بھی نہیں !"
بے ساختہ نازلی بول پڑی
"نقاش ؟ —"
اخلاق نے کہا۔
"جی ہاں کچھ ٹیڑھی میڑھی لکیریں نقاش کے نام سے آرٹ کے ... رسالوں میں دیکھی تو ہوں گی آپ نے ؟"

نازلی نے گرمجوشی کے ساتھ کہا۔

"جی ہاں میں نے نقاش کا کام دیکھا ہے بعض رسائل میں!"

اخلاق نے پوچھا۔

"کیا رائے ہے آپ کی اس کے بارے میں!"

نازلی نے کہا۔

نقوش میں استادانہ پختگی تو نہیں ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں
اس کی بنائی ہوئی تصویروں میں جدّت اور ذہانت ہوتی ہے۔ میرے
میں تو اس کی کئی تصویریں ہیں!"

اخلاق نے سراپائے توجہ بن کر پوچھا۔

"واقعی ——؟"

نازلی نے جواب دیا۔

"جی ہاں!"

اخلاق نے سوال کیا۔

"کیا آپ آرٹ سے دلچسپی رکھتی ہیں؟"

شفقت ہنسنے لگا نازلی مسکرانے لگی۔ اخلاق نے ذرا برہم
شفقت سے کہا۔

"ہنس کیوں رہے ہو؟"

وہ بولا

"یہ مس نازلی بہت بڑی آرٹسٹ ہیں۔ شاذو کالج کی وہ ان

دم سے بت خانۂ چین بنا ہوا تھا۔ موسیو اندرے نے اپنا سارا فن گھول کر انہیں پلا دیا ہے لیکن وہ بساط ہی الٹ گئی۔ یہ سب بے چارے بیمار پڑیں اور پھر وہاں نہ جا سکیں، موسیو اندرے پر کچھ ایسی افتادیں پڑیں کہ وہ بھی رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد کالج کا سنا ہے ستیاناس ہو گیا!"

نسرین، نازلی، شفقت کسی نے بھی اس اضطراب کا اندازہ نہیں کیا جس نے اخلاق پر ایک عجیب بے کلی اور بے قراری کی کیفیت طاری کر دی تھی۔ اس نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"واقعی؟"

شفقت نے ہنستے ہوئے کہا

"ہاں بھئی میں داستان گو تو ہوں ہی، ان باتوں کو بھی ایک من گھڑت فسانہ نہ سمجھ لو!"

اخلاق نے اس مذاق پر ذرا بھی توجہ نہ کی، اسی اندازِ اضطراب و بے کلی سے بولا۔

"واقعی؟"

وہ ہنسنے لگی۔

"بھائی صاحب کو میں نے تو کبھی داستان گو نہیں سمجھا میری نظر میں تو وہ بڑے سچے آدمی ہیں!"

اخلاق نے کرسی کی پشت پر ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

"تو آپ ہی کا سن نازلی؟"

یہ کہہ کر وہ کچھ کھو سا گیا۔ شفقت نے چوٹ کی

"جناب نقاش صاحب ذرا یہ تو بتائیے۔ تو آپ ہیں مس نا

مطلب کیا ہوا؟ —— گویا آپ پہلے سے مس نازلی کے نام

واقف تھے تعارف آج ہوا ہے!"

اخلاق نے سرد لہجہ میں کہا۔

"ہر آرٹسٹ، ہر آرٹسٹ کو ہمیشہ سے جانتا ہے ——

سے —— "

شفقت نے جملہ پورا کر دیا

"اور ابد تک جانتا رہے گا۔"

نازلی اور نسرین ہنسنے لگیں۔

نسرین نے شفقت سے کہا۔

"کبھی وقت تو سنجیدہ بن جایا کیجئے!"

اخلاق نے کہا۔

"نہیں بھابی، ناممکن کی آرزو نہ کیجئے۔ شفقت اور سنجیدگی

چیزیں ہیں یہ کبھی یک جا نہیں ہو سکتیں!"

نازلی نے شفقت سے پوچھا۔

"تو کیا اخلاق صاحب اور نقاش ایک ہی ہیں؟"

شفقت نے جواب دیا۔

"بالکل ایک ——"

نازلی حیرت سے اخلاق کی طرف دیکھنے لگی وہ اب تک فیصلہ نہیں کرسکی تھی شفقت مذاق کر رہا ہے یا واقعی اخلاق اور نقاش ایک وجود کے دو نام ہیں۔ دفعتاً اس کے منہ سے نکلا۔

"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر!!"

شفقت نے کہا۔

"ہونی ہی چاہیئے۔ دلی راولپنڈی شناسا ہے!"

نسرین ہنسنے لگی۔

پھر اخلاق نے نازلی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"آج کل آپ کیا کر رہی ہیں؟"

نازلی کی طرف سے شفقت نے جواب دیا

"آرام!"

اخلاق نے ایک برہم نظر شفقت پر ڈالی اور گھورکا۔

"چپ رہو!"

شفقت نے کہا۔

"چپ کیسے رہوں؟ —— واقعی ڈاکٹروں نے انہیں کامل آرام کا مشورہ دیا ہے! یہ تو بہت بیمار ہو گئی تھیں خدا نے فضل کیا جو ——"

اخلاق نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"آرام تو بے شک یہاں مل رہا ہوگا لیکن نہادلہ، آب و ہوا کی بھی ضرورت ہے!" —— میری ایک تجربہ ہے!"

شفقت نے کہا۔

"اچھا چلے چلیں گے!"

اخلاق نے اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھا اور پوچھا

"کہاں چلے چلو گے؟"

شفقت نے جواب دیا۔

"تم اتفاقاً یہ تجویز پیش کرو گے کہ ہم لوگ دس پندرہ روز کے ل
تمہاری اقامت گاہ، دولت پور چلے چلیں وہاں جھیل کے کنار
تاش کھیلیں، پرندوں کا شکار کریں۔ وہاں کے مناظر سے لطف
ہوں۔ سکون اور بے فکری کے عالم میں زندگی کے کچھ دن بس
لہٰذا میں نے سنے بغیر، تمہارے تیور دیکھ کر اگر یہ پیش کش منظور
کیا برا کیا؟"

اخلاق نے پھر ایک سگار سلگایا، اور بولا۔

"ہاں واقعی میری تجویز یہی تھی — !"

شفقت نے کہا۔

"وہ تو منظور ہو گئی، اب کوئی نئی بات کہو!"

اخلاق نے پوچھا۔

"تو کب چلو گے؟"

شفقت نے نسرین اور نازلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

"یہ ان سے پوچھو!"

اخلاق نسرین سے مخاطب ہوا۔

"بتائیے بھابی کب چل رہی ہیں!"

نسرین نے کہا۔

"تجویز تو بڑی اچھی ہے۔ نازلی کا ڈاکٹر کئی مرتبہ تبادلہ آب و ہوا پر زور دے چکا ہے۔ ماحول کی یکسانیت بھی تو ایک بیماری ہے اس ماحول سے الگ رہ کر یقیناً اس کی طبیعت بحال ہو جائے گی!"

اخلاق بڑے اشتیاق سے نسرین کی باتیں سنتا رہا۔

"یہ تو سب ٹھیک ہے لیکن یہ تو بتائیے کیا آپ کل چل سکیں گی؟"

شفقت نے کہا۔

"کل کیوں؟ —— ابھی اور اسی وقت کیوں نہیں چلتے!"

اخلاق نے بگڑ کر کہا۔

"تم چپ رہو"

پھر نسرین سے مخاطب ہوا۔

"اچھا پرسوں صبح یہاں سے ہمارا کوچ ہو گا ناشتہ میں آپ کے ہی کروں گا —— فوراً بہ دولت پور ابھی جا کر اطلاع دے دوں گا۔ وں سب انتظام ٹھیک ملے گا۔!"

نازلی نے پوچھا۔

"دولت پور یہاں سے کتنی دور ہے؟"

اخلاق نے بتایا۔

یہی کوئی تیس چالیس میل کا، ناشتہ کر کے آٹھ بجے یہاں سے چل دیں گے

اور لنچ سے پہلے وہاں پہنچ جائیں گے

شفقت اُٹھ کھڑا ہوا۔

”تو یہ ہے، ہر ایک جملہ کے بعد ناشتہ کا ذکر، ہر دوسرے جملہ کے

بعد لنچ کی یاد، ہر تیسرے جملہ کے بعد ڈنر کی حسرت!۔۔۔ لاحول ولا

تشریف، نانی اخلاق سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

(۷)

دولت پور ایک چھوٹا سا گاؤں۔ لبِ دریا، دو ڈھائی سو افراد کی آبادی ہوگی۔ یہ کسان اور کاشتکار بڑی محنت کی زندگی بسر کرتے تھے پھر بھی تن ڈھکنے کو کپڑا میسر آتا تھا، نہ سر چھپانے کو جھونپڑی، نہ پیٹ بھرنے کو روٹی۔ گاؤں کی رونق ان کے دم سے تھی۔ کھیتوں کی زندگی ان کی محنت کی وجہ سے تھی۔ یہ ہریالی، یہ سرسبزی۔ یہ شادابی ان کے خونِ جگر کی رہینِ منت تھی لیکن خود ان کے گھر میں نہ رونق تھی، نہ زندگی۔ نہ سرسبزی، نہ شادابی۔ منہ اندھیرے یہ اٹھتے اور شام تک محنت، مشقت کرتے رہتے۔ تھکے ہارے تھکے گھر آتے، دو چار لقمے کھاتے اور سو رہتے۔ صبح ہوتی اور پھر ان کا وہی پروگرام شروع ہو جاتا۔ دولت پور کی طرح اور بھی بہت سے گاؤں نواب صاحب کی ملکیت تھے لیکن دولت پور کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ نواب صاحب

کی حویلی یہیں تھی۔ یوں تو اب دو پشتوں سے یہ خاندان مستقل طور پر شہر
بود و باش اختیار کر چکا تھا لیکن حویلی اپنی جگہ پہ قائم تھی اور اس کے
بھی۔ حویلی کیا تھی؟ اچھا خاصا محل تھا۔ موجودہ نواب صاحب یعنی انو
آباؤ اجداد نے شاہی زمانہ میں یہ گاؤں بسایا تھا۔ اس وقت سے
تک مالک، اور مملوک بدلتے رہے۔ موت نے ایک کو چھپا
اس کی جگہ آگیا۔ لیکن قسمت کی کارفرمائی اپنی جگہ قائم تھی جو مالک
کی دولت و حشمت، شان و شوکت، رعب و سطوت میں برابر ا
ہوتا رہا تھا جو مملوک تھا وہ مٹتا رہا۔ پستا رہا مگر قسمت پہ دونوں
ـــــ مالک بھی اور مملوک بھی۔

اس حویلی نے، بزم طرب اور محفلِ ماتم کے بہت سے مناظر
تھے جب ایک نواب، مرتا تھا تو محفلِ ماتم قائم ہو جاتی تھی۔ جب
اس کی جگہ مسند نشیں ہوتا تھا تو بزم طرب کے شادیانے بجنے لگ
لیکن تین برس سے یہ حویلی سونی پڑی تھی۔ بڑے نواب صاحب
انتقال کے بعد سے نئے نواب صاحب نے یہاں قدم نہیں
باپ کے مرنے کی خوشی میں، وہ ولایت چلے گئے۔ تین برس
رہے۔ بیچ میں جب آئے تو شہر ہی میں رہے۔ دولت پور کی
رُخ بھی نہ کیا۔ رات مختار صاحب نے گاؤں والوں کو بتایا تھا کہ
صاحب پہلی مرتبہ تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سن کر گاؤں والے خوش
انہیں اپنے ہر آقا سے ہمیشہ تکلیف ہی پہنچتی رہی تھی لیکن اس

پشتہا پشت سے یہ لوگ اپنا اَن داتا سمجھتے آ رہے تھے۔ وفاداری اور عقیدت ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ نواب صاحب کے پسینہ پر خون بہا دینا اس گاؤں کے ہر باشندے کا فرض تھا۔ کامل تین برس کے بعد نواب صاحب اپنی حویلی میں نزول اجلال فرما رہے تھے ——— کون تھا جو اس نوید پر خوش نہ ہوتا؟ کون تھا جو یہ بشارت سن کر جامے میں پھولا نہ سماتا! ہر طرف یہی ذکر تھا۔

"نواب صاحب آ رہے ہیں۔"

ہر گھر میں یہی چرچا تھا۔

"نواب صاحب کل تشریف لے آئیں گے!"

نواب صاحب جب شہر سے دولت پور تشریف لاتے تھے تو یہاں کے لوگوں سے روایات خاندانی کی بناء پر بیگار بھی لی جاتی تھی۔ اسی سے ان کا بڑا حرج ہوتا تھا۔ نواب صاحب کی تشریف آوری کا یہ پہلو ان کے لئے بڑا تکلیف دہ اور روح فرسا تھا۔ لیکن چونکہ تین سال کے بعد نواب صاحب تشریف لا رہے تھے۔ لہٰذا کسی کو بیگار کی پروا نہ تھی۔ سب خوش تھے اور نواب صاحب ہی کی باتیں کر رہے تھے۔ جو بڑے بوڑھے تھے وہ مرحوم نواب صاحب اور ان کے مرحوم والد کے کارنامے بیان کر رہے تھے جن میں واقعیت کم تھی مبالغہ زیادہ۔ لیکن اس وقت تو مبالغہ ہی واقعہ سے زیادہ دلچسپ معلوم ہو رہا تھا۔ سب گوش ہوش سے اپنے ایان ولی نعمت کی داستانِ حیات سن رہے تھے۔ ہر واقعہ پر فخر کا ایک

عجیب سا احساس پیدا ہوتا تھا۔ جیسے یہ کارنامے مرحوم نواب
کے نہیں خود ان کے تھے۔ جیسے اِن کارناموں میں یہ برابر کے شر
رہے ہیں۔

عام طور پہ رات کو آٹھ نو بجے سوتا پڑ جاتا تھا۔ عورت، بچے،
بوڑھے سب سو جاتے تھے لیکن آج گیارہ بجے کے بعد تک محفلیں
اور نئے نواب صاحب کے بارے میں قیاس آرائیاں ہوتی رہیں۔
میں یہ پہلے شخص تھے جو ولایت گئے تھے اور وہاں سے "ڈگری
آئے تھے بعض کا خیال تھا حکومت انہیں کلکٹر بنا دے گی۔ بعض دو
لوگوں کا خیال تھا، کلکٹر تو نہیں "ڈپٹی کمشنر" ضرور بنا دیئے جائیں گے

(۸)

صبح ٹھیک سات بجے اخلاق صاحب اپنی نئی سٹیشن ویگن لے کر شفقت کے گھر پہنچے۔ یہاں سب لوگ پہلے سے تیار تھے شفقت نے اخلاق کا پُرتپاک استقبال کیا۔ اور کرسی پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بہت ٹھیک وقت پر پہنچے! ـــــ اس کے معنی یہ ہیں کہ بات یاد رہتی ہے!"

اخلاق نے جواب میں کہا،

"تو میرا حافظہ خراب کب تھا؟"

شفقت نے کہا۔

"اگر یہ دعویٰ ہے تو ابھی امتحان ہوا جاتا ہے، بتاؤ کل کیا طے ہوا تھا ناشتہ کے بارے میں ـــــ یہ طے ہوا تھا کہ تم ہمارے ہاں ناشتہ

کروگے یا یہ طے ہوا تھا کہ ہم تمہارے ہاں ناشتہ کریں گے؛
اخلاق نے کہا۔
"نہ یہ طے ہوا تھا کہ میں یہاں ناشتہ کروں گا۔ پھر ہم سب ساتھ
دولت پور جائیں گے!"
شفقت نے نہایت رعنا قہقہہ لگایا اور لسٹرین سے کہا۔
"مبارک ۔۔۔۔۔ اب ناشتہ کی صورت صرف یہ ہے کہ یا اچار
یا میرا بھیجہ!"
اخلاق کچھ جھکر سا گیا۔ اس نے کہا۔
"تو کیا ہمارے ہاں طے پایا تھا؟"
شفقت نے جواب دیا۔
"بھائی ناشتہ کی تو کوئی بات نہیں۔ ایک دن نہ کریں گے تو کو
قیامت آجائے گی! لیکن دولت پور جا کہ اگر آپ کو یہ یاد رہا کہ ہم
رہیں گے وہاں مگر لنچ اور ڈنر کا انتظام غریب خانے پر ہوا کرے گا
کام چلے گا۔؟"
اخلاق نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا۔
"شاید غلط فہمی ہو گئی ۔۔۔۔۔ بہرحال بگڑا کیا ہے چلو دہیں
گا انتظام!"
شفقت نے کہا۔
"جی بجا فرمایا۔ گھر یا لنچ کے وقت ناشتہ، ڈنر کے وقت

ڈی صاف غائب، بھئی بڑے چلتے پُرزے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ بخل میں قارونی کے بعد تمہارا نمبر ہے!"

اتنے میں نسرین اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے شفقت کو گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ تو جس کے پیچھے پڑتے ہیں ہاتھ دھو کے پڑتے ہیں — اُٹھیے اخلاق صاحب ناشتہ کبھی کا تیار ہے!"

شفقت نے شکایت کی۔

"اور جو ہم اتنی دیر سے چائے کے لئے ترس رہے ہیں۔ اگر ناشتہ تیار تھا تو چائے کیوں نہیں ملی۔؟"

نسرین نے کہا۔

"نہیں ملی!"

اخلاق نے کہا۔

"اب دیجئے جواب!"

شفقت نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"بھئی جب گھر کے لوگ باغی ہو جائیں تو کیا کیا جا سکتا ہے آؤ چلو!"

نسرین نے نہایت پُرتکلف ناشتہ کا انتظام کیا تھا۔ انڈے پراٹھے، اگر دے، بھیجہ۔ گاجر کا حلوا اور نہ جانے کیا کیا۔

اخلاق نے ناشتہ کی اسی لمبی سی قطار پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہ ناشتہ ہے یا کھانا —؟"

شفقت نے کہا۔

"ہماری بیگم بڑی دور اندیش ہیں۔ اطمینان سے بیٹھو اور پور
پیٹ بھر کے کھاؤ پھر کل شام تک بھوک نہیں لگے گی۔

نسرین اکتائے ہوئے لہجہ میں گویا ہوئی۔

"آپ تقریر ہی کرتے رہیں گے؟"

نازلی بولی

"بھائی صاحب بہت دیر ہو رہی ہے، آٹھ تو بج گئے!"

اخلاق نے کہا۔

"آئیے ہم لوگ کھائیں —!"

پھر شفقت سے کہا۔

"تم اپنی تقریر جاری رکھ سکتے ہو!"

شفقت نے پراٹھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"جی ایسے عقلمند لوگ دولت پوریں لیتے ہوں گے!—
پہلے طعام، پھر کلام کے قائل ہیں!"

یہ کہہ کر اس نے اور اس کے ساتھ سب نے ناشتہ
کر دیا۔

(۹)

چونکہ دس پندرہ روز کے لئے یہ لوگ دولت پور جا رہے تھے لہٰذا کافی سامان ساتھ جا رہا تھا۔ بستر، بکس، ٹرنک، اٹیچی بیگ، نسرین کا سامان الگ، نانی کا جدا، شفقت صاحب کا مزید، سامان کے ڈھیر پر ایک نظر ڈال کر شفقت نے اخلاق سے کہا۔

"ہم لوگ یہاں ٹہلتے ہیں جب تک یہ سامان پہنچا آؤ جا کر ——"

اخلاق ہنسنے لگا۔ اس نے نسرین سے کہا۔

"بھابی اتنا سارا سامان لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

شفقت نے کہا

"دراصل غلط فہمی ہو گئی تم اسٹیشن ویگن لے کر آ گئے ہو اور ان کا خیال تھا کہ مال گاڑی لے کر آؤ گے!"

نسرین جلی گئی

"تو کیا یوں ہی سر جھاڑ، منہ پھاڑ اُٹھ کھڑی ہو لی"

شفقت نے کہا۔

"نہیں صاحب، آپ پوری شفقت منزل ساتھ لے چلئے،

در و دیوار چھوڑ جانے سے کیا فائدہ! باقی تو سب کچھ ساتھ جا رہا ہے

نسرین خفا ہو گئی۔

"سفر آخر سفر ہے!"

شفقت نے فقرہ کسا۔

"اور جب تک سفر کو سقر نہ بنایا جائے، سفر کا لطف کیا!"

اخلاق نے مداخلت کی۔

"تم تو اچھے خاصے آدمی کو مشتعل کر دیتے ہو!"

شفقت نے نسرین کی طرف دیکھا، اور کہنے لگا۔

"یہ بات تو آج معلوم ہوئی کہ یہ آدمی ہیں!"

پھر وہ نسرین سے مخاطب ہوا۔

"جناب آدمی صاحب ہم جانوروں پہ رحم کیجئے اور اتنا

لا دیئے کہ کمر ٹوٹ جائے!"

نسرین جل کر بولی۔

"تو کیا یہ سارا سامان آپ سر پہ اُٹھا کر لے جائیں گے؟"

شفقت نے بڑی معصومیت کے ساتھ کہا۔

"ظاہر ہے جو سامان اسٹیشن ویگن میں نہیں آئے گا۔ اسے سر ہی پہ
بٹھانا پڑے گا۔"

اخلاق نے پھر مداخلت کی۔

"آخر اس طنز و تعریض سے کیا حاصل؟"

شفقت نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کوئی تدبیر سمجھ میں آگئی ——— فرمائیے!"

اخلاق نے مشورہ دیا۔

دیکھو یوں کرو، یہ تینوں بستر ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں!!

شفقت نے سوال کیا۔

"بستر ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں کیا پندرہ دن مسلسل وہاں رتجگا
رہے گا؟"

اخلاق نے اور برہم لہجہ میں کہا۔

"سنو تو بھائی ——— وہاں دولت پور میں بستر کافی ہیں۔ لہٰذا یہ بستر
نکال دیئے جائیں۔ باقی سامان آجائے گا!"

شفقت نے کہا۔

"مجھے تو کوئی عذر نہیں، اگر وہاں بستر مل سکتے ہیں تو کیا لپ اسٹک
پوڈر، کریم، غازہ وغیرہ کا اسٹاک نہیں ہے؟ اگر یہ چیزیں بھی مل سکیں
تو ہم اور زیادہ ہلکے پھلکے ہو کر یہاں سے چل سکتے ہیں!!"

اخلاق نے جل کر کہا۔

"تم تو اچھے خاصے احمق ہو!"

پھر نسرین سے کہہ یا ہوا۔

"بستر رہنے دیجئے۔ باقی سامان بار کرا دیجئے!"

نسرین نے یہ تجویز مان لی۔ تھوڑی دیر میں سارا سامان لد گیا۔ پچھلی نشست
پر شفقت اور نسرین بیٹھے۔ اگلی نشست پر اخلاق اور نازلی۔

شفقت نے نسرین کے پاس بیٹھتے ہوئے نازلی سے کہا۔

"بڑی تیز ہو ——— خود تو دسترس سے باہر ہو گئیں۔ مجھے اکیلا ان
کے (نسرین کے) پاس بٹھا دیا۔ اگر میری پٹائی ہوتی تو بچائے گا کون!"

نسرین کو بھی ہنسی آ گئی۔

"خدا کے لئے چپ رہیے!"

شفقت بولا۔

"گاڑی اسٹارٹ کرو ——— خطرہ ٹل گیا!"

(۱۰)

دولت پور میں آ کر تو نسرین اور نازلی کی آنکھیں کھل گئیں، یہ حویلی کیا تھی ایک شاندار محل تھا۔ اور محل بھی ایسا جس میں کئی پشتوں سے شاندار اضافے ہوتے چلے آ رہے تھے۔ یہ حویلی نہیں تھی ایک چھوٹی سی دنیا تھی۔ نہایت وسیع اور کشادہ خانہ باغ دریا سے نکالی ہوئی چھوٹی چھوٹی خوشنما نہریں سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی ساری حویلی میں اور باغ میں گشت کر رہی تھیں باغ کے وسط میں ایک خوبصورت اور مختصر سا بنگلہ جملہ سامان آرائش سے آراستہ اور خود اس حویلی کی شاندار اور باوقار عمارت اپنی خوبیٔ تعمیر اور دل فریبی کے اعتبار سے یکتا تھی۔ نواب صاحب کے رہنے کے کمرے معلوم ہوتا تھا کسی والیٔ ریاست کے راحت کدے ہیں۔ مہمانوں کے لئے ایک مہمان خانہ الگ، نواب صاحب کے عزیزوں اور رشتے داروں

کے رہنے کے کمرے جدا۔ ملازموں، نوکروں، خادموں، نوکرانیوں
باغوں اور اصطبلوں کے کوارٹر نہایت ترتیب اور خوشنمائی سے
ہوئے۔ صحن کے وسط میں ایک بڑا سا سنگِ مرمر کا حوض جس میں
بہ رنگ کی مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ حوض کے بیچ میں ایک فوارہ، ایک
بھی تھا جس میں ہر ملک کے خوشنما پرندے اسیر تھے اپنی رنگا رنگی
سرائی سے دیکھنے والوں پر سحر سا طاری کر دیتے۔ شیشے، چینی
کے ڈنر سیٹ اور ٹی سیٹ اور مختلف قسم کے برتن جن کا
کا ٹھہرنا محال تھا۔ ایک بہت عمدہ لائبریری تھی جس میں اردو
انگریزی اور فرنچ زبانوں کی نہایت اعلیٰ درجہ کی معیاری کتب
موجود، ایک آرٹ گیلری بھی تھی۔ جس میں نقاش کے نام سے
ہوئے اخلاق کے شہ پاروں کے علاوہ بین الاقوامی شہرت
مصوروں اور نقاشوں کے شاہکار دامنِ نظر کو اپنی طرف کھینچ
لائبریری کے بعد نازلی نے سب سے زیادہ توجہ اس آرٹ
پہ صرف کی۔ یہاں بعض ایسے شاہکار اس کی نظر سے گزرے
عش کر گئی۔ ان چیزوں کو دیکھ کر نازلی کے منہ سے بے ساختہ

"اتنی حیرت انگیز چیزیں؟"

اخلاق ہنسنے لگا۔ اس نے کہا

"ابھی آپ نے دیکھا ہی کیا ہے؟"

نازلی نے پوچھا

"کیا اس کے علاوہ کچھ اور ذخیرہ بھی کہیں آپ نے رکھا ہے؟"

اخلاق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! یہ گیلری اور لائبریری تو صرف مہمانوں کے لئے ہے!"

نازلی پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"اور خود آپ کے لئے الگ ہے؟"

اخلاق نے کہا۔

"جی ہاں — ہونی ہی چاہیئے!"

نازلی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا!

"اس میں تو نہ جانے کیا کیا ہوگا؟"

اخلاق نے جواب دیا۔

"جی ہاں بہت کچھ — ایسا کچھ کہ مجھے خود بھی ناز ہے کہ ایسی نادر چیزیں کسی طرح میں فراہم کر سکا۔ وہ نقشہ ہائے تصویر سے پاک ایسی ہیں جنہیں ... نے تیس ہزار میں خریدا ہے۔"

نازلی نے سراپا حیرت بن کر سوال کیا۔

"تیس ہزار میں!"

اخلاق نے کہا۔

"جی ہاں — حالانکہ پچاس ہزار تک دینے پر تیار تھا وہ ... کے بدلے میں تیس ہزار سن کر پانی بھر آیا۔ اور وہ میرے ذوق کا اد... میرا امتحان نہ کر سکا —"

نازلی نے اشتیاق سے اصرار کیا۔

"تو چلیئے وہ جگہ بھی دکھا دیجیے!"

اخلاق نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نازنی بے صبری بھی کیا ؟ آپ کافی تھک گئی ہیں ----"

وہ بول پڑی۔

"میں ذرا بھی نہیں تھکی ہوئی!"

شفقت نے لقمہ دیا۔

"لیکن ہم تھک کر چور ہو گئے ہیں"

شیریں نے بھی کہا۔

"اب بس کیجئے نازلی ابھی تو کئی دن یہاں رہنا ہے۔ پھر دیکھ [illegible]

[illegible] ہے!"

اخلاق نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"دیکھیئے میں نہ کہہ رہا تھا ---- بہرحال اب صبر کیجئے اور

رہیئے یہاں کی ہر قابل ذکر چیز آپ کی نگاہ سے گزرے گی!"

شفقت بھی خاموش نہ رہ سکا

"یہاں کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ قابل دید

چیز ہمارے ساتھ ہے!"

نازلی روٹھ گئی۔

"بھائی صاحب آپ تو ہر وقت مذاق کرتے رہتے ہیں!"

شفقت نے بڑی تیزی سے کہا
"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں!"
ایک ساتھ سب ہنسنے لگے۔

(۱۱)

یہ چند دن اس طرح گزر گئے جیسے ایک شیریں اور سہانا خواب
یہ ساری مدت شفقت نے صرف شکار میں بسر کی۔ صبح اٹھ
کر کھانے اور دوپہر کا کھانا ساتھ لے کر چند ملازموں کے ساتھ ایک جیپ
میں بیٹھ کر روانہ ہو جاتا۔ اور دن بھر شکار کھیلتا رہتا۔ شام کو لوٹتا
مرغابیاں، تیتر، خرگوش، کبھی ہرن، نیل گائے وغیرہ لے کر
آتا۔

نسرین دن بھر کتابیں پڑھتی رہتی۔ یا نازلی سے گپ کرتی۔
طبیعت ماحول کی یکسانیت سے اکتاتی۔ تو دریا کے کنارے ٹہلنے
جاتی۔ ایسے موقعوں پر نازلی کے علاوہ اخلاق بھی بالعموم ساتھ رہتا
ٹہلتے ہوئے بہت دور تک نکل جاتے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ نسرین

کبھی چٹان پر بیٹھ جاتی۔ اور نازلی اور اخلاق۔ دور تک۔۔۔ ٹہلتے ہوئے چلے جاتے ان دونوں کی گفتگو کا موضوع صرف آرٹ اور فن تھا۔ کبھی اخلاق کچھ کہتا اور نازلی اظہار خیال شروع کر دیتی۔ کبھی نازلی کچھ کہتی اور اخلاق معلومات کے دریا بہا دیتا۔ یوں تو کوئی سا موضوع تھا جس پر اخلاق بھی ایسی سلجھی گفتگو نہیں کر سکتا تھا لیکن آرٹ اور فن پر تو ایسی چبھتی ہوئی رائے دیتا اور اتنے گہرے خیالات کا اظہار کرتا کہ نازلی کو حیرت ہوتی اور بعض دفعہ وہ کہہ اٹھتی۔

"اخلاق صاحب آپ تو چھپے رستم نکلے ـــــ مجھے اس کا اندازہ بھی نہیں تھا کہ آپ کی معلومات اتنی وسیع، خیالات اتنے عمیق اور افکار اتنے گہرے ہیں۔ آپ تو حقیقی معنوں میں آرٹسٹ اور فن کار ہیں۔"

اخلاق اس داد سے بہت خوش ہوتا۔ مسکرانے لگتا اور پھر گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیتا۔

نازلی کو آرٹ اور فن سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ وہ ان موضوعات پر باتیں ـــــ جب شریک گفتگو ہوتی ـــــ بے پروائی سے سنا کرتی، اور مسکرایا کرتی، ایک مرتبہ اسی طرح وہ مسکرا رہی تھی کہ اخلاق نے پوچھا۔

"کیا میں نے کوئی مضحکہ خیز بات کہہ دی ہے؟"

نازلی ہنسنے لگی۔

"نہیں تو ـــــ"

اخلاق نے پوچھا۔

"پھر آپ مسکرا کس بات پر رہی تھیں!"

نسرین نے بتایا۔

"مجھے آپ دونوں کو اس انہماک، اس استغراق اس تو ہو سے

گفتگو دیکھ کر حیرت بھی ہوتی ہے اور ہنسی بھی آتی ہے وہ مصرعہ یاد آجاتا ہے

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

دو دیوانے مل بیٹھے ہیں اور وہ شاید مجھے پاگل بنا دینے کا تہیہ کر

ہیں!"

نازلی ہنسنے لگی اور اخلاق بھی۔ پھر نازلی نے کہا۔

"آپا آپ کو چونکہ آرٹ سے دلچسپی نہیں ہے اس لئے —

نسرین نے بات نہ پوری ہونے دی۔

"الحمدللہ کہ نہیں ہے۔ اور تم لوگوں کا حال دیکھ کر خدا سے

ہوں کہ کسی کو نہ ہو!"

اخلاق نے ایک قہقہہ لگایا۔

"اتنی متنفر ہو گئیں آپ آرٹ سے؟"

وہ بولی۔

"بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ ہر وقت آرٹ، فن، معنوی

شہ پارہ، شاہکار —— یہ الفاظ سنتے سنتے مجھے اُبکائی آنے لگی

اخلاق نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

آیئے مس نازلی ہم اپنی لائبریری میں بیٹھ کر اطمینان سے گفتگو کریں گے ورنہ بھابی خفا ہو جائیں گی!"

نسرین مجھی ہوئی مسکرا کر اٹھ گئی ہی نازلی اور اخلاق لائبریری میں آ گئے اور پھر اسی موضوع پر باتیں کرنے لگے۔ نازلی نے باتوں باتوں میں کہا۔

"کل میں نے آپ کی بنائی ہوئی بہت تصویریں دیکھی تھیں، اُن میں ایک تصویر مجھے پسند آئی۔"

اخلاق نے سراپا اشتیاق بن کر پوچھا۔

"کون سی تصویر؟"

نازلی نے بتایا۔

"شکاری کی تصویر ——— وضع ولباس تو خیر مکمل ہے ہی لیکن جس طرح اس کی آنکھوں کی چمک دکھائی گئی ہے۔ اور جس طرح وہ اپنے پاؤں کے پاس پڑے ہوئے اپنے شکار کردہ شیر کو دیکھ رہا ہے اسے دیکھ کر بدن میں جھرجھری سی آجاتی ہے۔ اور مصور کا یہی کمال ہے کہ وہ ایسے نقش اُبھائے جو تصویر کی نفسیات اور جبلّت کو نمایاں کر دیتے ہوں۔ اس تصویر میں یہی بات ہے اس لئے مجھے بہت زیادہ پسند آئی۔"

اخلاق نے کہا۔

"جی ہاں اور بھی کئی لوگ اس کی تعریف کر چکے ہیں۔ لیکن مسرت اور جو جذبہ آپ کے الفاظ سے میں اپنے اندر پاتا ہوں وہ اس سے قبل۔

میں نے کبھی محسوس نہیں کیا!"

نازلی نے کہا۔

"اگر ناگوار نہ ہو تو ایک بات اور کہوں؟"

اخلاق کے کان تو کھڑے ہوئے لیکن اس نے کہا۔

"ضرور کہیئے!"

وہ بولی۔

"آپ کی یہ تصویر واقعی شاہکار ہے لیکن حقیقت اور اصلی زندگی س
دور ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہماری روزمرہ کی زندگی سے۔ آپ کے
جب اتنی جان ہے تو اس کا صحیح استعمال کیوں نہیں کرتے ہو؟"

اس تنقید سے اخلاق کو ذرا ناگواری تو پیدا ہوئی لیکن اس نے
یہ کیفیت ظاہر نہیں ہونے دی۔ اس نے سوال کیا۔

"لیکن روزمرہ کی زندگی سے آپ کا مطلب کیا ہے؟"

نازلی نے جواب دیا۔

"مثلاً اس دولت پور میں بعض مناظر میں نے ایسے دیکھے ہیں
مو قلم کی گرفت میں آجائیں تو زندگی کے بڑے اچھے ترجمان
ہیں ــــ"

اخلاق نے پوچھا

"مثلاً ــــ؟"

نازلی نے بتایا۔

مثلاً کسان کی زندگی، زندگی سے بھرپور، لیکن بہار سے محروم، بہاروں کی روح خیز ادائیں جن میں زندہ رہنے کی اُمنگ ہوتی ہے۔ تڑپ ہے، ولولے ہیں ــــــ"

اخلاق نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ کوئی شبہ نہیں آپ کی رائے بڑی صائب ہے۔ لیکن مس نازلی مصور کے موقلم پہ ایک چیز کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے وہ ہے اس کا طبقہ، مصور جس طبقہ سے تعلق رکھتا ہوگا۔ اسی کی عکاسی وہ صحیح طور پر کر سکتا ہے۔ شکارہ ہی میرے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ میں نے اس پہ اپنا ہنر صرف کر دیا۔ لیکن کسان کی زندگی سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میں نہیں جانتا وہ کس طرح رہتا ہے اور کس طرح رہنا چاہتا ہے۔ پھر میں اس کی عکاسی کیونکر کر سکتا ہوں؟"

نازلی ہنسنے لگی۔

"گویا آپ تو اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ اگر کوئی کسان آپ کے پاس بھوک اور فاقہ کی شکایت لے کر آئے تو پوچھ بیٹھیں گے۔

"تم بھوکے ہو! ــــــ پھر کباب اور پراٹھے کیوں نہیں کھاتے؟"

اخلاق ہنسنے لگا۔ نازلی نے کہا۔

"مصور اور نقاش کا موقلم، طبقہ کا ترجمان نہیں ہوتا۔ جذبات کا ترجمان ہوتا ہے آپ میں جس طرح کے جذبات قبول کرنے کی صلاحیت ہے انہی کو سچے کاغذ پر منتقل کر سکیں گے۔ خواہ وہ جذبات کسی طبقہ سے کیوں نہ

تعلق رکھتے ہوں ؟"

اخلاق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اتنے جوش اور ولولے کے ساتھ اپنے خیالات پیش
ہیں کہ ماننے لیتا ہوں ورنہ یہ بات کچھ جی کو لگتی نہیں ——— انسان کی
زبان پر، قلم پر، خیالات پر، جذبات، پر نفسیات، پر صرف ایک
ہی چیز مسلط رہتی ہے اور وہ ہے اس کا طبقہ اس سے ہٹ کر نہ
سوچ سکتا ہے۔ نہ لکھ سکتا ہے، نہ کہہ سکتا ہے !"

نازلی نے ایک دلفریب تبسم کے ساتھ کہا۔

"میں نہیں مانتی !"

اخلاق گویا ہوا۔

"اسی لئے تو ماننے لیتا ہوں !"

نازلی ہنسنے لگی۔

"میں بھی تو اسی طبقہ سے تعلق نہیں رکھتی۔ لیکن یہاں آکر جو کچھ د
وہ تاثرات صفحہ کاغذ پر آنے کے لئے مچلنے لگے تو میں ضبط نہ کر سکی۔"

استغنیائی کے ساتھ اخلاق نے پوچھا۔

"یعنی آپ نے یہاں آکر بھی کوئی تصویر بنائی ہے ؟"

وہ بولی۔

"جی ہاں ——— تین چار ——— کیا آپ دیکھیں گے !"

اخلاق نے جواب دیا۔

"ضرور، ننگی اور لپ چھپ لپ چھپ؟"

نازلی اُٹھتے ہوئے بولی۔

"تو آئیے میرے کمرے میں!"

(۱۴)

اخلاق ساتھ ساتھ نازلی کے کمرہ میں پہنچا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ
نازلی نے الماری کھولی اور کچھ کاغذات نکال کر اخلاق کی طرف بڑھا
آکر وہ کاغذات اپنے اخلاق کے سامنے بکھیر دیئے اور قریب کی کرسی
پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" صرف کام ہے۔ مکمل گھر جاکر کروں گی لیکن آئیڈیا بہرحال
ہو جاتا ہے "

اخلاق نے ایک کاغذ اٹھا لیا۔ اسے غور سے دیکھتا رہا۔
گویا ہوا۔

" اس کا عنوان آپ نے رکھا ہے؟ پوچھی ——"
نازلی نے اپنی تصویر کی تشریح کرتے ہوئے کہا۔

جی ہاں اس سے اچھا عنوان اور کیا ہو سکتا تھا —— یہ چھوٹا سا گھر جو نظر آ رہا ہے۔ یہ سامنے اس کے مکین ہیں۔ ایک جوان عورت جو میلے کپڑے پہنے بیٹھی ہے اور دو چھوٹے چھوٹے بچے جو ننگے ہیں۔ یہ اس عورت کا شوہر ہے جو نوجوان ہے لیکن جیسے زندگی کی سختی نے بڑھاپے کی منزل سے قریب کر دیا ہے۔ یہ اس گھر کا مالک ہے۔ صبح سے شام تک محنت کرتا ہے لیکن اس محنت کا پھل کیا ہے؟ یہ پونجی! اور یہ پونجی کیسی ہے؟ چند ٹوٹے پھوٹے برتن، اور یہ دو ننھے سے بچے!"

اخلاق نے داد طلب نظروں سے نازلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"خوب، بہت خوب، —— واقعی زندگی کے مسائل پر بڑی گہری نظر ہے آپ کی!"

پھر ایک دوسرا کاغذ اٹھا کر انہماک کے ساتھ دیکھنے لگا۔ دیکھ چکا تو اسے سامنے رکھ کر کہا۔

"یہ "تھکا ہوا بیل" ہے؟"

نازلی مسکراتی ہوئی بولی۔

"دیکھئے گا تھکن کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں ہیں یا نہیں —— ؟"

اخلاق نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"ضرور ہیں —— لیکن اس سے آپ تاثر کیا دینا چاہتی ہیں؟"

نازلی گویا ہوئی۔

"صرف یہ کہ غریب نہ تو سکھ سے رہتا ہے نہ اپنے ذریعہ معاش کو سکھ سے رکھ پاتا ہے، —— یہ تھکا ہوا بیل اس بوڑھے لیکن جوان کسان کا ذریعہ معاش ہی تو ہے!"

اخلاق وہ تصویر اُٹھا کر ایک مرتبہ پھر آنکھوں کے قریب لے گیا اور بولا۔

"واقعی بہت کمال کی تصویر ہے یہ —— حد ہو گئی!"

نازلی ہنسنے لگی۔

اخلاق نے کہا۔

"انسان تو انسان، جانوروں تک کے جذبات کو آپ کا برش گرفت میں لے لیتا ہے!"

نازلی نے مشتبہ نظروں سے اخلاق کو دیکھا اور کہنے لگی۔

"آپ مجھے بنا رہے ہیں!"

اخلاق نے صداقت اور خلوص کا پیکر بن کر کہا۔

"سچ! میں نے جو کچھ کہا یہ میرے دل کی آواز ہے!"

پھر وہ تیسرے کاغذ کی طرف مڑا

"یہ تو ابھی باقی ہے؟"

پھر اسے غور سے دیکھنے لگا۔ خوب اچھی طرح دیکھ چکنے کے بعد گویا ہوا۔

یا یہ معمہ سمجھ میں نہیں آیا!"

نازلی نے وہ کاغذ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور بولی۔

"معمہ کیوں ہوتا ——— دیکھئے اس کا عنوان میں نے رکھا ہے "امید!" ———

اخلاق نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"وہ تو میں نے پڑھ لیا۔ لیکن عنوان سے اور اس غریب دہقان کسان کے چہرے کی چمکتی دمکتی مسرت کی شعاعوں سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے یہ سامنے لہلہاتے ہوئے کھیت جو نظر آرہے ہیں صرف اسی کے ہیں یہ کٹی ہوئی ... کا جو انبار سامنے جمع ہے بلا شرکتِ غیرے اسی کا ہے یا کم از کم اسے امید ہے کہ اسی کا ہو جائے گا!"

نازلی نے یقین کی کیفیت اپنے اوپر طاری کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— ایک دن آئے گا اور شاید جلد آئے گا۔ جب بڑے بڑے زمینداروں اور جاگیرداروں سے فاضل زمین چھین لی جائے گی اور کسانوں کاشتکاروں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ جب یہ کھیت اسی کے ہوں گے جو انہیں بوئے گا۔ یہ فصل اسی کی ہو گی جو اسے کاٹے گا! اس کے چہرے پر جو شعاعیں چمکتی دمکتی نظر آرہی ہیں یہ امید کی ہنسی امید کی ہیں جو بہر حال طلوع ہو کر رہے گی خواہ آج، خواہ کل اچھا ہے چاہے کچھ مدت بعد ———"

اخلاق نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

اور میرا خیال ہے کہ زندگی —— طلوع ہو یا نہ ہو
ہمارے لیے جیسے امید کبھی
لیکن آپ نے اسے طلوع کر دیا۔ سچ کہا ہے
نہ ہونی چاہیئے ——
شاعر نے ——
"آس اک چیز ہے دنیا میں اگر ٹوٹ نہ جائے!"

نازلی مسکراتے ہوئے بولی۔
"ہاں، —— مگر یہ آس ٹوٹنے کے لئے نہیں ہے یہ اگر ٹوٹی تو دل
بھی ٹوٹ جائے گا!"
اخلاق نے پھر ایک قہقہہ لگایا اور گویا ہوا
"اب آپ پیش گوئیاں بھی کرنے لگیں؟"
نازلی نے جواب دیا۔
"تو کیا ہوا، —— ہوا کو دیکھ کر طوفان کا اندازہ ہو سکتا
ہے!"
اخلاق اب تک مذاق کے موڈ میں تھا اس نے پوچھا۔
"تو ہوا کو دیکھ کر آپ نے اندازہ طوفانی کر لیا!"

نازلی بولی۔ —— آپ کا طبقہ بھی
"صرف میں نے ہی نہیں بہتوں نے ——
کرے تو بہت اچھا ہو!"
اخلاق کے ماتھے پہ شکن پڑ گئی اس نے کہا۔
"میرا طبقہ ایسے طوفانوں کا رخ بدل سکتا ہے!"

نازلی بھی شاید جواب دینے پر تلی ہوئی تھی۔

"جب تک طوفان اپنے گھیرے میں نہیں لے لیتا۔ سب یہی کہتے ہیں اور پھنس جانے کے بعد، پھر کچھ کرنے دھرتے نہیں بن پڑتی!"

اخلاق نے ذرا کے ذرا کچھ سوچا پھر جیسے اپنی کیفیت پر غالب آتے ہوئے کہا۔

"بس نازلی۔ یہ طوفان جب آئے گا دیکھا جائے گا — ہم اپنے موضوع سے کیوں ہٹیں؟ ہمیں اس پر قائم رہنا چاہیئے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ تصویریں آپ نے خوب بنائی ہیں!"

نازلی ہنسنے لگی۔

"شکریہ!"

پھر جیسے کوئی بھولی ہوئی بات اسے یاد آگئی اس نے کہا۔

"آپ نے وہ اپنی خاص آرٹ گیلری مجھے اب تک نہیں دکھائی۔ اب کل پرسوں تو ہم واپس جا رہے ہیں۔ کیا اس سے محروم ہی رکھے گا۔؟"

اخلاق کے چہرے پر افسردگی سی پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

"محرومی کا کیا سوال ہے، جب چاہیں دیکھ لیجئے —— لیکن کیا واقعی کل پرسوں چلی جائیں گی آپ۔؟"

نازلی مسکراتی ہوئی گویا ہوئی۔

"جی ہاں اور کیا اتنے دن تو ہو گئے ——!"

اخلاق نے کہا۔

"معلوم نہیں کتنے دِن ہو گئے مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے ایسے
ابھی کل ہی آئی ہیں آپ!"
نازلی نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔
"لیکن اگر چند روز اور ہمارا رہنا یہاں ہو گیا تو آپ اکتا جائیں گے
زبان سے نہیں تو دل ہی دل میں کہیں گے۔ یہ مہمان ہیں یا بلائے جان ایسے
تو ایسے آئے کہ جانے کا نام ہی نہیں لیتے"
اخلاق پر اب سنجیدگی اور متانت غالب تھی۔ اس نے سوال کیا۔
"کیا واقعی آپ کا خیال یہی ہے؟"
نازلی نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو اسے بہت سنجیدہ پایا
بات بناتی ہوئی بولی۔
"آپ کے بارے میں تو نہیں لیکن دنیا کے بارے میں واقعی ایسا
خیال ہے!"
اخلاق کا چہرہ چمک اٹھا۔
"تو گویا مجھے آپ دنیا سے الگ سمجھتی ہیں!"
نازلی نے جواب دیا۔
"آرٹسٹ کی دنیا ہی الگ ہوتی ہے۔ آپ بھی آرٹسٹ ہیں ایسے
لوگوں کی دنیا سے آپ کو کیا سروکار ہو سکتا ہے؟"
اخلاق خوش ہو گیا۔ افسردگی کے اثرات جو نمایاں تر ہوتے جا رہے
تھے کافور ہو گئے سراپا نشاط اور خوشی بن کر کہا۔

"کس منہ سے شکر کیجیے اس لطف خاص کا!"

نازلی بے تحاشا ہنسنے لگی۔ اس بے تحاشہ ہنسی پہ اخلاق کو حیرت ہوئی۔ اس نے پوچھا۔

"اتنی زیادہ ہنسی کی کیا بات تھی مس نازلی؟"

وہ بولی

"آپ نے جو مصرعہ پڑھا ہے اس پہ مجھے ایک صاحب یاد آ گئے!"

اخلاق نے پوچھا

"کون صاحب؟"

نازلی نے بتایا۔

"مجروح صاحب، ـــــ شاعر تھے اور زیادہ تر گفتگو اشعار میں ہی کرتے تھے، کوئی بات ہو، کوئی واقعہ ہو، کوئی موضوع زیرِ بحث ہو۔ مجروح صاحب سے شعر سن لیجیے، خواہ وہ چسپاں ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو۔ بڑے ہی عجیب آدمی تھے۔"

اخلاق نے پھر پوچھا

"تھے! ـــــ کیا انتقال ہو گیا بیچارے کا؟"

نازلی ہنستی ہوئی بولی۔

"ہمارے ساتھ کالج میں پڑھتے تھے، پھر وہ بساط الٹی کہ پتہ نہیں کون کہاں گیا؟ سنا ہے مجروح صاحب نے بھی کالج سے اپنا بوریا اٹھا لیا!"

یہ کہتے کہتے نازلی پر ایک بے چینی اور اضطراب کی سی کیفیت
ہو گئی۔ کالج کی صحبتوں کو، وہاں کی دلچسپیوں کو، بزم آرائیوں کو، نشاط
مسرت سے بھرپور زندگی کو، وہاں کے ساتھیوں کو، دوستوں کو
یاسمین کو، مجروح کو، جمیلی کو، ——— اور روفی کو وہ لوح دماغ سے
فراموش کر دینا چاہتی تھی۔ بالکل بھول جانا چاہتی تھی۔ لیکن کبھی کبھی جب
یہ یاد آتی تھی تو دل پر دماغ پر، روح پر، چھا جاتی تھی۔ اور اس پر
اضطراب کا اثر غالب آجاتا تھا۔ آج پھر بہت دنوں کے بعد
اٹھی ہوئی بساط کی یاد نے اسے ستایا تھا۔ اور اب فن، آرٹ
اور مسائل حیات سے متعلق گفتگو کے اس سلسلہ کو پھر ختم کر کے اپنے کمرے
میں جا کر بند ہو جانا چاہتی تھی، ——— تنہا، بالکل تنہا، جہاں کوئی
جہاں کوئی باتیں کرنے والا نہ ہو جہاں صرف کالج کی یاد ہو ——— گزرے
ہوئے زمانے کی یاد، جو شاید اب کبھی واپس نہیں آسکتا۔ جو ہمیشہ
کے لئے ماضی کے پردے میں جا کر چھپ گیا ہے۔

اخلاق نے نازلی کی یہ کیفیت محسوس کر لی اس نے کہا۔

"مس نازلی دفعتاً آپ چپ کیوں ہو گئیں؟"

نازلی چونک سی پڑی۔ اس نے کہا۔

"نہیں تو ———"

اخلاق ہنسنے لگا۔

"آپ چپ بھی ہیں اور کچھ سوچ بھی رہی ہیں!"

جیسے کوئی چور، چوری کرتے پکڑ لیا جائے۔ نازلی گھبرا سی گئی۔ اس نے کہا۔

"جی نہیں ۔۔۔ مجھے جج صاحب کیا یاد آئے۔ کالج کا زمانہ یاد آگیا

کیا زمانہ تھا وہ بھی!"

اخلاق نے کہا

"جی ہاں، کالج اور ہوسٹل کی زندگی کبھی نہیں بھولتی۔ میں بھی اس زمانہ کی رنگ رلیوں کو جب یاد کرتا ہوں تو کلیجہ پہ سانپ لوٹ جاتا ہے انسان کی یہ کتنی بے بسی ہے کہ وہ ماضی سے محبت کرتا ہے لیکن ماضی ایک مرتبہ ماضی بننے کے بعد کبھی ہاتھ نہیں آتا۔"

نازلی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

"شاید اسی لئے اس میں کشش زیادہ ہے!"

اخلاق پھر رک گیا۔

"بڑے نکتہ کی بات کہہ گئیں آپ ۔۔۔ معلوم ہوتا ہے آرٹ کے ساتھ ساتھ فلسفہ سے بھی آپ کو دلچسپی ہے ۔۔۔"

نازلی فوراً بولی۔

"جی بالکل نہیں!"

اخلاق اپنے نظریہ پہ قائم رہا۔

"ممکن ہے آپ نے فلسفہ کی کتابیں نہ پڑھی ہوں۔ ہو سکتا ہے فلسفہ کے مباحث سے آپ کو دلچسپی نہ ہو لیکن آرٹ کی طرح فلسفہ بھی آپ کے

ذہن پر چھایا ہوا ہے۔ ورنہ ایسی نکتہ کی بات آپ کے منہ سے نکل ہی کہاں سکتی تھی ؟"

نازلی نے اکتائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"ورنہ جانے کون سی بات نکل گئی ہے میرے منہ سے ابھی کے یوں گھگئے جا رہے ہیں مجھے بھی تو بتایئے کیا کہا تھا میں نے !

اخلاق ہنسنے لگا۔

میں نے کہا تھا ۔ ماضی ایک مرتبہ ماضی بننے کے بعد پھر کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔ اس پر آپ نے فرمایا تھا ۔ اسی لئے اس میں کشش زیادہ ہے

نازلی ہنستی ہوئی بولی ۔

تو اس سادہ سے جملے کی تشریح و تفسیر میں آپ صفحے کے صفحے سیاہ کئے ڈال رہے ہیں ؟ یہ بات تو ہر کوئی کہہ سکتا ہے !"

اتنے میں نسرین آ گئی ۔ اس نے کہا۔

"وہ اب تک نہیں آئے ، شام ہو رہی ہے ! میرا تو دل ڈوبا جا رہا ہے !"

یہ کہتے کہتے اس کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں ۔ نازلی نے کہا۔

"ارے آپا ——"

پھر وہ بولی ،

"آتے ہی ہوں گے ۔ معلوم ہوتا ہے شکار کھیلتے ہوئے کہیں دور نکل گئے !"

نسرین کی یہ کیفیت دیکھ کر اخلاق نے کہا۔

"آپ ناحق پریشان ہوتی ہیں —— اچھا دوسری جیب پر میں خود جاتا ہوں اور ابھی ڈھونڈ کر لئے آتا ہوں!"

اتنے میں آواز سنائی دی۔

"قاضی جی کے گھر کے چوہے بھی سیانے ہوتے ہیں۔ یہی حال اخلاق کے جملات کا ہے۔ بخر گردش، ہرن، تیتر، بٹیر ہر ہستی بھاگنے کے حق میں اتنی طاق کہ بندوق کی گولی بیچاری سر پٹکتی رہ جاتی ہے مگر——

اخلاق نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیجیے تشریف لے آئے؟"

نسرین نے جلدی سے آنسو پونچھے اور مسکرانے لگی۔

(۱۴)

اخلاق نے شفقت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"خالی ہاتھ گئے، خالی ہاتھ آ گئے!"

شفقت نے کہا۔

"اور خالی ہاتھ جائیں گے!"

اخلاق نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ شکار کیوں نہیں ملا؟"

شفقت نے جواب دیا۔

"ارے بھئی شکار کو چھوڑو۔ آج تو بڑا غضب ہوتے ہوتے ر

اخلاق نے اشتیاق کے ساتھ سوال کیا۔

"کیا ہوا؟"

شفقت نے بے پروائی کے ساتھ کہا۔

"شبیر صاحب سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی دراصل، نہ جانے کس موڈ میں تھے کہ گردن جھکائے چپ چاپ چلے گئے!"

اخلاق نے پوچھا۔

"اور اگر آنکھیں چار ہو جاتیں تو کیا ہوتا؟"

شفقت نے جواب دیا

"پھر جناب مقابلہ ہو کر رہتا۔"

اخلاق نے پھر سوال کیا۔

"اور اس مقابلہ کا انجام کیا ہوتا —— ؟"

شفقت نے بتایا

"وہی انجام ہوتا جو ایک صاحب کے والد بزرگوار کا ہو چکا ہے۔"

اب تو اخلاق کا اشتیاق اور بڑھا اس نے پوچھا۔

"کن صاحب کا ذکر ہو رہا ہے؟ کن صاحب کے والد بزرگوار کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے!"

شفقت نے بندوق صوفے سے ٹکا دی جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا ہو گیا۔

"ہوا یہ کہ ایک صاحب اپنی بہادری کے قصے حلقۂ احباب میں بیٹھے بیان کر رہے تھے اور لوگ دم بخود ان کی کہانی سن رہے تھے۔ یکایک انہوں نے فرمایا۔

جناب ایک مرتبہ والد مرحوم سے اور شیر ببر سے لڑائی ہو گئی
ایسا واقعہ نہ تھا کہ لوگ سنتے اور خاموش رہتے چنانچہ تقریباً یک
سب نے ـــــ جناب اخلاق صاحب آپ کی طرح بیتابی اور
کے ساتھ پوچھا۔

"پھر کیا ہوا؟"

والد بزرگوار کے فرزندِ ارجمند نے بتایا۔

"پھر یہ ہوا کہ شیر ببر نے پہلے والد مرحوم کا خونِ ناحق پیا۔ پھر
گوشت چکھا۔ اس کے بعد آگے بڑھ گیا!"

اخلاق، نسرین، نازلی سب ہنستے ہنستے لوٹ گئے۔ اخلاق
سوال کیا۔

"تو گویا یہی حشر آپ کا بھی ہوتا کیوں؟"

وہ بولا۔

"ظاہر ہے!"

پھر وہ نسرین سے مخاطب ہوا۔

"کب چل رہی ہو؟"

وہ بولی

"جب کہئے ـــــ کل ہی چلے چلیں گے!"

اخلاق نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن اتنی جلدی کیا ہے، دو چار روز بعد سہی"

نسرین نے تکلف کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ——— وہاں سارے کام چپ چپٹ ہو رہے ہوں گے!"

شفقت نے بے ساختہ کہا۔

"حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اب تو سارے کام حسب دلخواہ ہو رہے ہوں گے چپ چپٹ ہونے کا وقت وہ ہوگا جب محتسب صاحب (نسرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کی سواری بادِ بہاری وہاں پہنچے گی!"

اخلاق بولا۔

"تم جھوٹے ہو ہماری بھابی ایسی نہیں ہیں!"

شفقت نے بندوق سنبھالتے ہوئے جواب میں کہا۔

"ظاہر ہے اگر تمہاری بھابی ایسی نہیں ہیں تو میں جھوٹا ہوں، اور یقیناً وہ ایسی نہیں ہیں ——— قطعاً میں جھوٹا ہوں!"

اخلاق پھر اصل موضوع پہ آگیا۔

"تو پھر کیا طے رہا؟"

شفقت نے جواب دیا۔

"اچھا بھئی اچھا ——— کل ہی چلے جائیں گے کیوں خفا ہوتے ہو! واقعی آدمی مہمانداری کب تک کرے؟ مہمان جب بے غیرتی پہ اتر آئے تو میزبان کو بھی بادلِ نخواستہ ہی، وتیرہ اختیار کرنا پڑے گا۔!"

نسرین سے مخاطب ہو کر۔

"بھابی تمہیں بار بار عرض کرتا تھا بہت ہو گئی مہمانداری اب چلو، مگر

ان صاحبہ کا تو جی لگ گیا تھا یہاں، کبھی جھیل کے کنارے بیٹھی ہیں کبھی

چمن ہو رہی ہے، کبھی لائبریری کی کتابیں کھنگالی جا رہی ہیں، کبھی آرٹ

پر تبصرہ ہو رہا ہے، کبھی شکار کا گوشت آ رہا ہے۔ اور بھونا جا رہا ہے

جا رہا ہے، پکایا جا رہا ہے، بڑھ بڑھ کے ہاتھ مارے جا رہے ہیں

نکل گئی ساری کسر، جب میزبان صاحب نے دروازے کی طرف اشارہ کیا

کہ یہ ہے راستہ تشریف لے جائیے!"

نازلی ہنستے ہنستے لوٹ گئی۔ اس نے کہا

بھائی صاحب آپ تو کمال کرتے ہیں ——— زیادہ چلتی ہے

ہیں نہیں آتی۔ کس نے دروازہ کی طرف اشارہ کیا؟ کس نے چلے جاؤ

کو کہا؟ اخلاق صاحب بیچارے، تو روک رہے ہیں مگر آپ خواہ

تہمت لگائے جا رہے ہیں

نسرین اٹھ کھڑی ہوئی۔

"عادت سے مجبور رہے ہیں کیا کریں بیچارے!"

شفقت نے پہلے نازلی کی طرف پھر نسرین کی طرف، دیکھا اور کہا

"بھئی ہوم منسٹر اور ہوم سیکرٹری دونوں مخالف؟ ——— ہم لگے

جیسے کسی کا خدا نہ ہو!"

پھر اس نے اخلاق کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آؤ، ذرا دیکھ تو لو، سارا جنگل شکار کر لایا ہوں آج!"

(۱۴)

تو شام کے کھانے پر طے ہو گیا کہ پرسوں یہ قافلہ روانہ ہو جائے گا اخلاق نے اپنی طرف سے بہت اصرار کیا۔ لیکن نسرین نہیں مانی، اب اس کی طبیعت اُکتا چلی تھی۔

دوسرے روز ناشتہ کے بعد اخلاق نے نازلی سے کہا۔

"آئیے آج آپ کو اپنی خاص پکچر گیلری دکھا دوں!"

نازلی نے خوش ہو کر کہا۔

"ضرور دکھائیے!"

اخلاق اسے لے کر ایک کمرہ میں پہنچا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا لیکن صحیح معنوں میں نگارخانہ معلوم ہو رہا تھا۔ اس میں اخلاق کی پسندیدہ تصویریں، [illegible] کے نقوش اور مرقعے دیواروں پر آویزاں تھے۔ سب ایک سے ایک

نازلی ایک۔ ایک تصویر دیکھتی جاتی تھی۔ حیرت کرتی جاتی تھی۔ اور داد دیتی
تھی۔ تنقید کرتی جاتی تھی۔ اخلاق خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔
نازلی نے کہا۔

„اور وہ دو تصویریں بھی غالباً یہیں ہوں گی جو تینتیس ہزار روپے
آپ نے خریدی ہیں!"

اخلاق نے مختصر سا جواب دیا۔

„جی ہاں!"

نازلی نے اشتیاق اور بیتابی کے ساتھ تقاضا کیا۔

„تو پھر دکھائیے!"

اخلاق نے گویا تکلف اور انکسار سے کام لیتے ہوئے کہا۔

„کیا کیجئے گا دیکھ کر ——"

نازلی نے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر تیوری چڑھا کر پوچھا۔

„کیوں! ——"

اخلاق نے جواب دیا۔

„ممکن ہے آپ پسند نہ کریں!"

وہ بولی،

„میری پسند اور ناپسند سے کیا ہوتا ہے؟ —— اور پھر جس
یہ ممکن ہے کہ پسند نہ کروں اسی طرح یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ پسند کر لوں!"

اخلاق ہنسنے لگا۔

"بڑی ضدی ہیں آپ، اپنی بات منوا کر رہیں گی!"

نازلی مسکرانے لگی۔

"لیکن آپ کہاں مانتے ہیں ——"

اخلاق نے ایک الماری کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کوئی بات کہیں اور میں نہ مانوں ——"

پھر اس نے الماری کا دروازہ کھولا۔ اور دو تصویروں کی اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھئے —— دیکھ لیجئے!"

نازلی جلدی سے بڑھ کر بالکل اخلاق کے پاس آگئی اور ان دونوں تصویروں کو ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگی!

نازلی پر ان تصویروں کو دیکھ کر اس وقت کچھ عجیب سی کیفیت طاری تھی افسردگی، کچھ خوشی، کچھ تعجب، کچھ حیرت، کچھ اضطراب، کچھ خلش ——

اخلاق مسکرا رہا تھا اور نازلی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ اور نازلی اس سے بے خبر تصویروں پر نظر جمائے کھڑی تھی!

آخر اخلاق نے پوچھا

"دیکھ لیا مس نازلی؟"

وہ چونک پڑی اور ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

"ہاں دیکھ لیا —— لیکن یہ آپ کو کہاں سے مل گئیں ——"

یہ وہی تصویریں تھیں جو نازلی اور روفی نے نمائش میں بھیجی تھیں۔ اور

جن پہ نازلی اور روفی کو نمائش کے سیکرٹری کی طرف سے میڈل اور
کے طور پہ ملی تھی جس پر موسیو اندرے بہت خوش ہوئے تھے۔
لگا تھا اور سارے کالج میں دھوم مچ گئی تھی۔

ایک تصویر "بھکارن" کی تھی جو نازلی کے موقلم کا کرشمہ تھی
کے نیچے بہت باریک حروف میں "نازلی" لکھا ہوا تھا۔ دوسرا
کا تھا۔ جسے روفی کے سحر کار قلم نے زندگی جاوید بخشنے کی کوشش
یہ وہی مرقع تھا جس کے لئے اس نے مہینوں نازلی کی خوشامد
طرح کے پاپڑ بیلے تھے تب جاکر وہ اسے تیار کر پایا تھا۔

یہ وہی مرقع تھا جسے دیکھ کر اخلاق نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر
اس لڑکی کا کوئی وجود ہے تو وہ ضرور اس سے شادی کرے گا
اسی سے!

یہی وہ تصویر تھی اور یہی وہ مرقع تھا۔ جسے تیس ہزار کے
پچاس ہزار میں بھی خریدنے پہ تیار نہ تھا!

اور واقعہ یہ ہے کہ روفی کا یہ شاہکار ہر اعتبار سے
اس کے رنگ، اس کے نقوش، اس کے خدوخال، اس کی آن
اس کا وقار، اس کا جمال، اس کا جلال، اس کا کمال، اس کے
کی آنکھیں۔ اس کی پیشانی، اس کا انداز، اس کے کھڑے
طرز ہر چیز اپنی جگہ قیامت تھی!

نازلی کبھی اس تصویر کو دیکھتی، کبھی اپنے آپ کو!

"وہ سوچ رہی تھی کیا واقعی یہ تصویر میری ہی ہے ؟

پھر اسے رومی یاد آگیا ۔ وہ مردِ قلندر ، وہ مردِ درویش وہ بے ہمہ وبا ہمہ شخص ۔ انتہائی باوقار انتہائی جان نثار ، انتہائی صادق اور اسی تناسب سے انتہائی بے زبان ، انتہائی خاموش —— ضبطِ مجسم !

یکایک نازلی کے کانوں میں اخلاق کی آواز گونجی ۔

"مس نازلی کیا یہ آپ ہی کی تصویر نہیں ہے ؟"

نازلی نے جواب دیا ۔

"جس سے مل جائے اسی کی ہے !"

اخلاق نے پوچھا ۔

"یہ رومی کون شخص ہے ؟"

نازلی نے بتایا ۔

"میرا کالج کا ساتھی !"

اخلاق کہنے لگا ۔

"بڑا زور ہے اس کے قلم میں ، یہ تو اپنے وقت کا بہزاد بننے کی صلاحیت رکھتا ہے ؟"

نازلی مسکرانے لگی ۔

"اور میرے شہپارے کی آپ نے کچھ قدر نہ کی ؟"

اخلاق نے کہا ۔

"بہت عمدہ ہے لیکن وہ بات کہاں جو رومی کی تصویر میں ہے میرا خیال

ہے۔ اب رونی بھی اس سے اونچا نہیں جا سکتا یہ اس کی پرواز کی انتہا تھی

نازلی نے پوچھا "یہ آپ کس بنیاد پہ کہہ رہے ہیں؟"

اخلاق نے کہا۔

"گوہرِ مقصود پا جانے کے بعد آدمی کا سینہ آرزوؤں اور حوصلوں کا گنجینہ
رہ جاتا کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ رونی کا قلم پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں نے اپنا مقصود
پالیا۔ میں اپنی منزل پہ پہنچ گیا۔ اب اس کے بعد وہ کس چیز کی طلب کرے گا؟ اب اس کے
وہ کیا پائے گا؟" میری رائے تو یہ ہے کہ اب اسے قلم کو توڑ دینا چاہیئے، کاغذ پھاڑ
دینا چاہیئے۔ وہ جہاں تک جا سکتا تھا چلا گیا اب نہ کوئی منزل ہے نہ مقصود۔
منزل بھی پالی اور مقصود بھی پالیا۔ اور شاید اسی لیے اس نے یہ کام ترک ہی کر دیا

نازلی نے ایک جھرجھری سی محسوس کی پھر پوچھا

"یہ آپ نے کیسے جانا؟"

اخلاق نے بتایا۔

رونی اور نازلی کا پتہ مجھے نمائش کے سیکریٹری سے مل گیا تھا۔ یہ تصویریں
کے آخری سفر سے واپس آتے ہی چند روز اجلا یعنی چند ہفتے ہوئے جب میں
بھی میں اپنا اشتیاق دبا نہ سکا فوراً شافو پہنچا، گل کدے گیا لیکن وہاں تو
الٹ چکی تھی۔ نہ موسیو اندرے تھے، نہ رونی، نہ نازلی، پتہ پوچھا سب نے
کا اظہار کیا۔ رونی کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے اب وہ پینٹ
کرتا۔ شاید بیمار ہو گیا تھا۔ شاید دق ہو گئی تھی۔

نازلی کی آواز میں لرزش سی پیدا ہو گئی "دق ہو گئی تھی؟"

اخلاق نے الماری بند کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں کچھ ایسا ہی کہہ رہا تھا وہ شخص!"

گوہرِ مقصود

نیند اس کی ہے، دماغ اس کا ہے، راتیں اس کی ہیں
جس کے شانے پر تیری زلفیں پریشاں ہو گئیں

(۱)

ایک روز ثروت آرا بیگم، اخلاق کی بڑی بہن شفقت کے ہاں آئیں۔ نازلی انہیں اتنی پیاری لگی کہ بے تامّل و تردد انہوں نے اخلاق کا پیام دے دیا۔ نہ شفقت کے لئے انکار کی کوئی وجہ تھی نہ نسرین کے لئے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ دونوں کو اس پیام سے خوشی ہوئی۔ مگر معاملہ نازلی کا تھا اس سے پوچھے بغیر اور اس کی اجازت و مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس روز تو بات ہوں ہاں میں ٹل گئی لیکن تیسرے روز جب ثروت بیگم پھر آئیں تو انہیں باقاعدہ منظوری کی اطلاع دے دی گئی بلکہ ان کی تحریک پر شادی کی تاریخ بھی مقرر کر دی گئی۔ چونکہ اخلاق نے پھر سفرِ یورپ کا پروگرام بنایا تھا، اور وہ اپنی بیوی کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لہٰذا قریبی تاریخ رکھی گئی اور زور شور سے تیاریاں شروع ہو گئیں...

نسرین نے جب نازلی سے اس پیام کا ذکر کیا تو وہ مسکرا
اس نے کہا۔
"میں جانتی تھی ایسا ہوگا!"
نسرین نے جو بہن بھی تھی اور سہیلی بھی پوچھا۔
"شاید اس نے اظہار عشق کیا ہوگا؟"
نازلی کے چہرے پہ سرخی کی ایک ہلکی سی لکیر پیدا ہوئی اور مٹ گئ
وہ بولی۔
"نہیں آپا ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی"
لیکن نسرین کا ذوق تجسس کچھ اور بڑھ گیا۔
"پھر تم نے کیسے سمجھ لیا تھا کہ ایسا ہوگا؟"
وہ مسکراتی ہوئی گویا ہوئی۔
"خدا کو دیکھا نہیں مگر عقل سے تو پہچانا ہے ——— ان کے طو
کچھ ایسے ہی تھے جن سے ان کی یہ خواہش جھلک رہی تھی۔ ویسے یہ مانو
کہ ہیں بڑے پختہ ارادے کے آدمی!"
نسرین نے سوال کیا۔
"اس کا اندازہ کس طرح ہوا؟"
وہ بولی
متعدد مواقع ایسے ملے کہ وہ اظہار محبت کر سکتے تھے لیکن ان کی
پہ ایک لفظ بھی ایسا نہیں آیا۔ گو ان کا عام انداز بیچ بیچ کر کہہ رہا تھا کہ

پر وہ مجھے حاصل کرنے کے لئے بیتاب ہیں!"
پھر نازلی نے وہ ساری داستان تصویر والی سنا ڈالی۔ نسرین
غور اور توجہ سے سنتی رہی پھر بولی۔
"اب میں بھی ایک بات سنا دوں؟"
نازلی نے کہا
"پوچھتی کیوں ہو؟"
نسرین نے وہ سارا واقعہ جو اخلاق نے مس فلورا کو چھوڑنے اور
ایک تصویر کو دیکھ کر جو نازلی ہی کی تھی فریفتہ ہو جانے اور اس سے شادی
کا عہد کر لینے کا شفقت سے بیان کیا تھا۔ ایک ہی سانس میں سنا دیا۔ نازلی
مسکرا مسکرا کر یہ ساری داستان سنتی رہی، پھر بولی۔
"اچھا یہ بات بھی تھی؟"
نسرین نے کہا۔
"ہاں اور کیا۔"
نازلی خاموش ہو گئی۔ نسرین نے ـــــ مسکراتے ہوئے کہا۔
"میرے خیال میں تو اخلاق کو تم سے سچی محبت ہو گئی ہے!"
نازلی نے بے پروائی سے کہا
"ہو گئی ہو گی۔"
نسرین نے ایک اور سوال کر دیا۔
"کیا تمہیں بھی ـــــ"

نازلی نے بات پوری نہ ہونے دی،

"نہیں آپا، میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ مجھے محبت وحبت نہیں ہے"

یہ الفاظ نسرین کو کچھ پسند نہ آئے، تیوری چڑھا کر اس نے پوچھا

"پھر شادی پہ کیوں راضی ہو گئیں؟ ——— کیا

دولت سے ———؟"

نازلی کا چہرہ تمتما اٹھا۔

"آپا ایسی باتیں نہ کہو ——— جتنی نفرت مجھے روپے سے ہے کسی چیز سے نہیں، روپیہ دیکھ کر مجھے وہ مظلوم، تباہ حال، آشفتہ روزگار، فاقہ مست، اور نڈھال لوگ یاد آجاتے ہیں، جو صرف روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے ضمیر کا سودا کرتے ہیں۔ ایمان سے دستبردار ہوتے ہیں، دھوکے فریب اور جعلسازی کی زندگی اختیار کرتے ہیں وہ عورتیں اور لڑکیاں یاد آجاتی ہیں جو صرف غربت کے باعث اپنے آپ کو، اپنے وجود کو، اپنی کو، اپنے نفس کو، اپنی آبرو کو فروخت کر ڈالتی ہیں۔ یہ کمبخت روپیہ نہ ہوتا تو یہ پستی و بلندی، یہ غریب و امیر کے مابین اتنی اونچی اونچی دیواریں بھی نہ قائم ہوتیں۔ میرے پاس اگر روپیہ ہو، ساری دنیا کا خزانہ اگر مل جائے تو چٹکی بجاتے میں اسے لٹا دوں۔ ہر ضرورت مند کی جیب

آپا ابھی دو تین دن ہوئے میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ ہمارے رسالت مآبؐ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ تو حضرت عائشہ سے دریافت فرمایا کہ گھر میں کتنے روپے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا

سونے کی ایک ڈلی ہے جو تقسیم ہونے کے بعد بچ گئی تھی۔ آنحضرتؐ
نے فرمایا۔ عائشہ اسے فوراً کسی کو دے ڈالو، کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں اپنے
رب سے بدگماں ہو کر ملوں؟ ———— (بھرائی ہوئی آواز میں) آپا
یہ واقعہ جب میں نے پڑھا تو بڑی دیر تک روتی رہی۔ ایک ہمارے
رسولؐ تھے جنہیں غریبوں کے دکھ درد کا اتنا خیال تھا۔ ایک ہم مسلمان
ہیں! ——

نسرین اس لمبی تقریر سے اُکتا چلی تھی،" اس نے قطع کلام کرتے
ہوئے کہا۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر دنیا تو اسی پست و بلند کے نظام پر
قائم ہے!"

نازلی نے جواب دیا۔

"لیکن یہ پست و بلند کا نظام خدا کا قائم کیا ہوا تو نہیں ہے۔ ہم نے
اسے قائم کیا ہے ہم ہی اسے ڈھا بھی سکتے ہیں!"

نسرین نے اعتراض کیا۔

"لیکن اسے ڈھانے کی ضرورت کیا ہے؟ غریبوں کے لیے امیروں
کو غریب کر دینا کون سی عقلمندی ہے؟"

نازلی بولی۔

"جس سماج میں غریب ہی ہوں اس میں کسی کو امیر بننے کا حق
کیا ہے!"

نسرین ہنسنے لگی

"روداہ اچھی نہ بر دستی ہے ——— لیکن پست و بلند کا نظام د

ہاں کتنا خون خرابہ ہوگا۔ یہ بھی سوچا۔"

نازلی نے جواب دیا۔

"ممکن ہے ہو، ممکن ہے نہ ہو!"

نسرین کو پھر ہنسی آگئی۔

"ممکن ہے ہو، ممکن ہے نہ ہو، یہ کیا بات ہوئی؟"

نازلی نے تشریح کی۔

"اگر ہو تو اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ پھوڑے میں شگاف

ہی جاتا ہے۔ بدگوشت کو کاٹنا ہی پڑتا ہے لیکن مجھے امید ہے اس

نوبت نہیں آئے گی!"

نسرین نے طنز کیا۔

"یعنی دولت مند لوگ خود ہی سیم و زر سے بھری ہوئی تھیلا

کرنا شروع کر دیں گے؟"

نازلی نے طنز کا وار طنز کی ڈھال پہ روکا۔

"نہیں ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ جانتی ہوں پتھر ہیں جو نک نہیں

لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی مرد خود آگاہ و خدا شناس اٹھ کھڑا

اس کا ایک ہی نعرہ پستی و بلندی کی اونچی اونچی دیواروں کے لئے

نگن ثابت ہو!"

نسرین نے نازلی کی اس ناقابلِ اعتبار بات پر توجہ نہیں کی۔ کہنے لگی۔
"جب تمہارے یہ خیالات ہیں تو ایک امیر کبیر سے شادی کیوں کر رہی
ہو۔ کیا اس غریب کا دیوالہ پیٹنے کے لئے!"

نازلی کے پاس جواب تیار تھا۔

"اگر وہ امیر کبیر مجھ سے محبت کرتا ہے تو ضرور میرے راستے پر
چلے گا!"

نسرین کسی گہری فکر میں ڈوب گئی، پھر گویا ہوئی۔

"محبت تو کرتا ہے!"

۳۹۹

نازلی نے اسے یاد دلایا۔

"محبت کے علاوہ ایک اور بات بھی تو ہے!"

نسرین ہمہ تن سوال بن کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

وہ بولی،

"ہم دونوں آرٹسٹ ہیں۔ ہم دونوں کے خیالات، تاثرات،
حسیات، جذبات، میلانات بڑی حد تک ایک ہیں۔ تم نے ابھی پوچھا
تھا کیا میں اخلاق سے محبت کرتی ہوں؟ اور میں نے جواب دیا تھا نہیں محبت
نہیں کرتی، تو آیا محبت کئے بغیر بھی میرا نباہ ان کے ساتھ اس سے
زیادہ بہتر ہو سکتا ہے۔ جتنا میں کسی سے محبت کرتی ہوتی۔ اور میرے

اس کے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا۔ ہم خیالی اور فکر و نظر
یکسانیت زندگی کے نباہ میں بہت مدد دیتی ہے!"

نسرین نے رکتے رکتے تائید کی۔

"کہہ تو ٹھیک رہی ہو!"

نازلی کے چہرے پہ اطمینان کی جھلک پیدا ہو گئی یہ سہارا دینے
الفاظ سن کر،

یکایک نسرین نے پھر ایک ٹیڑھا سا سوال کیا۔

"یہ تو بتاؤ، تم نے واقعی اب تک کسی سے محبت نہیں کی!"

نازلی نے ذرا سے تامّل کے بعد جواب دیا۔

"ہاں نہیں کی!"

نسرین نے پوچھا

کیوں نہیں کی؟"

وہ بولی،

"ایک آدمی سے ارادہ تھا محبت کرنے کا لیکن اس نے لفٹ
نہیں دی!"

نسرین چونک پڑی۔

"کیا کہا؟ —— اس نے لفٹ نہیں دی! —— کیا اس

ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی آنکھ کا اندھا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ کیا کسی کی جسمانی حس اتنی مردہ بھی ہو سکتی ہے؟ کیا دنیا میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو تمہیں ٹھکرا سکے؟ —— نہیں نازلی میں نہیں مانتی تمہیں دھوکا ہوا ہے یا غلط فہمی ہوئی ہے۔

نازلی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"آپا تم نے بڑی زوردار تقریر کر ڈالی!"

وہ بولی۔

"لیکن اگر کچھ غلط کہی ہو تو بتاؤ!"

نازلی نے بتایا۔

"تم نے جتنے مفروضات قائم کیے ہیں سب غلط ہیں!"

نسرین نے پوچھا۔

"وہ کیسے؟"

نازلی کہنے لگی۔

"ایسے کہ میں نے جس شخص کو اپنی محبت کے لیے منتخب کیا تھا وہ میرا بے حد احترام کرتا تھا۔ وہ میرے پسینہ پر خون بہا سکتا تھا۔ دنیا میں اس کے نزدیک مجھ سے بڑھ کر حسین و جمیل ہستی نہ کوئی اور ہے نہ کوئی اور ہوگی۔ میرا ماڈل بنانے کے لیے اس نے مہینوں میری خوشامد کی ہے مہینوں منت کی ہے۔ چلچلاتی ہوئی دھوپ میں، منجمد کر دینے والی سردی میں، اور جھم جھم کرتی ہوئی بارش میں، اسے صرف ایک ہی دھن لگی جیسی میں ہوں

ویسا ہی مرقع وہ تیار کرے، اس نے تیار کر لیا۔ ہم دونوں نے اپنے مرقعے
نمائش میں انعامی مقابلہ میں بھیج دیئے، اسے پہلا انعام ملا۔ مجھے دوسرا ان
روز وہ بہت خوش تھا۔ میں نے کہا۔

"مبارک ہو!"

کہنے لگا۔

"مبارک باد اپنے آپ کو دیجئے!"

میں نے اعتراض کیا۔

"تصویریں آپ بنائیں، ہنر کا کمال آپ دکھائیں، پہلا انعام آپ لیں
کریں، اور مبارک باد اپنے آپ کو میں دوں؟"

وہ ہنسنے لگا

"یہ انعام میرے کمالِ ہنر کا نہیں، آپ کے کمالِ حسن کا ہے!"

میں نے کہا۔

"رہنے بھی دیجئے ـــــ مصوّر کا موقلم ہر خوب صورت کو بد
اور ہر بد صورت کو خوب صورت بنا سکتا ہے۔ آپ نے جیسی تصویر
ویسی ہی کب ہوں؟"

جیسے کسی نے کوڑا مار دیا ہو وہ تلملا اُٹھا۔

"یہ نہ کہئے مس نازلی، میں تو ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے نقل
اصل سے بہتر ہے!"

یہ کہتے کہتے وہ جذباتی سا بن گیا، میں خاموش ہو گئی۔

نسرین نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا۔

"پھر بھی تمہارا خیال ہے کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتا تھا!"

نازلی کے چہرے پر افسردگی سی دوڑ گئی۔

"لیکن اس نے مجھ سے کبھی اظہارِ محبت نہیں کیا!"

نسرین بولی

"تو اس سے کیا ہوتا ہے؟"

نازلی مسکرانے لگی۔

"محبت نہیں ہوتی۔"

نسرین نے خفا ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ یقیناً تم سے محبت کرتا تھا۔"

نازلی بولی

"کرتا ہوگا لیکن دل کی بات جب تک زبان پر نہ آئے کوئی کیسے جان سکتا ہے!"

نسرین نے ایک سوال کیا۔

"کون تھا وہ؟"

نازلی نے جواب دیا۔

"وحید — کالج میں میرے ساتھ پڑھتا تھا!"

نسرین نے پوچھا۔

"کیسا آدمی تھا؟"

نانزلی گھبرا ہوری۔

بہت اچھا —— انسانیت کا معیار ہ!" —— وہ اگر مجھ سے

کرتا تو میں اسے قبول کر لیتی —— انکار کبھی نہیں سکتی تھی لیکن زبان

بات تھی کہ انتہائی شوخ گفتار اور طرار ہونے کے باوجود لفظ محبت سے

کی زبان کبھی آشنا نہیں ہوئی —— شاید وہ صرف میرا احترام کر

محبت کسی اور سے کرتا ہو، ہو سکتا ہے کہ مجھ سے محبت کرتا ہو لیکن

دشواریاں حائل ہوں - بہرحال وہ بڑا اچھا آدمی تھا - میں اسے ہمیش

گی کبھی نہیں بھول سکوں گی!"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ تہ وت، آرا بیگم کی سواری اُتری انہیں

کمرے کی طرف آتا دیکھ کر نانزلی نے کہا -

"نہ جانے ان کے اخلاق و تپاک میں مجھے بناوٹ اور تصنع

کیوں ہوتا ہے"

نسرین نے آہستہ سے کہا

"چپ پگلی —— تیرا تو دماغ چل گیا ہے۔"

(۲)

نازلی اور اخلاق کی شادی ہو گئی!

شادی کی بات پختہ کرنے اور تاریخ مقرر کرنے کے بعد بیچ بیچ نسرین
ان کے پاس گئی۔ ان سے بھی اس سلسلہ میں رائے لینا ضروری تھا۔ خان بہادر
معصوم سیں بڑی توجہ سے نسرین کی باتیں سنتے رہے۔ پھر انہوں
نے فرمایا۔

میرے خیال میں تو پیام فوراً قبول کر لینا چاہئیے اور وہ تاریخ بھی
منظور کر لینی چاہئیے جو اخلاق و ثروت کی طرف سے پیش ہوئی ہے۔

گرچہ خان بہادر صاحب اور نسرین زنانہ لیں ہیں، نئی بیگم کے آجانے
کے بعد پیدا ہو گیا تھا لیکن یہ ایسا موقع تھا کہ کسی طرح انہیں
نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ خان بہادر صاحب نے اپنے نسیں میں ایسا ہمارا دیتے

تو شاید اس تقریب سعید میں عملی حصہ نہ لے سکتے لیکن وہ اخلاقی حصہ لینے سے زیادہ کچھ نہ کر سکے۔ کیونکہ ان کی ماں درست پرانی بیگم تالبض تھیں۔ شہزادی اور نازلی نے صرف ان کی شرکت ہی کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھا۔

شادی کے چند روز بعد اخلاق نازلی کو لے کر یورپ کے دورے پر روانہ ہو گیا۔

LIBRARY ... School

یہ نازلی کی دیرینہ خواہش تھی۔

وہ یورپ کی سیر کرنا چاہتی تھی۔ صرف اس لئے نہیں کہ اس کا اس کی صحت پر اچھا اثر پڑے گا۔ اس لئے کہ وہ وہاں کی ذہنی ترقیاں بچشم خود دیکھنا چاہتی تھی۔ وہاں کے فنکاروں سے ملنا چاہتی تھی۔ ان کے شاہکاروں کا مطالعہ کرنا چاہتی تھی۔ وہاں کی فنی دستکاریوں کا مشاہدہ کرنا چاہتی تھی —— اس

خدا کا شکر ہے یہ ساری باتیں کتنی [illegible] تھیں!

سفر یورپ کا تصور ہی اس کے لئے بہت خوشی آئند تھا۔ دل ہی دل میں نہ جانے وہ کیسے کیسے منصوبے تیار کر رہی تھی۔ کیسی امنگیں اور آرزوئیں اس کے سینہ میں مچل رہی تھیں!"

اخلاق صرف اس کا شوہر ہی نہیں تھا۔ ہم فن بھی تھا۔ ہم خیال بھی، ہم زبان بھی تھا اور وہ بھی تھا۔ ایک لڑکی کے شوہر میں اگر یہ خصوصیات ہوں تو اس سے بڑھ کر خوش نصیب اور کون ہو سکتا ہے!

نازلی بجا طور پر اپنے آپ کو دنیا کی خوش نصیب سمجھ رہی تھی۔ ماں کی موت، باپ کی بے التفاتی، سوتیلی ماں کی بدسلوکی، کالج سے جدائی۔ جو شو کی زندگی

عورتوں اور مردوں اور بچوں سے ملاقات کے باعث یہ [illegible] ترک تعلق کی بنا پر
ہوئے ذہنی اور قلبی صدمہ کا پیمانہ یہ شادی کا ارتکاب زخم کا مرہم کرنا بہت تھا
اس سیر و سفر اور سیاحت سے مشاہدہ اور زیادہ وسیع ہوگا خیالات
میں اور وسعت بھی آ جائے گی۔ تجارب میں اضافہ ہوگا۔ زندگی کی رنگینی کی [illegible]
بات سمجھ میں جو کسی طرح کھلنے میں نہیں آتیں کھل جائیں گی۔

یہ خیالات تھے انہوں نے بڑے شوق سے [illegible] ساتھ [illegible] سفر پر آمادہ
کر دیا۔ اس سفر سے اخلاق کا مقصد صرف یہ تھا کہ انہیں کچھ [illegible] اس کی زندگی
[illegible] جائے [illegible] میں بہت سی نئی باتیں [illegible] لیکن بہرحال وہ تجربہ وہ
[illegible] تھی۔ اس سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔ اس سفر میں انہیں دلیس
[illegible] محرم کو بڑی آسانی سے وہ دیکھ سکے گی کہ [illegible] کس طرح
[illegible] اور عورتوں سے کس طرح ملا جاتا ہے؟ کیسے گھر اور کیسی
زندگی کو قریب سے دیکھا جا سکتا ہے؟ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ
[illegible] اور خود مختار [illegible] سے ابھی ابھی
[illegible] لیکن خیالات [illegible] اثر [illegible] اسلام [illegible] عقیدہ
[illegible] اور روایات کی غلامی [illegible] تاہم ہے۔ [illegible]
[illegible] درجہ کی ہو۔ لیکن ابھی اس میں جھجک ہے [illegible]
[illegible] باقی رہے گی یہاں جن چیزوں کو ہم [illegible] سے دیتے
[illegible] کو ہم شرم و حیا اور غیرت کے منافی سمجھتے ہیں جن
[illegible] کی قدر [illegible] وہاں جا کر معلوم ہوگا کہ وہ [illegible]

ہی معمولی سی باتیں ہیں۔ معمولی ہی نہیں بڑی حد تک بیش بہا افتادہ بھی ...
صرف یورپ ہی جا کر ہو سکتا ہے کہ دنیا کتنی آگے بڑھ گئی ہے اور
کتنے پیچھے رہ گئے ہیں؟ انسانی سماج کا مقام کتنا اونچا ہو گیا ہے اور ہم کس
مقام پر فائز ہیں! ۔۔۔ فکر و نظر، شرم و حیا، رسوم و قیود، اختلاط و امتزاج اور
سب سے بڑھ کر یہ کہ معاشرہ اور معیشت کے اقدار بدل گئے ہیں۔ پیمانے
بدل گئے ہیں۔ سانچے بدل گئے ہیں۔ مگر ہم انہیں پرانی لکیروں کو پیٹے جا رہے
ہیں۔ دس ہزار لیکچر بھی زندگی کو اس مقام تک نہیں پہنچا سکتے جتنا صرف ...
کا یہ ایک سفر، دس ہزار کتابوں کے مطالعہ سے بھی وہ بات نہیں حاصل
ہو سکتی جتنی صرف ایک بار دیارِ فرنگ کے معائنہ اور مطالعہ سے ...
ہو سکتی ہے۔

اخلاق اب جب کہ اپنے باپ کی مسند پہ بیٹھنا چاہتا تھا۔ عیش و عشرت
... اور ہوس، لذت و تنعم کے سمندر میں وہ غوطے لگا چکا تھا۔ باپ کی
... میں بھی اور باپ کی موت کے بعد بھی۔ اب طوفان گزر چکا تھا ٹھہراؤ
آ گیا تھا۔ اب اسے باپ کی مسند پہ بیٹھ کر اپنے علاقہ کا اپنی جائداد کا
وسیع کاروبار کا انتظام کرنا تھا۔ اور اپنی ذہانت و فراست سے کام لے کر
اس میں اضافہ کرنا تھا اور یہ کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک زندگی
اس سفر میں زندگی کی رفاقت میسر نہ ہو۔

(٣)

شادی کے چند روز بعد اخلاق اور نازنی سفر پہ روانہ ہو گئے۔
ایران، عراق، شام، لبنان، مصر، اٹلی، لندن، پیرس، ایمسٹرڈم، سپین،
سوئٹزرلینڈ، کوئی مقام ایسا نہ تھا جہاں یہ نہ گئے ہوں۔ اور جہاں کے تاریخی دید
آثارِ قدیمہ اور مقاماتِ جدیدہ کی جی بھر کے سیر نہ کی ہو۔ خواہ وہ ایران و عراق
کے قصرِ کسریٰ اور تاجِ جمشید کے آثار ہوں۔ یا بابل اور کلدانی تہذیب کے
ٹوٹے پھوٹے اور ابھرے ہوئے نقوش۔ مصر کے اہرام ہوں یا پامپیائی کا
خوابیدہ جہاں کوہِ آتش فشاں کے لاوے نے چشم زدن میں سارے شہر کو
اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور لوگوں کو بھاگنے تک کا موقع نہ مل سکا تھا۔
لندن کے عجائب خانے، پارک، چڑیا گھر، میوزیم، تماشہ گاہیں، تھیٹر، نشاط خانے
قہوہ خانے یا شیشہ ہوں، یا پیرس کی شب ہائے زرنگار، جلوہ بار۔ رقص خانے

میکدے سے الگ کا سیج و علیحدہ کی جو یادگاریں کی پرانی اور نئی عمارتیں، مقبرے
کا شہر چھو یا رہا ان کے نشان ہیں جن لبھاتی پرشکوہ اور نازنین ان معلوم
سو تھیٹرز اینڈ کی شان دیکھی پہاڑ جہاں یادگاریں اور عمارتیں ہوں، اسپین میں
عربی ثقافت ہو یا غرناطہ و قرطبہ کے یہ آثار قدیمہ جو مسلمانوں کی مٹی ہوئی تہذیب
و تمدن اور صنعت گری کا غیر فانی نمونہ ہیں۔

اخلاق نے یہ سب چیزیں بارہا دیکھی تھیں اور ہر مرتبہ ایک نیا لطف
تھا لیکن اس مرتبہ نادی کے ساتھ تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ پہلی
دیکھ رہا ہے۔ نادی نے یہ مناظر زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھے تھے لیکن
طرح انہیں دیکھتی رہی جیسے کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔ اس شان سے، اس سب کو
سے اس وقار اور سنجیدگی سے، جیسے یہ راہ چھاڑ پہاڑ
کب سے ۔۔۔۔ دیکھ رہی ہو، گویا یہ شہر اس کا!

اخلاق ہر چیز کو دیکھ کر یوں چونک پڑتا اور سراپا اشتیاق بن جاتا
جیسے یہ منظر، یہ عمارات، یہ کھنڈر، یہ خرابے، یہ زمین دونوں شہر یہ
آثار، یہ تہذیبوں کی کھدائی کے بعد پیدا ہونے والے نئے انکشاف
سارے کے سارے آج اور ابھی اس کے سامنے آگئے ہیں، اور نادی کا
تھا کہ ان سب چیزوں کی پرکشش بھی تھی لیکن اس شان سے جیسے
ان کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے ۔۔۔۔ شاید سب کچھ جانتی
اور اخلاق سے تو بہر حال زیادہ جانتی ہے۔

بہر حال یہ دن بڑے لطف سے گزرے!

کچھ مہینے کی مدت اسی طرح گذر گئی جیسے صرف چھ گھنٹے گذرے ہوں۔

صرف چھ گھنٹے!

یہ سب کچھ دیکھ لینے، اور بار بار دیکھ لینے کے باوجود اخلاق اب بھی تشنہ تھا۔ اس کی سیری نہیں ہوئی تھی، اور نازلی کو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس میں یہ تشنگی تھی نہ اب ہے، وہ بڑے بڑے فنکاروں سے ملی، اونچی اونچی سوسائیٹیوں میں گئی، اونچے درجہ کے کلبوں میں پہنچی۔ تھیٹر دیکھے، سنیما دیکھے، میوزیم دیکھے، شہر دیکھے۔ دیہات دیکھے۔ پہاڑ دیکھے، دریا دیکھے، نہریں دیکھیں، کھیت دیکھے، کارخانے دیکھے، ہوا میں اُڑنے والے طیاروں میں بیٹھی، اندر کے پیٹ میں اور پیٹھ پر دوڑنے اور چلنے والی ——— ریلوں پر بیٹھی، لیکن کہیں بھی وہ اجنبی نہیں معلوم ہوتی!

کہیں بھی وہ بے میل اور بے جوڑ نہیں نظر آئی!

وہ جہاں گئی نظریں اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ اور خود اس نے نگاہ غلط انداز کا استعمال بھی کم سے کم کیا۔

لندن میں اخلاق کا وسیع حلقۂ احباب موجود تھا۔ اسی حلقہ میں اخلاق اور نازلی کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اس حلقہ میں انگلستانی لوگوں کے علاوہ ہر ملک اور قوم کے لوگ موجود تھے۔ نازلی سے، اس کے رکھ رکھاؤ اور سبھاؤ سے سب متاثر ہوئے، اس کی سحر طرازی اور قیامت آفرینی کے سامنے سب نے سر جھکایا۔ ہر طرف سے اخلاق کو مبارکباد کے تحفے ملے۔ اور ان تحفوں سے اخلاق خوش بھی بہت ہوا۔

لیکن نازلی؟

اس کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اس شور تہنیت کا اس پر کیا اثر پڑا ہے؟ اسے اپنے وجود پر فخر ہے کہ اخلاق جیسا گوہر یکتا اس کے ہاتھ آگیا؟ یا اخلاق کو اس پر ناز ہونا چاہیئے کہ وہ اس کے ہاتھ آگیا،

اسی طرح اس کے سبب اخلاق کا ستارہ اوج پر پہنچ گیا؟

کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ نازلی مغرور ہے، متکبر ہے، اتراتی ہے

لیکن کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ نازلی اس شور تہنیت کو اپنا حق

خراج سمجھتی ہے۔

اخلاق نازلی میں اتنا کھویا ہوا تھا اور اپنے حلقۂ احباب میں اتنا مصروف تھا۔ اور اشخاص و مقامات کے مطالعہ و مشاہدہ میں اس درجہ غرق تھا کہ اس نے اس طرف کبھی توجہ ہی نہیں کی کہ نازلی کے تاثرات کیا ہیں اس کے لئے یہ بس کافی تھا کہ نازلی اس کے ساتھ ہے۔ جادۂ حیات میں اس کی ہمسفر ہے۔ ہم عناں ہے۔ اس کے بعد نہ کچھ سوچنے کی ضرورت تھی نہ محسوس کرنے کی!

لیکن کیا نازلی کا بھی یہی حال تھا!

کیا وہ بھی اسی طرح سوچ رہی تھی جس طرح اخلاق؟

وہ ہنستی تھی، مسکراتی تھی، محفلوں میں شریک ہوتی تھی، تماشے دیکھتی تھی ان پر رائے دیتی تھی۔ تنقید کرتی تھی، تبصرے کرتی تھی۔ اپنی شوخیٔ گفتار سے اخلاق کو ہنساتی اور اس کے دوستوں کو متحیر کر دیتی تھی۔ اس کی زندہ دلی

خوش طبعی، شوخی، تیزی، طراری، ہر چیز میں جلا پیدا ہوتی گئی تھی ـــــ لیکن
اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ اس سفر کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے
وہ محض ٹورسٹ تھی اور جیسے جیسے سفر کا دائرہ وسیع ہوتا گیا وہ متفکر
ہوتی گئی۔

ہر نئے ملک میں جا کر وہاں کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر، وہاں کے طور
طریقوں سے آشنا ہو کر، وہاں کی سوسائٹیوں اور عوام (خواص) کی زندگی کا قریب
سے مشاہدہ کر کے اس کی قوت فکر کو مہمیز لگتی اور وہ بہت زیادہ سوچنے
لگتی۔

دن ہو یا رات، سفر ہو یا حضر، ریل ہو یا طیارہ، ریستوران ہو یا کلب
ڈرامہ ہو، تھیٹر، سنیما ہو یا اوپیرا وہ ہر چیز سے پوری دلچسپی لیتی اور پورے
جوش کے ساتھ اس میں شریک ہوتی، لیکن دفعتاً ایسا محسوس ہوتا جیسے
گو وہ یہاں بیٹھی ہے، لیکن ہے کہیں اور، اس کا مادی وجود لوگوں کے
درمیان ہے لیکن اس کی روح نہ جانے کہاں گشت کر رہی ہے۔ شاید وطن
میں، شاید اپنی قوم میں!

دن اسی طرح گزرتے گئے یہاں تک کہ چھ مہینے کی مدت پوری ہو گئی
اور اب واپسی کے لئے سامان سفر وغیرہ درست ہونے لگا۔

اخلاق نے تجویز پیش کی کہ یہ سارا سفر طیاروں اور ریلوں میں کٹا ہے
کیوں نہ اس مرتبہ بحری جہاز کے طویل سفر کا بھی لطف اٹھایا جائے؟ پندرہ
سولہ دن تک کھلے سمندر میں سفر کرنا صحت کے لئے کچھ مفید ہی ہوگا!

تانڈلی نے اس تجویز کا بھی خیر مقدم کیا بلکہ کہا۔

میں تو خود یہی تجویز پیش کرنے والی تھی ـــــ لیکن آپ سبقت

لے گئے :

اخلاق خوش ہو گیا اور بحری جہاز سے سیٹیں بک کرانے

انتظام میں مشغول ہو گیا !

(۴)

جہاز کا نام "ایڈونچر" تھا۔ یہ وسیع اور کشادہ جہاز اپنے دامن میں ساری دنیا کا حسن و جمال، عیش و طرب، اور نشاط و سرخوشی کی ایک دنیا لیے ہوئے تھا۔ تیرنے کے لئے حوض، ناچنے کے لئے بال روم، تفریح کے لئے کھیلوں بازی کے لئے تاش گھر، بادہ و پیمانہ کے لئے ریستوران اور سنسان گوشے، کیا چیز تھی جو یہاں موجود نہ تھی؟ ہر چیز سے دلچسپی رکھنے والے لوگ موجود تھے۔ اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنی دلچسپیوں میں مگن تھے۔

نائلہ اپنے کیبن سے باہر کم ہی نکلتی تھی۔ آج موسم بہت خوشگوار تھا۔ سمندر بالکل ساکت اور ساکن تھا۔ جہاز پوری رفتار سے چل رہا تھا۔ لہروں کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔

اخلاق مسٹر سالومن کے گھر سے میں بڑی دیر سے بیٹھا گپ ش
رہا تھا۔ یہ ایک یہودی تاجر تھا۔ دنیا کے ہر حصے سے آتے ریں اس کے
موجود تھے۔ یہ گپ شپ جو ان دونوں میں بڑی دیر سے جاری
کاروباری قسم کی تھی۔ کچھ دیر کے بعد طبیعت اکتائی تو اخلاق اپنے کیبن
واپس آگیا۔ اس نے نازلی سے کہا۔

"چلو عرشہ پر ذرا سمندر کا نظارہ کریں گے"

نازلی آمادہ ہو گئی۔

"چلئے ——— میں بھی یہاں بیٹھے بیٹھے اُکتا سی گئی ہوں"

دونوں عرشہ پر آگئے۔ ایک گوشہ میں دو آرام کرسیاں پڑی
تھیں۔ ان پر قبضہ کیا اور بیٹھ کر سمندر کا نظارہ کرنے لگے۔ اڑتی ہوئی
تیرتی ہوئی مچھلیاں، بڑا عجیب اور دلچسپ منظر تھا۔ اخلاق کچھ دیر تک
اس منظر کو دیکھتا رہا پھر اس نے نازلی سے کہا۔

"یہ چھ مہینے اس طرح گزر گئے جیسے چھ لمحے ———"

نازلی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

"مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے یہ چھ مہینے چھ برس بن گئے ہوں"

اخلاق کو اس جواب پر حیرت ہوئی اس نے پوچھا۔

"ارے یہ کیوں؟"

نازلی نے جواب دیا۔

"ذہنی اعتبار سے میں نے اتنی تھکاوٹ کبھی محسوس نہیں کی تھی

سفر کے دوران کی ہے!"

اخلاق کا تعجب اور زیادہ بڑھ گیا۔

وہ کیوں!

وہ بولی۔

لندن ہو یا پیرس، روم ہو یا اسپین، برلن ہو یا جنیوا، ہر جگہ اور ہر کہیں زندگی ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی —

اخلاق اس سے زیادہ نہ سن سکا۔ اس مضحکہ خیز بات پہ اسے ہنسی

"کیا تم ان شہروں کے ممالک کی سیاحت کر کے آ رہی ہو؟"

نادرا نے سنجیدہ لہجہ میں کہا۔

"مذاق نہ اڑائیے، واقعی میرے تاثرات یہی ہیں!"

اخلاق اتنی اہم بات، ایسی آسانی سے کیونکر مان لیتا۔

"تم نے دنیا کے ترقی یافتہ لوگوں کو دیکھا، وہاں کے زندگی سے بھرپور لوگ دیکھے ہیں اور پھر تمہیں کہیں زندگی نظر نہ آئی؟ خدا کی بندی اگر زندگی وہاں نہیں ہے تو کہیں نہیں ہے! جہاں زندگی بہ سکتی ہے، جہاں زندگی کھیلتی ہے، جہاں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ جہاں زندگی اپنی مستقل قدریں رکھتی ہے۔ وہاں کے بارے میں کہہ رہی ہو کہ زندگی تو ڈھونڈے سے نہیں ملتی — یہ بات تم نے میرے سامنے تو کہہ دی لیکن کسی اور کے سامنے نہ کہہ بیٹھنا ورنہ مفت میں مذاق اڑے گا —!"

نازلی کو جیسے تاؤ آ گیا۔

مذاق اُڑانے والوں کو میں ذرا بھی پسند نہیں کرتی۔

اخلاق نے کہا۔

یہ تو ڈھٹائی ہوئی۔

وہ بولی

"دوسری بہنیں اسے استقامت کہتی ہیں ––– آپ کا خیال ہے کہ یورپ میں زندگی رقصاں اور جولاں نظر آتی ہے۔ آپ کو آتی ہوئی کیوں نہیں دکھائی دی حالانکہ میں نے اسے تلاش بھی کیا ––– "

نزدیک کے زمانہ کی زندگی، پھر اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اور تو اور کیا یہ زندگی کیا ترقی کیا ہے، مردوں کے یہ شاندار ادارے ترقی کے اعتبار سے نظر فریب، بلحاظ اپنے پیچھے کتنی حسرتیں چھوڑے ہوئے، مرد ہو یا عورت، سیاست داں ہو یا تاجر، مزدور ہو یا سرمایہ دار، اسکول ریسرچ اسکالر ہو یا دفتر کا کلرک، سب کے سب بے تحاشہ ایک ہی طرف دوڑ رہے ہیں۔ بھاگ رہے ہیں، لپک رہے ہیں ––– دنیا بیوپار، ٹریڈنگ ہاؤس ––– مذہب اور اخلاق فرسودہ لفظ بن گئے ہیں۔ حقیقت، سنگین اور ٹھوس حقیقت صرف ایک ہے ––– روپیہ ––– روپیہ ایمان خریدتا ہے، آبرو خریدتا ہے، غیرت خریدتا ہے، خوشی خریدتا ہے۔ اور لوگ ہنسی خوشی یہ سودا کر لیتے ہیں۔ یہ بازاروں میں گھومنے کرنے والی لڑکیاں اور مرد، یہ کلبوں میں رقص کرنے والی عورتیں اور

تو یہ میاں بیوی کا، یہ بھائی بہن کا، یہ باپ اور بیٹی سب ایک ہی
طرف دوڑ رہے ہیں اور اس منزل کا نام ہے روپیہ ——
روپیہ کتنا ظالم ہے، شیکسپیئر کے شائلاک سے زیادہ کتنا ظالم یہ
اس شخص کے ہاتھ آتا ہے جو اپنی سطح سے نیچے اُتر سکے ——
شہزادی نے اپنے قیمتی سگریٹ کیس سے ایک قیمتی سگریٹ نکالا اور
سلگاتے ہوئے کہا۔

میں ان سے ڈرتی ہوں۔ کچھ جاؤ، نشست آہستہ و الحمدللہ!"
شہزادی نے ٹوٹا ہوا سلسلہ پھر جوڑا۔ کہنے لگی۔

یہ دفتر کا نائب رائٹر کے سامنے بیٹھ کر برق رفتاری کے ساتھ اپنی
انگلیاں چلانے والی لڑکی ہرگز اچھے کپڑے نہیں پہن سکتی۔ اچھا کھانا نہیں
کھا سکتی اور طرب کی حصہ دار نہیں بن سکتی۔ اس لئے کہ ایسے
ملتے ہیں۔ لیکن اگر یہ اپنی سطح سے نیچے اُتر آئے اپنی آبرو
بیچ دے تو اسے ہر چیز میسر آجائے گی۔ رنگ برنگ لباس۔ آنکھوں
کو خیرہ کرنے والے جواہرات و زیورات، اعلیٰ درجہ کی سوسائٹی کلب
سب کچھ! —— یہ دفتر میں دن بھر گھس گھس کرنے والا
ایماندار ہے۔ فاقہ مست ہے جس روز بے ایمان بن
آگے پیچھے چلے گا۔ یہ سرمایہ دار اگر اپنے مزدوروں کو
مزدوری دیتا ہے۔ ان کی راحت و آسائش کا خیال رکھتا ہے۔ ان
ہسپتال بناتا ہے، مدرسے قائم کرتا ہے۔ پراویڈنٹ فنڈ اور

پنشن اور بیمہ کا انتظام کرتا ہے ۔ دیانت داری کے ساتھ اگر …
ہے تو شاید صف اول کے سرمایہ داروں میں کبھی نہیں پہنچ سکے گا …
اگر یہ بلیک مارکیٹ کرتا ہے، سمگلنگ سے دولت کماتا ہے …
دھوکا دیتا ہے ۔ روپیہ بنک میں کم اور سیف ڈیپازٹ والٹ میں …
رکھتا ہے تو یہ چشم زدن میں ترقی کے سارے مرحلے طے کر لے گا …
اگر قاعدے سے کام کرتا ہے۔ پوری محنت کرتا ہے اور پوری …
لیتا ہے تو اسے برخاست ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیے …
اگر یہ سازش نہیں کرتا ہے، ہڑتال کرواتے، اسٹرائیک کی رہنمائی کرے …
باتیں زیادہ کرے تو اس کے لئے ترقی کے دروازے آسانی سے …
جائیں گے —— ہر شخص اپنی سطح سے اوپر رہنا چاہتا ہے۔ اس کے …
سب سے پہلے اسے اپنی سطح سے نیچے گرنا ہوتا ہے ۔ کیونکہ بغیر …
روپیہ نہیں مل سکتا —— میں تو اکثر یہ سوچا کرتی ہوں کہ کیا کوئی
صورت نہیں ہو سکتی کہ دنیا سے نظام زر کا یکسر خاتمہ کر دیا جائے۔

اخلاق ہنسنے لگا

وہ کبھی بہت ضبط کیا، اب ضبط نہیں ہوتا ذرا ہنس پڑے …

پھر وہ اور زیادہ جوش و خروش کے ساتھ ہنسنے لگا …

اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"نظام زر کے بجائے دنیا کا خاتمہ کیوں نہیں کرا دیتیں!"

وہ گھبرا سی گئی۔

اگر یہ نظام زندگی اسی طرح قائم رہا، تو بے شک دنیا ختم ہو جائے گی۔ ہیں
… جواب سے کہا تھا۔ میں نے یورپ میں زندگی ڈھونڈی مگر وہ مجھے
… زندگی اس روپیہ کی خواہش نے تہ بہ تہ پردوں میں چھپا دی ہے
… باہر جو چہرے نظر آتے ہیں یہ اصلی زندگی کے نمائندے نہیں ہیں"
… کے ہیں؟ اخلاق نے سوال کیا۔
… کے نمائش کے"
… نے جواب دیا۔
"اور اصل زندگی کہاں ہے؟" اخلاق نے کہا۔
"ذرا یہ بھی بتا دو!"
"… زندگی ہے، گھر میں!" نازلی نے کہا۔
… صرف … رہی ہے اسر بت ہے، مجبہ رہی ہے۔ آہ و فغاں
… سے۔ اس اصلی زندگی کو خاموش کرنے کے لئے
… کے لئے، اسے نظروں سے اوجھل کرنے کے لیے اس
… کر دینے کے لئے یورپ کے انسان، —— خواہ وہ مرد
… گھر سے بن ٹھن کر نکلتا ہے۔ لیکن تاڑنے والی نظریں
… کو یہ نمائشی زندگی کو اپنے ساتھ لایا ہے اصلی زندگی
… …"
… نے پوچھا۔
… کا کچھ علاج بھی تو ہو گا؟"

نازلی نے کہا۔

"کیوں نہیں ہے!"

اخلاق نے سوال کیا۔

"تو وہ بھی ارشاد ہو جائے!"

نازلی نے کہا۔

"قناعت ——"

اخلاق کو پھر ہنسی آگئی۔

"قناعت! —— اس بیسویں صدی کے دورِ ارتقاء میں

نازلی بگڑ گئی

"پہلے ہنس لیجئے، پھر باتیں کیجئے!"

اخلاق منانے لگا۔

"اچھا اب نہیں ہنسوں گا، تم اپنی گفتگو جاری رکھو!"

وہ بولی۔

"قناعت سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ آدمی حرکت
محروم ہو جائے بلکہ یہ ہے کہ آدمی حد سے آگے بڑھنے کی کو
ایک آدمی سو روپے میں اچھی طرح بسر کر سکتا ہے۔ لیکن وہ
رئیس بننا چاہتا ہے کہ اپنی سطح اور اونچی کر دے۔ اب اسے
ضرورت ہوتی ہے۔ اس سطح پر آنے کے بعد وہ اور اونچا
اسے اتنے ہزار کی ضرورت ہوتی ہے —— اور پھر وہ

بے بھاگنا شروع کر دیتا ہے —— نہ اخلاق کی پرواکرتا ہے نہ
مذہب کا ——

اخلاق نے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"تم بار بار مذہب کے ساتھ میرا نام کیوں لیتی ہو؟ —— مذہب
اور اخلاق —— اخلاق اور مذہب!"

پھر ذرا شوخ لہجہ میں اس نے کہا۔

"جناب نازلی بیگم صاحبہ وہ زمانہ رخصت ہو گیا۔ جب دنیا مذہب کی
پرستش کرتی تھی اب تو اس کا معبود صرف روپیہ ہے۔ جس سے آپ
بھی محروم ہیں —— اس نئے معبود نے تمام پرانے معبودوں کو شکست
دے دی ہے۔ اب قیامت تک اسی کا جھنڈا بلند رہے گا!"

نازلی کے ہونٹوں پر ایک تلخ تبسم نمودار ہوا۔

"کچھ اور بھی؟"

وہ بولا۔

"بس اتنا کافی ہے —— زمانہ برق رفتاری کے ساتھ آگے
بڑھ رہا ہے اب تو صرف وہی زندہ رہ سکتا ہے جو خود بھی برق رفتار
ہو۔ مذہب اور اخلاق کے حدود یا تو ختم ہو چکے! اب انہیں پھر
سے زندہ نہیں کیا جا سکتا!"

نازلی بولی۔

"صرف آپ ہی کا نہیں اور بھی بہت سے لوگوں کا یہی خیال ہے؟"

اخلاق نے پوچھا

"مگر غلط تو نہیں ہے؟"

وہ گویا ہوئی۔

"میرے نزدیک تو غلط ہی ہے!"

"کس طرح؟ یہ بھی بتا دیجئے —— شکریہ!"

"وہ اس طرح کہ آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ زندگی نام ہے صرف [illegible]
اور عیش کا۔ لہٰذا زندگی کو قائم رکھنے کے لیٔے اپنا معبود بنا لیتے ہیں روپیہ کو
لیکن جن لوگوں کے نزدیک زندگی نام ہے۔ ایک اصول کا، ایک نظریہ
ایک دستور کا، وہ روپیہ کو صرف ذریعہ اور واسطہ اور وسیلہ سمجھتے ہیں
ان کا نظریہ ہے کہ کوئی شخص کبھی بہ ثبات ہوش و حواس، وسیلہ کو خدا بنا
سکتا ہے، نہ واسطہ کو معبود نہ ذریعہ کو قاضی الحاجات ——"

"لیکن ایسے لوگ کتنے ہیں؟"

"بہت سے —— میں بھی ان ہی میں سے ایک ہوں جس طرح
ہم خیالوں ہی سے ایک آپ بھی ہیں!"

اب شام ہو گئی تھی۔ اور اخلاق کو وہ وعدہ یاد آ رہا تھا
جو اس نے مسٹر سالویوں سے بعض ضروری متفرق کاروباری مسائل پر تفصیلی
گفتگو کرنے کا کیا تھا۔ اس نے یکبارگی اٹھتے ہوئے کہا۔

"کافی دیر ہو گئی ہے اب چلنا چاہئیے!"

ناز بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں تو ابھی بیٹھوں گی! آپ اگر کہیں جانا چاہتے ہیں تو جائیے!
لیے منظور بہت دنیا الگ رہا ہے۔ دیکھتے ہیں آپ! انا اچھلتی کودتی بڑھ
اور پھر آرٹسٹ میں کہ تصویر ہی بار بار منظر کو چھوڑ کر کہیں اور دیکھتے ہیں!

احسان پھر بیٹھ گیا۔

ابھی منظر تو واقعی قابل دید ہے لیکن میں مسٹر [illegible] سے وعدہ کر چکا
یہاں وہ اپنے کاروبار میں توسیع کرنا چاہتے ہیں مگر ہے ہم دونوں
کے مابین پارٹنرشپ طے پا جائے۔"

نازلی مسکرانے لگی۔

اوہ میں بالکل بھول گئی تھی، آپ صرف آرٹسٹ ہی نہیں سرمایہ
دار بھی ہیں، جائیے تشریف لے جائیے۔

(۵)

یہ پندرہ روزہ کا سفر خیر و خوبی اور آرام و آسائش کے ساتھ کٹ
اخلاق اور نازلی اپنے وطن واپس آ گئے۔ طے یہ ہوا کہ کچھ روز شہر میں
گے پھر مستقل اقامت کے لئے اپنے دارالحکومت "دولت پور"
جائیں گے۔ کیونکہ کئی ایسی کاروباری اسکیمیں تھیں جن سے غیر معمولی
امید تھی اور وہ وہیں بیٹھ کر بروئے کار لائی جا سکتی تھیں۔ رہی شہر
تو جب چاہیں آ سکتے ہیں اور جتنے دن چاہیں رہ سکتے ہیں۔

نازلی نے اس رائے سے اختلاف نہ کیا بلکہ پسند کیا۔ کیونکہ
بھی شہر کی غوغا آرائیوں اور ہنگامہ پسندیوں سے اُکتا گئی تھی اور دو
جیسے پُر فضا اور خاموش مقام کی اقامت کو پسند کرتی تھی۔ شہر کی زند
واسطے ہر جگہ اور ہر کہیں تصنع اور بناوٹ کے اثرات زیادہ نمایاں

ں کی چوٹ سے اتنی چڑ نہیں تھی جتنی تصنع اور بناوٹ سے۔ اس کے
ہنے والے لوگ گو غریب ہوں، مفلس ہوں، تہیدست اور ناک
شادی سے پہلے پندرہ روز کے دورانِ قیام میں اس نے اندازہ لگایا
ں میں خلوص ہے، صداقت ہے، راستی ہے۔

نسرین نے جب اس سے پوچھا۔
ے گاؤں سے دولت پور جا رہی ہو لیکن وہاں تمہارا جی نہیں گھبرائے
گا ہمارے شہر میں جو رونق گہما گہمی چہل پہل ہے وہ دولت پور میں
کہاں؟ یہاں ہر قسم کی سوسائٹی ہے، کلب ہیں، مجلسیں ہیں۔ بھانت بھانت
کے لوگ ہیں یہ بات دولت پور میں کہاں پاؤ گی؟"
تو اس کے جواب میں نازلی نے یہی کہا کہ وہاں کے لوگوں میں اخلاص

ہے، صداقت ہے، راستی ہے!
نسرین کو یہ بات کچھ پسند نہ آئی اس نے کہا۔
"گویا شہر والے شیطان ہیں۔ اور دیہات والے فرشتہ، اور یہ
بھول جاتی ہو کہ تم بھی شہر کی رہنے والی ہو؟"
نازلی بہن کی اس جھنجھلاہٹ پر ہنسنے لگی۔
"آپا تم تو یونہی خفا ہو جایا کرتی ہو، ——— میں نے یہ کب کہا کہ
شہر والے شیطان ہوتے ہیں؟ کہہ ہی نہیں سکتی جب کہ جانتی ہوں کہ انہی
میں ہمارے بھائی صاحب (شفقت) اور آپا بھی ہیں۔ جن سے
وہ جوڑے لگتے ہیں۔ میرا مطلب تو صرف یہ تھا کہ شہر کے باشندوں

یہ بڑا گہرا اور معنی خیز سوال تھا، نازلی فوراً اس کا جواب نہ دے سکی

غوطہ میں پڑ گئی۔ نسرین نے چھیڑا۔

"کیا سوچنے لگیں؟"

وہ گویا ہوئی۔

"آپا تم نے بڑی اہم بات کہی ہے —— ایسا ہو تو سکتا ہے

نہ جانے کیوں اب تک میں نے اس طرف غور نہیں کیا تھا!"

نسرین نے پوچھا۔

"اگر تم نے اخلاق کو بدلا ہوا پایا تو کیا کرو گی؟"

فوراً اس نے جواب دیا۔

"میں بھی بدل جاؤں گی"

نسرین نے بڑے بوڑھوں کی طرح ملامت کے طور پر کہا۔

لڑکی تیرا تو دماغ چل گیا ہے، نہ جانے کیا کیا سوچتی رہتی ہے، نہ

جانے کیا کیا اول فول بکتی رہتی ہے!

اتنی دیر میں نازلی کسی رائے پر پہنچ گئی تھی۔

"لیکن آپا میرا خیال ہے۔ اخلاق صاحب کے ظاہر و باطن ایک ہیں

ظاہری زندگی میں اور اصلی زندگی میں کوئی خاص فرق نہیں ہے!"

نسرین نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔

"یہ کیسے جان لیا آپ نے نجومی صاحب؟"

وہ بولی،

اگر ایسا ہوتا تو اس طویل سفر میں کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا۔ میں
ں میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جو میرے لیے خلافِ توقع، یا تکلیف
رت انگیز ہوتی۔ وہ بے غل و غش زندگی بسر کرنے کے قائل ہیں۔
فلسفۂ حیات ہے اور اسی پر عمل پیرا ہیں!"

مریا کے لئے یہ باتیں انکشاف کی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ خود اس کا
واق کے بارے میں یہی خیال تھا۔ کہنے لگی۔

ہاں اور کیا،" —— میں نے تو یونہی ایک بات کہہ دی تھی۔ تم
باقاعدہ سوچنے بیٹھ گئیں!"

(۶)

نسرین اور نازلی سر جوڑے اسی طرح آپس میں باتیں کر رہی تھیں
شفقت صاحب تشریف لے آئے۔ انہیں دیکھ کر نازلی کا چہرہ مسرت
سے کھل اٹھا وہ ایک طرف کو ہٹتی ہوئی اس کے لئے جگہ بناتی ہوئی
بولی:

"آئیے بھائی صاحب، اس مرتبہ جب سے میں آئی ہوں آپ
اس طرح کٹے کٹے رہتے ہیں کہ ملاقات کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اس
وقت نہ جانے کیسے بھول پڑے آپ!"

نسرین نے لقمہ دیا۔

"جانے کا جی چاہا ہوگا!"

اخلاق نے سوکھا سا منہ بنا کر کہا۔

"میں نے چائے چھوڑ دی ہے !"

نازلی نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ کب سے بھائی صاحب ؟"

شفقت نے جواب دیا۔

"آج سے ، ابھی سے !"

نسرین نے چٹکی لی

"کچھ دیر کے لئے !"

شفقت نے جواب دیا۔

"یہی وہ طعنے ہیں جو ایک دن مجھے کھانا چھوڑنے پر بھی مجبور کر دیں گے !"

نسرین کو شفقت کی ان باتوں میں کچھ سنجیدگی سی نظر آئی۔ وہ پشیمان سی ہو کر بولی۔

"اے لو یہ طعنے ہو گئے ، اب تو مذاق میں بھی آپ چڑ جاتے ہیں !"

شفقت صاحب نے صلح کا فارمولا پیش کر دیا۔

"تو تم پھر پلاؤ چائے !"

نازلی ہنسنے لگی۔

"واہ بھائی صاحب — !"

نسرین نے کہا۔

"یہی تو اِن کی ادائیں ہیں ———"

پھر ذرا رُک کر بولی۔

"کچھ خبر بھی ہے، نازلی دولت پور جا رہی ہے۔ اب

رہے گی!"

شفقت نے اس خبر سے کوئی خاص اثر نہیں لیا۔

"ہاں بھئی وہ دولت پور جا رہی ہیں۔ ہمارا غریب نگر سلامت رہے

پھر نازلی سے پوچھا۔

"کب جا رہی ہو؟"

اس نے جواب دیا۔

"چلی جاؤں گی آج کل میں!"

شفقت نے کہا۔

"اخلاق۔ ہاں بہت وسیع پیمانہ پہ کوئی صاحب مسٹر ملوا

ان کے اشتراک سے ایک ڈیری فارم کھول رہا ہے شیخو

میں تیار کر کے خاص دودھ، گھی، اور مکھن شہر بھیجا کرے گا۔"

نازلی نے تائید کی۔

"جی ہاں!"

تم کیا کرو گی؟

وہ بولی۔

"دودھ پیوں گی، گھی کھاؤں گی، مکھن چاٹوں گی۔"

نسرین کو بہن کا یہ جواب بہت پسند آیا۔ اس نے فاتحانہ نظروں سے
شوہر کی طرف دیکھا۔
"اب دیجئے جواب، بڑا اپنے آپ کو حاضر جواب سمجھا کرتے تھے!"
شفقت نے کہا
"ہاں آپ کی ٹیکی پڑ رہی ہے جواب میں دوں؟"
نادی نے ایک قہقہہ لگایا۔
"بھائی صاحب آپ آپا کو بہت پریشان کرتے ہیں۔ وہ بیچاری
بھولی بھالی، سیدھی سادھی عورت ہیں ان پہ فقرے نہ کر سکے آپ
زیادتی کرتے ہیں!"
شفقت حیرت سے نسرین کو گھورنے لگا۔ وہ بولی۔
"اے واہ مجھے کیوں گھورے جا رہے ہیں؟"
شفقت نے آواز دی۔
"یہاں آؤ!"
فوراً ایک ملازم حاضر ہوا، شفقت نے حکم دیا۔
"جاؤ میرا چشمہ لے آؤ!"
ملازم چشمہ دے کر چلا گیا۔ شفقت نے عینک لگا لی۔ اور ذرا زیادہ
قریب ہو کر نسرین کو گھورنے لگا۔ اب نسرین بگڑ گئی۔
"آخر کیوں مجھے گھورے جا رہے ہیں؟"
سادگی سے اس نے جواب دیا۔

"دیکھ رہا ہوں، نازلی بچی ہے یا جھوٹی؟"

نازلی نے پوچھا۔

"کیا مطلب بھائی صاحب؟"

وہ کہنے لگا۔

"یہ دیکھ رہا ہوں یہ ذات شریف جن کا نام نسرین بیگم ہے اور

بڑی بہن ہیں کیا واقعی بڑی بھولی اور سیدھی سادھی عورت ہیں!

نازلی نے کہا

"اور کیا نہیں بھی؟"

وہ گویا ہوا۔

"بہتر یہ ہے کہ اس کا جواب میری زبان کے بجائے میرے

دیا جائے!"

یہ کہہ کر شفقت نے ٹوپی اُتار دی۔ چاند سا صاف شفاف

بال اُڑے ہوئے سے تھے چمکنے لگا۔ اس نے نازلی سے کہا۔

"دیکھو اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو!" — خدا کی قسم شادی

دن تک بلکہ اس کے بعد کئی مہینے تک ایک بال بھی کم نہیں تھا!"

نازلی ہنستے ہنستے لوٹ گئی۔ شفقت نے اس کی

نہ کرتے ہوئے کہا۔

"اگر یہ بھولے بھالے اور سیدھے سادھے لوگ

بگڑتے ہیں تو جو لوگ تمہاری طرح سیدھے سادھے اور بھولے

...ہوں گے وہ تو سر اُڑا دیتے ہوں گے ـــــ خدا اخلاق پہ رحم کرے!"

نسرین اور نازلی کا ہنستے ہنستے بُرا حال ہو گیا۔ نسیرین نے شکایت
...انداز میں نازلی سے کہا۔

"اور بھی سنو گی کچھ؟"

وہ ہنستی ہوئی اور ہاتھ جوڑتی ہوئی بولی۔

"نہیں نہیں! ـــــ معاف کر دیجئے بھائی صاحب!"

بڑی آمادگی اور مستعدی کے ساتھ شفقت نے کہا۔

"اچھا جاؤ معاف کیا ـــــ لیکن چائے؟"

نازلی نے بھی اسی مستعدی اور آمادگی کے ساتھ کہا۔

"ابھی لیجئے!"

یہ کہہ کر اس نے گھنٹی بجائی، خادمہ آئی، اسے چائے بنانے کا حکم
...دے کر پھر باتوں میں مصروف ہو گئی۔ جب تک چائے نہیں آ گئی
شفقت کی باغ و بہار گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ نازلی سفرِ یورپ کے
...حالات بیان کرتی رہی۔ شفقت صاحب سنتے رہے۔ اور بیچ بیچ
...میں ایسا فقرہ چست کر دیتے کہ نسرین اور نازلی دونوں کا ہنستے ہنستے
...بُرا حال ہو جاتا۔

چائے پی چکنے کے بعد شفقت نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھئی اب چلتے ہیں!"

شفقت کے جانے کے بعد نسرین نے کہا۔

"دولت پور جانے سے پہلے آپا جان سے ضرور مل لینا۔"

نازلی نے جواب دیا۔

"ہاں آپا ضرور ملوں گی۔ بھلا ان سے ملے بغیر کیسے جا سکتی ہوں۔"

رنگ و آہنگ

بجھ رہے ہیں چراغ دیر و حرم
دل جلاؤ کہ روشنی کم ہے

(۱)

اخلاق نے دولت پور کو اپنا مستقل نشیمن بنا لیا۔ شہر آنے جانے کا سلسلہ جاری تھا لیکن مرکز دولت پور تھا۔ یہاں اس کا شاندار قلعہ تھا محل تھا۔ زمینداری تھی، جاگیر تھی اور ڈیری فارم تھا۔ سالومن کا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ واقعی یہ کام توقع سے زیادہ نفع بخش ثابت ہوا۔ خالص دودھ گھی اور مکھن کو لوگ ترس گئے تھے اب جو یہ نعمت ملی تو ٹوٹ پڑے۔ طلب بہت زیادہ اور رسد آدھی بھی نہیں۔ لہٰذا بہت جلد بلیک مارکیٹ تک نوبت پہنچ گئی۔ گھی کے ڈبوں پر، دودھ کی شیشی پر، مکھن کے پیکٹ پر اخلاقی ڈیری فارم کا نام ہونا چاہیے۔ دام سوائے اور ڈیوڑھے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

نازلی بھی اس گوشۂ عافیت میں بہت خوش تھی۔

بے شک نہ یہاں کوئی سینما ہال تھا نہ اوپیرا، نہ تھیٹر، نہ پارک، نہ

ال روڈ کی رعنائیاں، نہ دوستوں، عزیزوں، سہیلیوں اور رشتہ داروں کی
ریل پیل، نہ ہماہمی، نہ تکلف، نہ نمائش، نہ تپاک، اپنا گھر، اپنی مرضی پر گزر
ماحول، خاموش فضا، سادہ طرح، اور سادہ مزاج کسان اور ان کی عورتیں
وہ بھی دور دور، ہٹے ہٹے، سہمے سہمے، جھجکے جھجکے۔ بھلا بڑوں اور چھوٹوں کا
میل کیا؟ اونچ نیچ میں سنگت کیسی؟ امیر اور غریب میں ملاپ کیوں!

فرصت اور یکسوئی کے ان لمحات سے نازلی نے خوب فائدہ اٹھایا

اخلاق اپنے کاروباری معاملات میں مصروف رہتا۔ وہ اپنا سامان تصویر
سازی ساتھ لیتی اور ادھر ادھر کسی اچھے منظر کی تلاش میں، کسی خوبصورت ماڈل
کی جستجو میں، کسی فطری اور بے ساختہ "پوز" کے سراغ میں، کبھی دریا کے کنارے
کبھی جھیل کی طرف، کبھی جنگل میں، کبھی سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی سڑک پر
اپنی چھوٹی سی کار میں بیٹھی اور خود ہی ڈرائیو کرتی ہوئی نکل جاتی، جہاں
کام کی چیز نظر آجاتی وہیں اپنا سامان لے کر بیٹھ جاتی اور اپنے موقلم سے نقش و نگار
بنانے لگتی۔ اپنے بنائے ہوئے مرقع کو، تصویر کو، نقوش کو دیکھ کر کبھی مسکرانے
لگتی۔ کبھی تیوریاں چڑھا لیتی، کبھی خوش ہو جاتی، کبھی متفکر سی نظر آتی۔ مختلف
زاویوں سے اپنی بنائی ہوئی تصویر دیکھتی، پرکھتی، جانچتی، پھر سمیٹ کر
لیتی، اور موٹر میں بیٹھ کر گھر پہنچ جاتی۔ اس مختصر سی مدت میں اس نے بہت
سی تصویریں بنا ڈالی تھیں۔

ایک روز وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی نہایت محویت اور
استغراق کے ساتھ اپنے کام میں مصروف تھی کہ اتنے میں کسی نے زور سے

اس کے بال پکڑ کر کھینچے۔ گردن موڑ کر نہایت برہمی کے عالم میں جوں ہی دیکھا
تو تین ساڑھے تین برس کا ایک بے حد خوبصورت، موٹا تازہ، ہشاش بشاش
بچہ اس کے سنہرے بالوں کو اپنی مٹھی میں لئے مسکرا رہا تھا۔ نازلی یہ بے تکلفی
اور یہ مسکراہٹ دیکھ کر ضبط نہ کر سکی۔ خود بھی مسکرانے لگی۔ پھر اس نے بڑے پیار
بھرے لہجہ میں پوچھا۔

"ارے تو کون ہے؟"

لیکن بچہ جواب کیا دیتا! جواب یہی تھا کہ بدستور مسکراتا رہا گویا کہہ
رہا تھا۔

"ہم ہم ہیں!"

نازلی کے بال اب تک بچہ کے ہاتھ میں تھے اور وہ گردن موڑے
اس سے باتیں کر رہی تھی۔ اپنے بالوں کا گچھا اس کے ہاتھ سے نکالی کہ اس
معصوم خوشی اور معصوم شرارت میں وہ خلل انداز نہیں ہونا چاہتی تھی۔
اتنے میں ایک نوجوان، اور قد آور عورت میلے اور پھٹے کپڑوں میں ملبوس
لیکن نہایت صحت مند اور تنومند بھاگی بھاگی آئی اور آتے ہی اس نے چیل
کی طرح جھپٹا مارا۔ نازلی کے بال اس کے ہاتھ سے نکل گئے۔ پھر عورت
نے بچہ کے منہ پر ایک بھرپور طمانچہ جڑا۔ اور اس کے بعد ہاتھ جوڑ کر نازلی
کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"سرکار بچہ تھا، معاف کر دو، وہ کسی کو کیا پہچانے؟"

عورت کی کارروائی اتنی تیزی اور سرعت کے ساتھ ہوئی تھی کہ نازلی

ہکا بکا ہو کر رہ گئی۔ پھر جب اس کے کان میں عورت کے الفاظ پڑے
وہ چونکی۔ اور اس نے برہم نظروں سے عورت کی طرف دیکھا، اور
لہجہ میں پوچھا۔

"تم نے اسے مارا کیوں؟"

بچہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا، عورت نے کہا۔

"سرکار بھلا اس گستاخی کی سزا نہ دیتی اسے؟"

نازلی نے اور زیادہ تلخ لہجہ میں کہا۔

"گستاخی کیسی؟"

وہ عورت بچہ کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر گویا ہوئی

"اس نے سرکار کے بال جو پکڑ لئے تھے!"

نازلی نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا اور بولی۔

"تو کیا ہوا!—— کیا کبھی اس طرح وہ تمہارے بال نہیں پکڑ لیتا؟"

عورت ہنسنے لگی۔

"میرے بال ہی پکڑتے پکڑتے تو اس کی عادت بگڑی ہے!"

نازلی کو بھی ہنسی آگئی۔

"پھر تم مارتی ہو اسے؟"

وہ کہنے لگی۔

"نہیں سرکار اپنے بال پکڑنے پر کیوں ماروں گی! میری تو وہ گردن
کاٹ لے تو بھی اُف نہ کروں؟"

نازلی نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"اور میرے بال پکڑے تو چانٹا کھائے ——— دیکھو اس کے گال پہ تمہاری انگلیوں کے نشان پڑ گئے ہیں!"

عورت نے کہا۔

"سرکار یہ تو ٹھیک ہے، مگر ———"

نازلی نے بات نہ پوری ہونے دی۔

"اگر مگر کیا کر رہی ہو؟ بچہ، بچہ ہے، وہ تمہاری چوٹی بھی پکڑ سکتا ہے۔ میرے بال بھی اور اگر لہراتا ہوا سانپ نظر آ جائے تو اس کا سر بھی اس میں کچھ سمجھ ہے ابھی؟"

عورت قائل ہو گئی۔

"یہ بات تو سچ ہے سرکار مگر ———"

نازلی نے پھر بات پوری نہ ہونے دی۔

"مگر وگر کچھ نہیں، تم نے بہت برا کیا جو اسے مارا ——— کیا نام ہے اس لڑکے کا؟"

وہ بولی،

"سرکار اس کا نام تو عبداللہ ہے مگر عبدل عبدل کہتے ہیں!"

نازلی مسکرانے لگی۔

"عبداللہ تو ہر مسلمان ہے ——— اس کا نام گل بازخان رکھو!"

عورت ہنسنے لگی۔

"گل بازخاں؟ —— یہ گل بازخاں بنے گا؟"

نازلی نے کہا۔

"کیا تم گل بازخاں کو سکندر اعظم سمجھ رہی ہو؟ یہ تو صرف ایک ننھا سا بچہ بھی ایک پھول ہی تو ہے اس کا نام بھی ایسا ہی ہونا چاہئیے ....

تمہارا کیا نام ہے؟

وہ بولی

"میرا نام تو دلاری ہے!"

نازلی منہ بنا کر،

"ہش —— اتنی خوبصورت عورت کا اتنا بدصورت نام۔ آج سے تمہارا نام گل بانو ہے!"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر گویا ہوئی۔

"تو سرکار اس کے باپ کا نام بھی رکھ دو۔"

نازلی کو ہنسی آگئی۔ اس نے پوچھا۔

"اس کے باپ کا کیا نام ہے؟"

وہ عورت مسکرانے لگی۔ نازلی نے کہا۔

"اوہو میں تو بھول ہی گئی تھی۔ اگر نام لو گی تو نکاح ٹوٹ جائے گا کیوں ہے نا؟"

مسکراتے ہوئے اس نے اقرار میں گردن ہلادی۔

نازلی نے کہا۔

"اچھا اس کا نام ہم نے رستم رکھ دیا؟"

عورت کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"رستم ——"

نازلی نے جواب دیا۔

"ہاں تو کیا ہوا؟ —— رستم آدمی ہی تو تھا، —— کیا کرتا ہے تمہارا شوہر؟"

وہ بولی

"آپ ہی کی رعیت ہے سرکار وہ بھی!"

نازلی بولی۔

"اوہ، دولت پور کا کسان ہے وہ بھی؟"

گل بانو نے کہا۔

"جی سرکار!"

نازلی نے پوچھا۔

"کے بچے ہیں تمہارے؟"

وہ شرماتی ہوئی بولی۔

"یہی ہے!"

نازلی نے کہا

"اسی لئے اتنا زیادہ پیار کرتی ہو اسے!" —— اچھا ایک کام کرو، اب تو دیر ہو گئی ہے، میں جاتی ہوں۔ کل پھر یہاں اسی جگہ اسے لیکر

آنا۔ میں اس کی تصویر کھینچوں گی !"

گل بانو خوش ہو گئی !

"تصویر کھینچو گی سرکار ؟"

نازلی نے کہا۔

"ہاں، —— اور اگر تم کہو تو تمہاری بھی !"

گل بانو اور خوش ہو گئی

"میری بھی ؟"

نازلی نے کہا

ہاں تم دونوں کی —— الگ الگ بھی، اور ساتھ ساتھ بھی اور

تمہیں ضرور آنا !"

وہ آمادہ گی اور مستعدی کے ساتھ لیہ لی۔

"ضرور آؤں گی سرکار ؟"

نازلی موٹر میں بیٹھ گئی۔ کار اسٹارٹ کرتے کرتے اسے کچھ

خیال آیا۔

"تمہارا گھر کہاں ہے ؟"

گل بانو نے کہا۔

"سرکار کی حویلی سے کوئی بیس گز آگے ہوگا۔"

نازلی نے پٹ کھول دیا اور کہا۔

"تو آؤ تم بھی بیٹھ جاؤ —— یہاں کیا کرنے آئی تھیں ؟"

وہ گویا ہوئی۔
"کرولیاں چننے آئی تھی سرکار!"
نازلی نے پوچھا۔
"تو چنیں نہیں؟"
وہ بولی۔
"چن تو لیں، گٹھا بندھا ہوا وہ درخت کے پاس پڑا ہے ——"
نازلی نے کہا۔
"جاؤ لے آؤ اسے —— !"
گل بانو دوڑی دوڑی گئی اور لکڑیوں کا گٹھا اٹھا لائی اور رکھے ہوئے
موٹر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اس کی ہمت کار کے اندر جانے کی نہیں پڑ
رہی تھی۔ نازلی نے ملائم لہجہ میں کہا۔
"یہ گٹھا، ادھر پائدان پر رکھ دو۔ اور تم گل بانو خان کے ساتھ پچھلی
سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"
وہ جھجکتی ہوئی بولی۔
"خراب ہو جائے گی؟"
نازلی ہنسنے لگی۔
"کیا خراب ہو جائے گی؟ —— یہ لکڑیوں کا گٹھا؟"
گل بانو نے کہا۔
"نہیں سرکار، یہ آپ کی گاڑی!"

نازلی نے کہا۔

"کچھ خراب نہیں ہو گا، بیٹھ جاؤ اطمینان سے با"

گل بانو نے پہلے لکڑی کا گٹھا اندر رکھا۔ پھر اطمینان سے خود بیٹھ

گل باز خان کو لے لیا۔ نازلی نے اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے پٹ بند کیا، اور

اسٹارٹ کر دی۔

کار جو چلی تو گل باز خان نے ترنگ میں آ کر اچانک اور ایک

مٹھی ماری نازلی کے بالوں پر، اس نے جلدی سے کار روک لی اور گر

موڑ کر گل باز خان سے کہا۔

"بڑے شریر ہو بھئی، اتنا اچانک حملہ کیا کہ میں گھبرا گئی۔ اگر کہیں

ہو جاتا تو پھر؟"

گل باز خان نے حسبِ عادت کوئی جواب نہیں دیا۔ مسکراتے

رہے گل بانو نے ڈانٹا۔

"نہیں سیدھا بیٹھے گا؟"

نازلی کار سے اتر آئی۔ اس نے کہا۔

"بھئی گل باز خان صاحب اس طرح کام نہیں چلے گا۔ آئیے آپ

تشریف لائیے!"

گل بانو کا چہرہ شرم سے تمتما اٹھا۔ وہ سمجھی ہم ماں بیٹے کار سے اتر

جا رہے ہیں۔ پھر خود ہی دل ہی دل میں اپنے آپ کو تسلی دی۔ ہمارے

ایسے نصیب کہاں کہ موٹر میں اڑتے پھریں۔ گل باز خان سے پہلے گا

ے گی۔ نازلی نے کہا۔

"ارے ارے تم کیوں اُتری آ رہی ہو؟"

گی بانو نے کہا۔

"سرکار ہی نے تو کہا تھا!"

نازلی بولی

کا ——!"

ے تھے۔ نازلی کی

ٹے پر بیٹھ گئی۔

کلاہ —— ۶

(۲)

راتنے بھر گل بانو اور گل باز خاں کا دماغ عرش بریں کی سیر کرتا
لیکن تو گل بانو نے دور سے کئی مرتبہ موٹر کو دیکھا تھا لیکن موٹر گاڑی
کبھی اس میں بھی بیٹھنے کا اتفاق نہیں حاصل ہوا تھا۔ پیدا ہوئی، ہوش سنبھ
باپ، ماں اور بھائی بہن کی خدمت کرتی رہی۔ پھر جب جوان ہوئی تو کسی
کے ساتھ شادی کی گئی کہ یہ فیصلہ کرنا کہ جوان پہلے ہوئی یا شادی
یا شادی بعد میں ہوئی۔ اور جوان پہلے اس کا فیصلہ دشوار ہو گیا۔ پھر
دلہن بن کر اپنے میکہ سے چند قدم کے فاصلہ پر، دینو کے گھر پہنچ
کا تایازاد بھائی بھی تھا یہاں بھی اس کی زندگی تقریباً وہی تھی جو اپنے
تھی۔ وہاں باپ، ماں اور بھائی بہن کی خدمت کرتی تھی۔ یہاں ساس
نند اور دیور کی سیوا کرتی تھی۔ مخدوم بدل گئے تھے خدمت قائم

سویرے اٹھنا، جھاڑو دینا۔ برتن دھونا۔ کھانا پکانا۔ گائے کا دودھ
پھر جنگل جا کر لکڑیاں چننا۔ پھر کوئی پھٹا پرانا کپڑا سینا۔ پھر آس پاس
عورتوں سے گپ شپ کرنا، ساس کے پاؤں دبانا، سسر کا
نند کی شرارتیں برداشت کرنا۔ دیور کی چھیڑ چھاڑ اور سینہ زوری کو
زبان سے اف کیے بغیر سہہ لینا۔ دیور کو کھانا کھلانا۔ اس کا بستر
تھکا ہوا ہو تو اس کے پاؤں بھی دبا دینا۔ دوپہر کو اس کے لیے
کھیت پر جانا۔ یہ اس کے معمولات تھے۔ ان پر ہوش سنبھالنے
سے اس کا عمل تھا۔ اور اس گل کو اس وقت تک جاری رکھنا تھا
موت نہ آ جائے۔

سے عبدل، یعنی گل باز خان صاحب اس عالم آب و گل میں
آئے تھے۔ گل بانو کی قدر کچھ بڑھ گئی تھی۔ خاطر و مدارات بھی تھوڑی
ہونے لگی تھی۔ اور ذمہ داریوں کا بوجھ بھی کسی حد تک ہلکا ہو گیا تھا۔
گل باز خان کے لیے ناشتے، لنچ، ڈنر وغیرہ کا کوئی وقت مقرر
سونے اور بیٹھنے کے سلسلہ میں بھی اوقات کی پابندی طبعِ نازک پر
سونے اور جاگنے کے سلسلہ میں بھی کسی اصول کی پابندی ان کے
شان تھی۔ جب چاہا رونے لگے جب چاہا ہنس دیے۔ شور و غل
میں خراٹے لینے لگے۔ اور جب طبیعت نے انگڑائی لی تو عین اسی
سارا عالم سوتا ہے انہوں نے گریہ و بکا کا طبل بلند بانگ بجا کر
پڑوس تک کی نیند حرام کر دی۔ لیکن گھر میں کون تھا

جیسے ان کی خاطر عزیز نہ ہو۔ سب انسی خوشی یہ ادائیں برداشت کرتے ر

آج بھی وہ اپنے وقت پر لکڑیاں چننے جنگل ہی گئی تھی، گل باز
تھے، وہ لکڑیاں چن رہی تھی، یہ گشت کر رہے تھے۔ کہیں کھڑے
پیشاب کر دیا۔ کہیں ذرا کے ذرا بیٹھے اور اجابت سے فارغ
پھول نظر آیا اسے توڑ لیا۔ کوئی کانٹا دکھائی دیا اس سے الجھ گئے
وقت جب لکڑیاں چن کر وہ گٹھا باندھ رہی تھی نظر بچا کر ایسے
کا طلسم سکوت جا کر درہم برہم کر دیا۔ اپنے اس کارنامے پر بہت خو
گویا جو کام ہوا ہم سے وہ رستم سے نہ ہوگا ——— گل بانو نے
دیا۔ ساری مشیخت دھری کی دھری رہ گئی۔ تبسم، گریۂ بے اختیار میں تبد
نانہ ان کی مداخلت نے صورتِ حال کو زیادہ پیچیدہ اور خطرناک
ہونے دیا۔

اور اب موٹر میں بیٹھنے کے بعد تو تصور عرش پر تھا اور فو

ساقی لیہ:

ان بیٹے دونوں، فخر و مسرت، اور نشاط کی عجیب کیفیت
تھے گویا دل ہی دل میں کہہ رہے تھے آج ہم موٹر میں بیٹھے ہیں
——— ارے لوگو رشک سے نہ جل مرنا!

گل بانو پہلی گاڑی پر کئی مرتبہ بیٹھ چکی تھی، ایک آدھ مرتبہ
کا اتفاق ہوا تھا۔ موٹر کو جب دیکھا حسرت پیدا ہوئی کہ کاش ان
پر بیٹھنے کا موقع ملتا۔ آخر خدا نے سن لی۔ اور آج یہ حسرت پو

ی بازخاں کو نازلی نے اٹھا کر اپنے پاس بٹھا لیا تھا۔ کار کی کھڑکی
ے لی تھی اور شیشہ چڑھا دیا تھا۔ گویا انہیں کھلی اجازت تھی کہ
نشست پر بیٹھے رہیں یا کار کے سنگِ در سے سر ٹکراتے رہیں۔ وہ
ے دونوں سہولتوں پہ عمل کر رہے تھے۔ چونکہ باہر گر پڑنے
ر نہ تھا۔ لہذا نازلی بھی اطمینان اور یکسوئی سے کار ڈرائیو کیے
ہی تھی۔

ی بازخاں کی طرف سے بے فکر ہو جانے کے بعد نگار بانو کو بھی
ے صورتِ احوال پہ غور کرنے کا موقعہ مل گیا تھا۔ وہ اپنی اور
یا زندگی کا موازنہ کر رہی تھی۔ ہم دونوں عورت ہیں لیکن وہ مجھ
ے میں آگے ہے۔ خوبصورت وہ بھی ہے۔ میں بھی ہوں لیکن وہ خواب
ں اور تنگ دست، دل اس کے پاس بھی ہے میرے پاس
ہر آرزو اس لیے ہے کہ پوری ہو جائے اور میری ہر آرزو اس لیے
سینے میں دفن کر دوں ——
یک خیال آیا۔
توبہ، یہ میں کیا سوچ رہی ہوں؟
قسمت کا لکھا بھی کوئی مٹا سکتا ہے۔ خدا جسے دیتا ہے اس کی
ہوتی ہے۔ جسے نہیں دیتا اس کا بھی کوئی سبب ہوتا ہے۔ یہ
بات ہے ہم اس کی وجہ اور سبب کو سمجھ نہ سکیں۔ اللہ کا کوئی کام
ے خالی نہیں ہوتا۔ وہ اپنے بندوں پہ ظلم نہیں کرتا۔ وہ تو ماں

سے سنز جتنے زیادہ اپنے بندوں کو چاہتا ہے ـــــ تو ہوا تو

پھر اس کی نظر، نازلی پر پڑی۔ بے اختیار تجسس کا جذبہ

خانہ سے طوفان کی طرح اُبل پڑا۔

یہ بیگم صاحبہ، یہ ہماری سرکار، کتنی خوبصورت ہیں۔

لیکن خوبصورت تو اپنی جگہ ہر کوئی ہوتا ہے ان کی طبیعت

ہے مزاج کتنا اچھا ہے، سبھاؤ کتنا نمارہ ہے، آج تک حویلی کی

دولت پور کی کسی عورت کو منہ نہیں لگایا تھا۔ سیدھے منہ بات

تھی کسی کی مجال نہیں تھی کہ بیگم صاحبہ کے سامنے زمین پر بھی بیٹھ

کسی کی ہمت نہیں تھی، کہ سرکار کے سوا، سے کچھ اور کہہ سکے۔

لیکن یہ نئی بیگم صاحبہ!

کتنے پیار سے، باتیں کرتی رہیں مجھ سے،

عبلا کی شرارت اور گستاخی تک کا برا نہیں مانا۔ کتنی

اپنے پاس اسے بٹھائے ہوئے ہیں۔ جیسے یہ دولت پور کے

غریب کسان کا بیٹا نہیں، ان کے خاندان کا کوئی لڑکا ہے

رشتہ دار ہے۔

اوہ ہاں، مجھ سے یہ بھی تو کہہ رہی تھیں۔ میرا نام نازلی ہے

سرکار مت کہا کرو!

ہائے میرے اللہ، ان کا نام نازلی ہے۔ تو بھلا کرے

میری زبان پر آ سکتا ہے میں تو سرکار ہی کہوں گا!

کتنی اچھی ہیں، کتنی نیک رہیں ہماری سرکار! —— خدا انہیں
رکھے، چاند سا بیٹا دے۔ دودھوں نہائیں پوتوں پھلیں۔
یکایک ایک جھٹکے کے ساتھ کار رُکی۔ گُل بانو اپنے خواب
سے بیدار ہو گئی۔

(۳)

گل بانو اپنے خواب سے بیدار ہو گئی۔

نازلی اُتری، پہلے وہ اس کھڑکی کی طرف آئی جہاں گل با

رونق افروز تھے۔ دروازہ کھولا اور ہاتھ بڑھا دیا۔ کہ انگلی پکڑ

اُتر آئیں لیکن وہ تو انگلی پکڑے بغیر پہنچا پکڑنے کو تیار تھے۔

صاف انکار کر دیا نیچے اُترنے سے!

نازلی نے ان کا دستِ نازک اپنے ہاتھ میں لے کر ا

کوشش کی تو مچل گئے اور سیٹ پہ اس طرح جم گئے جیسے

وراثت میں ملی ہے۔

نازلی ہنسنے لگی۔ اس نے بے بسی سے گل بانو سے کہا

دیکھ رہی ہو اس شریر کو؟ اترنے پہ تیار ہی نہیں ہے

نے میں گل بانو نے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں سرکار، یہ لوگ نہیں مانے گا۔ بھلا لاتوں کے بھوت کہیں

ں سے مانے ہیں!"

ب وہ بالکل قریب آگئی۔ اس نے کہا۔

"ہٹیے سرکار، میں اتارتی ہوں اسے!"

ہزل اس پر تیار نہ تھی کہ گل بانو خاں پر تشدد کیا جائے۔ اس

کہا۔

"نہیں گل بانو، بچہ کو مارتے نہیں —"

اس کے بعد پھر اس نے بڑے پیار سے کہا۔

"خاں صاحب اُتر آئیے۔ خواہ مخواہ ضد کر کے اپنا اور میرا قیمتی

ضائع نہ کیجئے!"

لیکن اس اپیل کا گلبانو خاں پر کوئی اثر نہیں ہوا، وہ بدستور اکڑے

بیٹھے رہے۔ گویا کہہ رہے تھے، تم لوگوں کو جہاں جانا ہے جاؤ

ہم یہیں بیٹھیں گے!"

گل بانو پھر مداخلت پر آمادہ ہو گئی۔

"سرکار یہ یوں نہیں مانے گا۔ آپ ذرا ہٹئے تو سہی!

ہزل ہنسنے لگی۔

"ال میں بھول نہ ہو۔ آخر رستم کی بیوی ہو، کچھ مرنکال دو گی اس

بس سے نا؟"

وہ بے بسی کے ساتھ ہنسنے لگی۔

"تو آخر یہ پھر کس طرح اُٹھے گا؟"

نازلی نے کہا۔

"اُٹھ آئے گا۔ ہمیں بہت سی تدبیریں آتی ہیں!"

موٹر حویلی کے پھاٹک کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔ ناز
یہ تھا کہ یہاں سے گل بانو اور گل باز خاں کو رخصت کر دے گی
اندر چلی جائے گی۔ پھاٹک پہ دو مسلح نوجوان کھڑے تھے۔ اور یہ
منظر دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی حیران تھے یہ تماشہ دیکھ کر۔ ا
کی دربانی پشتہا پشت سے کرتے چلے آ رہے تھے۔ لیکن ان کے
دادا نے نہ خود انہوں نے کبھی یہ تماشہ دیکھا تھا کہ بیگم صاحبہ ا
کی بیوی کو اور اس کے لڑکے کو موٹر میں سیر کراتی پھریں۔ ا
کی خاطر اور دلجوئی اتنی زیادہ کریں کہ اپنا وقار، اپنی شان ا
ہر چیز کو فراموش کر دیں۔

وہ حیران و ششدر یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔

اتنے میں نازلی نے ایک دربان کی طرف اشارہ کیا

"اے ادھر آؤ!"

اس نے ایک مرتبہ بندوق کو چھپایا۔ پھر ادب
جھکائی۔

نازلی نے کہا۔

ذرا نادرہ کو بلواؤ۔

وہ جس طرح آیا تھا اسی طرح گردن جھکائے چلا گیا۔ اور طلبی کا یہ پیغام ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا، نادرہ تک پہنچ گیا۔ نادرہ نازلی کی پیش خدمت تھی۔ جیسے ہی اس نے سنا سرکار نے یاد کیا ہے اور وہ حویلی کے پھاٹک پر کھڑی ہیں، بھاگی بھاگی آئی۔

"جی سرکار!"

نازلی نے کہا۔

"نادرہ ذرا لپک کر جلدی سے، وہ چاکلیٹ کا ڈبہ تو لانا ——

جلدی سے شاباش! ——"

نادرہ کو صورتِ احوال پر غور کرنے اور اسے پورے طور پر سمجھنے کا موقع نہ مل سکا۔ بہرحال تعمیلِ حکم مقدم تھی۔ وہ الٹے پاؤں واپس گئی اور چاکلیٹ کا ایک خوبصورت، دلکش اور نظر افروز چھوٹا سا ڈبہ لائی۔ ہاتھ پر رکھ کر نازلی کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

نازلی نے وہ ڈبہ لیا۔ اسے کھولا۔ ایک چاکلیٹ نکالا اور مڑ کے اور آگے جا کر گل باز خاں سے کہا۔

"بیٹھے خاں صاحب! آپ بھی کیا یاد کریں گے —— شوق کیجیے!"

پہلے تو خاں صاحب کچھ سمجھے نہیں کہ یہ کیا بلا ہے۔ لیکن جب نازلی نے وہ چوکور سا ٹکڑا منہ میں رکھ دیا۔ پہلا منہ تو انہوں نے کچھ شک و شبہ سے ناگواری اور بے اطمینانی کے ساتھ چلایا۔ لیکن جب شیرینی، لذت

اور حلاوت محسوس ہوئی۔ تو اس "ناعصر" پر اس بری طرح ٹوٹے
چاٹتے رہ گئے۔ زبان سے تو کچھ نہ کہا لیکن للچائی ہوئی نگاہوں سے
"من مزید" کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔

نازلی ہنسنے لگی، اس نے اپنا سر کار سے باہر نکالا اور کھلے ہوئے
ڈبہ ہی سے ایک اور چاکلیٹ بڑھاتے ہوئے باہر نکالا۔

"لو ——"

خاں صاحب نے جنبش کی، اپنی نشست سے اُٹھے اور موٹر
دروازے کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔

نازلی کے بڑھے ہوئے ہاتھ سے انہوں نے چاکلیٹ اُٹھا
اور دہن مبارک میں رکھ لیا۔ چند سکنڈ میں اس خوشگوار فریضہ سے
فارغ ہو گئے اور پھر طلب و التجا کی نظروں سے نازلی کی طرف
دیکھنے لگے۔

نازلی چند قدم پیچھے ہٹی۔ اور چاکلیٹ کا کھلا ہوا ڈبہ دکھا
ہوئی بولی۔

"آؤ ہے لو اسے!"

بھلا خاں صاحب اس دعوت کو کس دل سے رد کر دیتے۔
اُترے، اور خراماں خراماں نازلی کے پاس چلے آئے۔ نازلی نے
ڈبہ گل بانو کو دے دیا۔ گل باز خاں نے نازلی کو اس طرح نظر
کر دیا جیسے اس کا وجود کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور آغوش

جری کی طرح چہکے۔

نازلی نے کہا۔

دیکھا گل بانو، خاں صاحب کو اس طرح قابو میں کیا جاتا ہے۔ اب تم
ٹ انہیں اور یہیں کھلا دو۔ میں موڑ لے کر اندر جاتی ہوں "
گل بانو نے ڈبہ واپس کرنا چاہا۔ خاں صاحب، پھر اکڑ گئے اور ڈبہ
گے۔ نازلی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ اسی کا ہے!"

اور پھر دفعتہً موٹر حویلی میں پہنچ چکی تھی۔ گل بانو خاں، نازلی اور
صاحب پروا چاکلیٹ کے ڈبہ سے اُلجھے ہوئے تھے۔

(۴۴)

دوسرے روز گل بانو اور گل باز خاں وقت مقررہ سے پہلے پہنچ
ٹھیک وقت پر نازلی بھی آگئی۔ اسے دیکھ کر گل باز خاں کے دم
ہونٹ تبسم سے آشنا ہوئے، اور وہ تیزی سے کار کی طرف بڑھے
نازلی دروازہ بند کر چکی تھی۔

نازلی اپنے ساتھ کچھ کھلونے لائی تھی وہ اس نے گل باز
سامنے رکھ دیئے۔ اس نعمت غیر مترقبہ کو دیکھ کر خاں صاحب بھو
سمائے۔ فوراً ہر طرف سے توجہ ہٹا کر اس کارِ اہم میں مصروف
ہو گئے۔ نازلی نے اپنا قلم سنبھالا۔ اور کام شروع کر دیا۔ نہ گل
انہماک میں فرق آیا۔ نہ نازلی کی مصروفیت میں۔ گل بانو احمقوں کی
خاموش لیکن ٹکٹکی لگائے ایک طرف بیٹھی اس عجیب و غریب مصر

رکھ رہی تھی۔ کوئی دو گھنٹے کے بعد نازلی مسکراتی ہوئی اُٹھی۔ اس کی
پیشانی پر شبنم کے قطروں کی طرح پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔

نے کہا۔

"گل بانو یہاں آؤ!"

گل بانو اپنی جگہ سے اٹھی اور نازلی کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے
تصویر کے ایک حصے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھو یہ کیا ہے؟"

بے ساختہ گل بانو کے منہ سے نکلا۔

"ارے ۔۔۔ یہ تو بالکل سچ مچ کا گل بازنطان معلوم ہوتا ہے

ہے بھی اچھا۔"

نازلی نے کہا۔

"تعریف کرتے کرتے برائی کیوں کرنے لگیں؟"

گل بانو نے کہا۔

"سرکار میں تو تعریف ہی کر رہی ہوں۔ سچ کتنی اچھی تصویر بنائی آپ
نے۔"

نازلی بولی

"تم سمجھو کہ گل بازنطان جیسا ہے، اس سے بھی اچھی؟"

وہ بولی،

"سرکار بے شک۔"

نازلی بولی

"یہی تو برائی ہے ——— یوں کہو کہ تصویر بالکل گل بانو خاں کی

جب تو تعریف ہوگی، اور یوں کہو کہ جیسا گل بانو خاں ہے اس سے

بھی اچھی ہے، تو یہ برائی ہوگی ——— اب بتاؤ تصویر کیسی ہے!

گل بانو نے کہا۔

"بالکل ایسی جیسا گل بانو خاں ہے!"

نازلی نے پوچھا۔

"سچ؟ ——— بیری مروت سے تو نہیں کہہ رہی ہو!"

وہ بولی۔

"نہیں سرکار، مروت سے تو میں نے پہلی بات کی تھی"

نازلی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"بڑی دلچسپ ہو ——— اچھا آؤ۔ اب تم بیٹھ جاؤ ———

ذرا ٹھہرو!"

پھر نازلی جلدی سے اٹھی، اور موٹر کے اندر سے اٹھن کر

چھوٹا سا نائلون کا بنا ہوا تھیلا اور ایک تھرماس اٹھا لائی۔ اور وہ

میں ایک خوشنما اور سرسبز قطعہ پہ یہ چیزیں رکھ کر بچھی بچھی گئی اور ایک

سے آئی اور اسے بچھانے لگی، گل بانو نے جلدی سے قالیچہ

ہاتھ سے لے لیا اور اسے بچھاتے ہوئے کہا

"سرکار مجھ سے کہہ دیا ہوتا!"

نازلی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بھوک بڑے زور کی لگ رہی ہے!"

گل بانو بولی۔

"ہاں سرکار، دوپہر ہونے کو آئی، لگ تو رہی ہو گی!"

نازلی نے ٹفن کیریئر کھولا۔ بھنا ہوا گوشت، کچھ شامی کباب، مچھلی کے تلے ہوئے ٹکڑے، پراٹھے نکال کر سامنے رکھ لیے پھر بولی۔

"ہاں گل بانو مجھے تو بھوک لگ رہی ہے اور تمہیں؟"

بجائے اس کے کہ گل بانو جواب دے، گل بانو خاں کی ناک میں جو کھانے کی مہک اور خوشبو پہنچی تو مشام جان معطر ہو گیا۔ کھلو نے چھوڑ لپک اس خوانِ نعمت کی طرف، اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ ایک شامی کباب اٹھا لیا۔

گل بانو ارے ارے ہی کرتی رہ گئی۔ نازلی نے کہا۔

"منع کیوں کرتی ہو؟ — کیا اتنا سارا میں اکیلی کھا لوں گی؟"

پھر ہر ایک پراٹھا، مچھلی کا ایک قتلہ، دو کباب، بھنے ہوئے گوشت کی دو بوٹیاں اپنے سامنے رکھ لیں۔ باقی گل بانو کی طرف بڑھا دیں۔

"تم بھی کھاؤ — دیکھنا ہمارے خاں صاحب بھوکے نہ رہ جائیں!"

کھانے کے دوران ہی نازلی نے پوچھا۔

"کیوں گل بانو، تم نے کبھی فلم بھی دیکھی ہے؟"

وہ بولی۔

"فلم کیا ہوتی ہے سرکار؟"

نازلی نے بتایا۔

"تصویریں ہوتی ہیں ——— بولتی، ناچتی، گاتی۔ تصویریں!"

گل بانو کو یقین نہ آیا۔

"کیا کہا سرکار۔ بولتی ———۔"

نازلی نے کہا

"ہاں ——— ! بولتی، گاتی، ناچتی تصویریں۔"

گل بانو کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"کہیں تصویر بھی بول سکتی ہے؟"

نازلی نے کہا

ہاں کیوں نہیں؟

گل بانو نے پوچھا۔

گاتی بھی ہیں؟

نازلی بولی

"جب بولتی ہے تو گاتے ہوئے شرمائے گی کیوں؟"

گل بانو نے پھر سوال کیا۔

"ناچتی بھی ہے؟

نازلی نے بتایا

"ہاں بھئی ناچتی بھی ہے؟"

گل بانو نے کہا۔

"ہوتا ہوگا ایسا جی!"

...نے کہا۔

"تمہیں شاید یقین نہیں آیا ہے؟"

وہ بولی۔

"آپ کہتی ہیں تو کیسے یقین نہ کروں گی۔ پر یہ بات کچھ سمجھ میں آئی نہیں!"

...ہنسنے لگی۔

"اچھا ہم دکھائیں گے تمہیں"

...نے اشتیاق بھرے لہجہ میں سوال کیا۔

"سچ!"

...نے کہا۔

"ہاں جی ہاں —— کل حویلی میں آجانا ہمارے پاس وہاں

...!"

...سے اداس سی پڑ گئی۔

...میں!"

...نے ڈھارس دیتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا؟ حویلی کوئی جیل خانہ تو نہیں ہے؟"

...نے کہا

"...تک حویلی نہیں دیکھی اندر سے!"

...نے پوچھا۔

دیکھیو! یہ کیا بھرا ہے؟

وہ بولی

"سرکار بھلا ہمارے قدم کہیں حویلی میں جا سکتے ہیں!"

نازلی بولی۔

"کل جائیں گے!"

پھر اس نے نانگوں کے تھیلے میں سے فروٹ نکالے۔ سیب، ناشپاتی،
امرود، شریفے، کیلے۔ خود ایک سیب اور دو سنترے رکھ لیے، بولی

"لو بھئی، گل بانو کھاؤ"

پھر ایک کیلا گل بانو خان کی طرف چھلکا اُتار کر بڑھایا۔

"لیجیے خان صاحب یہ حقیر تحفہ قبول فرمائیے!"

وہ تو منتظر ہی تھے۔ اس ذوق و شوق سے کھایا ہے کہ دیکھنے والوں

والوں کو لطف آگیا۔

پھر نازلی نے تھرماس کھولا اور اس کے ڈھکنے میں جو پیالی کا کام
دیتا تھا۔ گرم گرم چائے انڈیلی جس سے بھاپ اُٹھ رہی تھی۔ اور گھونٹ
گھونٹ کر کے پینے لگی۔ پی چکنے کے بعد پوچھا۔

"چائے پیو گی گل بانو!"

وہ انکار نہ کر سکی۔

"دے دیجئے"

نازلی نے تھرماس اس کی طرف بڑھا دیا۔

…تقلید میں گل بانو نے اسی طرح چائے انڈیلی اور پینے لگی ۔

…بہت گرم ہے یہ تو سرکار! —— تھرماس کی طرف اشارہ کرتے

…یہ کیا ہے سرکار!"

…نے بتایا:

…اسے تھرماس کہتے ہیں ۔ دیکھو اس ڈبے کے اندر شیشے کی بوتل ہے

…میں تو جو چیز ڈالو ویسی کی ویسی رہتی ہے، گرم ہے تو گرم رہے گی ۔

…ہے تو ٹھنڈی رہے گی، ۱۲ گھنٹے تک!"

…نے کہا ۔

…شیشے کی بوتل تو جیسے جادو کی ہے۔"

…ہنسنے لگی ۔

… —— وہ فلم بھی تو جادو کی ہے جو کل دیکھو گی!"

…نے کہا ۔

…سرکار ضرور دیکھوں گی!"

…گل بانو ایک کام کر ڈالو جلدی سے!"

…اور سادگی کے ساتھ بولو ۔

"میں اپنا تصویر سازی کا سامان ٹھیک کرتی ہوں تم جب تک
دھو ڈالو!"

وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"ابھی لیجئے سرکار"

برتن لے کر، سامنے بہتے ہوئے دریا کے کنارے جا کر
اور چند منٹ میں دھو دھا کر واپس آگئی۔ اتنی دیر میں نازلی نے تصویر
کا سامان ٹھیک کر لیا تھا۔ اور گل بانو خاں پھر اپنی جگہ پر جا کر
کرنے لگے تھے۔

نازلی نے کہا۔

"واہ بھئی گل بانو تم تو بڑے کام کی ہو۔ اب یہ کرو کہ یہ
معہ غالیچہ کے موٹر میں رکھ آؤ ——— پھر تمہاری تصویر بنائیں!"
گل بانو نے تعمیلِ حکم کی اور آکر سامنے کھڑی ہو گئی۔ نازلی

"رکھ آئیں؟"

وہ بولی۔

"جی سرکار۔ رکھ آئی!"

نازلی نے کہا۔

"دیکھو ایسا کرو کہ جیسے تم دلہن ہو۔ یہ سامنے پھولوں کے
ہیں۔ ان پر اس طرح جھک جاؤ جیسے ہار گوندھنے کے لئے پھول
ہو ——— پھر ایک پھول پر اس طرح ہاتھ رکھو

ے رزا جانتی ہو!"

یب وغریب باتیں گل بانو نے سنیں اور تصویر کے شوق میں حرف
تعمیل بھی کر ڈالی۔

ہاں، اسی طرح ہو بیٹھو، اس طرف دیکھو —— بس ہلنا نہیں ——
—— بس اب اسی طرح کھڑی رہو۔ ذرا بھی نہ ہلنا اپنی جگہ

ڈل"، بن کر کھڑی ہو گئی اور نازلی کا مو قلم جلدی جلدی چلنے

ہ منٹ گزرے۔

آدھا گھنٹہ گزرا

ایک گھنٹہ گزر گیا۔

ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا۔

اب بیچاری گل بانو کی پیٹھ پر اور بدن میں چنگاریاں اُڑنے لگیں۔
میں اتنی دیر کھڑے کھڑے گھبرانے لگی۔ نازلی بدستور
رہی تھی۔ اس کی طرف دیکھتی اور قلم چلانے لگتی۔ اتنے میں
کی طرف بڑھے۔

گل بانو نے کہا۔

ادھر آ۔ ہائے ۔
ہو گئی۔

خبردار خاں صاحب،، اِدھر کا رُخ کیا اور پٹے۔

لیکن خاں صاحب دھمکیوں میں آنے والے کب تھے
سے اُترتی ہوئی ندی کی طرح رواں دواں گل بانو کی طرف بڑھ
تھے۔ نازلی نے مو قلم ایک طرف رکھا اور لپک کر خاں صاحب کو
لیا۔ اور موٹر میں لے جاکر بٹھادیا۔ ایک کیلا اور تھمایا۔ شیشہ بند کیا
میں کنجی لگادی اور اس طرح انہیں نظر بند کرکے پھر اپنی جگہ آگئی
پر خاں صاحب نے احتجاج کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ اور
دو آنکھیں؟ اس سے اچھی جگہ اور کون سی ہو سکتی تھی۔ نہایت
کھڑے ہوکر شیشہ کے سامنے باہر کا نظارہ کرنے لگے۔

نازلی پھر اپنے کام میں لگ گئی۔ یکایک اس کے کان
درد بھری آواز آئی۔

سرکار! ——

نازلی نے سر اٹھا کر گل بانو کی طرف دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی
کمر پھوڑے کی طرح دکھ رہی ہے سرکار،

نازلی نے پوچھا۔

اور سر؟

وہ بولی،

”سر بھی درد کر رہا ہے“

نازلی نے سوال کیا۔

"ادھر پاؤں ؟"

"وہ گڑیا ہو گئی۔"

"وہ تو سُن ہو گئے ہیں!"

نازلی ہنسنے لگی۔

"بس پانچ منٹ اور!"

سے وہ زمانہ یاد آگیا جب وہ فی خرشا ماریں اور منتیں کر کر کے

… بنایا کرتا تھا۔ اور وہ ذرا دیر بیٹھ کر بھاگ کھڑی ہوا کرتی تھی۔

… بیچاری گل بانو پر ترس آنے لگا۔ یہ غریب تو کوئی دو گھنٹہ

… بت کی طرح کھڑی ہے۔ اس کا قلم اور جلدی جلدی چلنے لگا۔ کوئی

… منٹ کے بعد اس نے سر اٹھایا۔ اور کمر پہ ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی

… نے کہا۔

"گل بانو جو تمہارا حال ہے اس سے بدتر میرا حال ہو رہا ہے میرے

… کی ہو رہے ہیں۔ کمر دُکھ رہی ہے۔ اور سر تو پھٹا جا رہا ہے

… کی طرح بے سدھ کھڑی ہوں۔ اچھا اب کام ختم ہو گیا۔"

گل بانو آہستہ آہستہ کمر پہ ہاتھ رکھے رکھے رینگتی ہوئی آئی۔

… دیکھ کر ہنسنے لگی۔

"بہت تھک گئیں؟"

… ذرا سکی، زمین پہ بیٹھتی ہوئی بولی۔

"جی سرکار!"

نازلی نے کہا۔

"تھرماس اُٹھاؤ، گرم گرم چائے پی کر ساری ماندگی رفع ہو جائے گی۔!"

پھر اس نے تھرماس کے ڈھکنے میں چائے انڈیلی اور غٹ غٹ ہو کر پی۔ اس کے بعد باقی گل بانو کی طرف بڑھا دی۔

"پی جاؤ غٹا غٹ!"

گل بانو نے بھی اسی وقت تکلف سے کام نہ لیا۔ پی گئی۔

تھرماس بند کرتے ہوئے نازلی بولی

"آؤ ذرا اپنے آپ کو دیکھ لو!"

گل بانو بے تابی اور اشتیاق کے ساتھ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ نازلی نے اسے لا کر چوبی فریم کے ساتھ کھڑا کر دیا۔

گل بانو اپنی تصویر دیکھ کر غرقِ حیرت ہو گئی، گم صم، ساکت۔

نازلی مسکراتی ہوئی بولی۔

"بتاؤ کون ہے یہ؟"

گل بانو نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جسے آپ نے بنایا ہے!"

نازلی نے سامان سمیٹا۔ تصویریں سنبھالیں اور گل بانو سے کہا۔

چلو اب چلیں۔ سارا دن غارت ہو گیا!

تھوڑی دیر میں کار حویلی کے دروازہ پر پہنچ چکی تھی۔

کی بانو آئیں اگلی بار خاں بھی اُتر آئے ۔ زنانہ لی سنے دربان سے

ب۔

دیکھو یہ کل آئے گی نادرہ کے ساتھ اسے میرے پاس بھیج دینا!"

(۵)

گل بانو گھر پہنچی تو پاؤں رکھتی کہیں تھی، پڑتا کہیں تھا۔ وہ خوشی
وہ نشاط کہ کچھ نہ پوچھیے۔ معلوم ہوتا تھا کوئی دفینہ مل گیا ہے۔ گل
کھلا پلا کر ایسے سلاتے سلاتے خود بھی سو جایا کرتی تھی۔ لیکن کبھی
ہوتا گل باز خان جاگتے رہ جاتے اور گل بانو عالمِ خواب میں پہنچ جاتی
اِدھر اُدھر گھوم گھام کر جب رات کو واپس آتا تو گل بانو ہمیشہ سو
بیچارے کو حسرت ہی رہ گئی کہ کبھی وہ آتا اور گل بانو جاگتی ملتی

لیکن آج؟

آج جب رستم واپس آیا۔ تو بظاہر گل بانو سو رہی تھی لیکن
جاگ رہی تھی۔ کہنے لگی۔

"اب آئے ہو؟"

رستم نے پیار بھرے انداز میں کہا۔

"ارے تم جاگ رہی ہو! —— جب سے شادی ہوئی ہے آج جاگتی ہو؟"

گل بانو بولی۔

"تم رات رات بھر گشت کرتے رہو تو میں کیوں جاگوں؟"

رستم نے کہا۔

"ہاں بھئی اور کیا۔ نو دس بجے ہی تو رات ختم ہو جایا کرتی ہے۔ اس وقت بھی ساڑھے نو بجے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ آدھے گھنٹے میں صبح ہو جائے گی؟"

وہ اٹھتی ہوئی گویا ہوئی۔

"واہ! باتیں بنانا تو کوئی تم سے سیکھ لے!"

رستم ہنسنے لگا۔

"اور سچ بولنا تم سے؟"

پھر وہ آ کر گل بانو کے پاس بیٹھ گیا اور پیار کے ساتھ پوچھا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے! نیند کیوں نہیں آئی آج تجھے؟"

وہ کہنے لگی۔

"جانے کیوں نہیں آئی!"

رستم نے پوچھا

"ماں سے لڑائی تو نہیں ہو گئی؟"

وہ بولی۔

"میں کسی سے نہیں لڑتی!"

رستم نے پوچھا۔

"آپ نے تو نہیں ڈانٹا؟"

وہ کہنے لگی۔

اے واہ، کیوں ڈانٹتے!

رستم نے اسے گدگدانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"پھر تو جاگ کیوں رہی ہے؟"

گل بانو ہنستے ہنستے بے حال ہو گئی۔

چھوڑو بھی ہمیں یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں —— واہ!

رستم نے گدگدانے کے لئے پھر ہاتھ بڑھایا۔ وہ مچھلی کی طرح تڑپ

کر اس کی گرفت سے نکل گئی۔

"کہدوں گی ابھی جا کر!"

"کس سے کہدے گی؟"

"اماں سے اور کس سے؟"

"کیا کہے گی؟"

"نہیں مانتے شرارت کئے جا رہے ہیں!"

"اچھا ایک بات بتا دے!"

"پوچھو، بتا دوں گی!"

"تو مجھ سے چڑ کیوں جاتی ہے؟ —— کیا نفرت کرتی ہے مجھ
سے —!"

گل بانو سنجیدہ ہو گئی۔

"نفرت —! تم سے!"

رستم نے جواب دیا۔

"ہاں اپنے ہی لئے تو پوچھ رہا ہوں۔"

وہ بولی۔

"اچھا تم سے نفرت کرتی ہوں، پھر محبت کس سے کرتی ہوں؟ اسی
بھی بتا دو!"

رستم نے بیڑی سلگاتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہو محبت تو نہ جانے کس کس سے تو کرتی ہے!"

گل بانو بگڑ گئی۔

"دیکھو پھر مجھے غصہ آجائے گا!"

رستم نے جیسے یاد دلایا۔

"کیا تو اس بچہ کو، گل بانو کو، نہیں چاہتی؟"

گل بانو نے کہا۔

"ویسے کس کا؟!"

بڑی خوشی کے لہجہ میں رستم نے کہا۔

"تمہارا ہے!"

گل بانو بولی

اس کی چاہت اسی لئے تو ہے کہ تمہیں ——

پھر وہ کچھ نہ کہہ سکی، رستم نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"شرما گئیں، —— کہو نا صاف صاف کیا کہہ رہی تھیں؟"

اس نے جواب دیا

"نہیں کہتے۔ —— نئی بیگم صاحبہ کو بھی دیکھا ہے تم نے؟"

اب تو رستم زور سے ہنس پڑا۔

"اب سمجھا!"

گل بانو نے پوچھا۔

"کیا سمجھے؟"

رستم نے دوسری بیڑی سلگاتے ہوئے کہا۔

"ضرور انہوں نے ٹھکائی کی ہے تمہاری؟"

گل بانو بگڑ گئی۔

"کچھ دیوانے ہوئے ہو۔ وہ اتنی اچھی ہیں۔ اتنی اچھی ہیں کہ بس کیا کہوں!"

رستم نے سوال کیا۔

"کتنی اچھی ہیں؟"

وہ بولی

"بہت اچھی، ایسی اچھی تو کوئی بیگم نہ ہوگی۔"

…م نے طنز کیا۔

"…واب صاحب بھی تو بڑے اچھے ہیں!"

گیانو اس طنز کو نہ سمجھ سکی،

"…بھلا سے میں کیا جانوں! میں تو بیگم صاحبہ کی کہہ رہی تھی۔"

…م نے سوال کیا۔

"کیا برائی ہے ان میں؟"

گیانو نے دونوں رانیوں کی سرگزشت پوری تفصیل سے سنا دی۔

…م غور سے سنتا رہا۔ پھر بولا۔

"…تو بڑے اچھے مزاج کی ہیں لیکن نواب صاحب تو ایسے نہیں ہیں!"

پھر …م نے نواب صاحب کی بہت ساری باتیں سنا ڈالیں۔

گیانو غور سے سنتی رہی۔ پھر ہنسنے لگی۔

"…ارے میاں بڑے ہی ہیں!"

اب …کو بھی نیند آنے لگی تھی۔ اس نے بستر پہ لیٹتے ہوئے کہا۔

"…ے بھئی تم کیا جانو ان امیروں کو، ابھی بچہ ہو!"

…ہنسنے لگی۔

"…ت ہی بڑے ہوتے ہیں، اتفاق بڑی ہیں ہوں؟"

…م نے چادر اوڑھتے ہوئے کہا۔

"…تعلق بڑے نہیں ہوتا، پڑے گی یا نہ خالی!"

…اوڑھ ڈھانک کر لیٹ گیا۔

(۶)

دوسرے دن صبح صبح گل باتو نے گل باز خاں کو گود میں لیا اور
روانہ ہو گئی۔ دربان نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔ پھر
الفاظ میں کہا۔
"آخاہ گھوڑے کے دن بھی پھر گئے ہیں۔ بیگم صاحب
سے ہے تو!"
گل باتو کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ اس کا دل
لگا۔ اسے اندیشہ پیدا ہوا کہ یہ اندر نہیں جانے دے گا۔ اس
یاد دلایا۔
کل بیگم صاحبہ نے کہا تو تھا!"
وہ اپنی بندوق کا کندا سنبھالتا ہوا بولا۔

— جا بیگم صاحبہ نے کہا تو تھا، کہہ دیا یونہی وہ تجھ سے ہل گیا

…!"

… آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اتنے میں نادرہ آئی۔ اس نے کہا۔

… نے کہا ہے اگر گل بانو ——"

… آگے بڑھی۔

"… رہا!"

… نے اس کے سراپا پہ ایک نظر ڈالی۔

"تم ہو گل بانو! (ہنستے ہوئے) نام بڑا درشن تھوڑے —— آخر پھر

… کیا تاک رہی ہو؟"

… اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے بولی!

"تم ہی جاتیں تو اس دربان نے تو مجھے ٹہلا دیا تھا!"

… نے کہا۔

"… سب کے ساتھ یہی کرتا ہے۔ ہر روز ڈانٹ پڑتی ہے مگر اتنا

… کہ پھر ویسا کا ویسا، وہی کتے کی دم جیسا ہے کتنی دیر دبی رہے

… ی!"

… کیا تھی اچھا خاصا محل تھا۔ اسے دیکھ کر گل بانو کے تو ہوش اڑ گئے

… الف۔ بگھی، بارہ دری، ہر ہر چیز کو نگاہِ حیرت سے دیکھتی

… پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ جس چیز پر نظر پڑتی ایسا … سب …

… کیا ہو گی؟ لیکن دو قدم آگے بڑھ کر پھر کوئی چیز نظر آ جاتی سادہ

پہلی چیز لفظ سے اُتر رہی تھی۔ عمارت تو عمارت، ساز و سامان، فرنیچر
اور خادماؤں کی ریل پیل، یہ ساری چیزیں اسے حیران و ششدر
کے لئے کافی تھیں۔

آخر وہ نازلی کے پاس پہنچی۔ گل بانو نے اپنے دل میں جنت کا
تصور قائم کیا تھا یہ بالکل اسی سے مشابہ تھا۔ ویسے بھی یہ کمرہ واقعی
کا ٹکڑا تھا۔ در و دیوار، فرش فروش، جھاڑ فانوس، فرنیچر، ...
دیواروں پر لگی ہوئی تصویریں، آئل پینٹنگ۔ جہاں اس کی نظر پڑتی تھی
رہ جاتی تھی۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ اس طرح ان چیزوں کو دیکھ رہی
کہ سلام تک کرنا یاد نہ رہا۔ نازلی کے سامنے گئی اور حیران و ششدر
رہ گئی۔ نازلی نے اسے دیکھا تو تپاک و گرمجوشی کے ساتھ کہا۔

"تم آ گئیں گل بانو؟"

وہ کچھ نہ بولی، اس کی طرف سے نادرہ نے کہا۔

"سرکار وہ موا دربان تو واپس کئے دے رہا تھا!"

نازلی کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

"واپس کئے دے رہا تھا!"

"جی سرکار!"

"جاؤ منیجر صاحب کو بلا لاؤ!"

فوراً وہ گیا ہانپتے کانپتے منیجر صاحب پہنچے نازلی نے کہا۔

"یہ دربان بہت گستاخ معلوم ہوتا ہے میں یہ تو نہیں چاہتی ک

[illegible] جائے، لیکن تنبیہ کر دیجئے اسے، اور ڈیوٹی بدل دیجئے کسی
[illegible] دیجئے ـــــ اور نئے آدمی کو ہدایت کر دی جائے کہ میں جو
[illegible] میرا مطلب بھی وہی ہوتا ہے!"

[illegible] صاحب گردن ہلا ہلا کر فرمان ضروری سنتے رہے، پھر فرمایا۔
"بہت خوب عالی جاہ، ابھی ڈیوٹی بدلے دیتا ہوں۔ اور نئے دربان
[illegible] کروں گا ـــــ"

[illegible] کہا۔
[illegible] کہنا تھا آپ سے!"
[illegible] سے گئے تو نازلی گل بانو سے مخاطب ہوئی۔
[illegible]

[illegible] فرش پہ بیٹھ گئی!"
[illegible] قالین کے فرش کی طرف جس پہ وہ خود بھی بیٹھی تھی اشارہ کرتے
[illegible]

[illegible] بیٹھو!"
[illegible] طرف دیکھنے لگی۔ جن پہ گرد جمی ہوئی تھی۔ نازلی نے
[illegible]

[illegible] اچھا جی!"
[illegible] گل بانو فرش پہ بیٹھ گئی!
[illegible] سے اُٹھ کر سیدھے نازلی کے پاس پہنچے اور

اس طرح کھڑے ہو گئے جیسے وہ کہہ رہے ہیں۔

ہماری بھی خاطر و مدارات بھی تو کیجئے!

نانزلی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ تشریف لے آئے خاں صاحب ——— آئیے آپ گرگا...

پھر اس نے گراموفون پہ ایک اچھا سا ریکارڈ لگا دیا۔ اور گل بانو...

کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔

"سنئے، دیکھئے، کیسے مزے کا گانا ہے!"

پھر گل بانو سے پوچھا۔

"سن رہی ہو تم بھی؟"

وہ محوِ حیرت بنی مشین کا گانا سن رہی تھی۔ نانزلی کی آواز سن کر چونک...

پڑی۔

"جی سن رہی ہوں!"

گل بانو پہ تو حیرت انگیز گنگی اور تعجب کی کیفیت طاری تھی لیکن گل...

پہ تو وجد کی کیفیت طاری تھی۔ انہیں پلیٹ بدلنے کا وقفہ بھی ناگوار...

اور اس غصہ میں خود اپنے مکینکل انجینئر ہونے کا ثبوت دیتے ہو...

باجہ سے الجھنے لگتے تھے۔ کئی ریکارڈ سنانے کے بعد نانزلی...

گل بانو سے کہا۔

"آؤ اب تمہیں بولتی، گاتی، ناچتی تصویریں دکھائیں!"

نانزلی اسے ایک دوسرے کمرے میں لے گئی۔ اور اسے ایک د...

...دکھائے، جس میں لوک گیت بھی تھے اور لوک ناچ بھی۔ اِن گیتوں میں سے
...خود اسے بھی پہلے سے یاد تھے۔ ان ناچوں میں بھی کئی سے وہ آشنا
...گو باز خاں سراپا حیرت بنے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اور خود گل بانو
...ایک بت بنی بیٹھی تھی۔

...دکھانے کے بعد نازلی اسے پھر اپنے کمرہ میں لے آئی اور باتیں
...نے لگی۔ اس نے پوچھا۔

"کیوں گل بانو تم بھی گانا جانتی ہو!"

وہ ذرا کسمساتی ہوئی بولی۔

"میں کیا جانوں سرکار!"

نازلی ہنسنے لگی۔

"تم نے تو اس طرح انکار کیا ہے جیسے یہ کوئی بہت بڑا جرم ہے۔
...کو گانا اور رونا کسے نہیں آتا!"

"گل بانو تم تو بالکل ہو گئی۔"

"ہاں ...ایک گیت گا لیتی ہوں۔"

نازلی ہنستی ہوئی بولی۔

"اس سے زیادہ سننے کا تو ہمارے پاس وقت بھی نہیں ہے۔ سنا دو!"

...نازلی نے کچھ ایسے انداز سے کی کہ گل بانو رد نہ کر سکی۔ اس نے
...چار گیت سنا دیئے۔ آواز اچھی تھی۔ اور گیت بھی پُر لطف تھے
...کے ساتھ سنتی رہی، پھر اس نے کہا۔

"گل بانو، جیسا تم نے گایا ہے ایسا تو میری ایک مشین بھی گالیتی ہے۔"

گل بانو نے حیرت سے نازلی کی طرف دیکھا۔

"مشین گالیتی ہے سرکار؟"

نازلی نے کہا۔

"ہاں، لو سن لو!"

"گل بانو کا گانا نازلی نے ٹیپ ریکارڈ پر اسے سنا دیا۔ گل بانو دنگ ر
کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ مشین گا رہی ہے یا میں گا رہی ہوں، مشین نے میری آو
چرا لیا؟ میری آواز کیسے چرا لی؟

اتنے میں ایک سامعہ خراش آواز گونجی۔

"یہ کس کا لڑکا کمبخت یہاں آگیا ہے بھگاؤ اسے!"

گل بانو اور نازلی کی نگاہوں نے بیک وقت گل باز خاں کو دیکھا و
تھے۔ دونوں آگے پیچھے باہر نکلیں۔ عین اس وقت جب خاں صاحب
کھڑے پیشاب فرما رہے تھے۔ کسی کام سے اخلاق کا ادھر سے گزر ہوا
کی قیمتی پتلون کو گل باز کے پیشاب کے قطروں نے مشرف کر دیا!

(٧)

...ت بھری ہوئی آواز گونجی ۔

"...ٹاؤ اسے !"

...ک خادم نے بڑھ کر گل بانو خانم کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے ۔

"...اں سے آگیا یہ ؟" خشمگیں انداز میں اخلاق نے سوال کیا ۔

"...یہ تو —— !"

...ان نے بات پوری نہیں ہونے دی ۔

"...سے آگیا یہ ! —— یہ حویلی ہے یا بھنگڑ خانہ ؟"

...نے میں نازلی آگئی ۔ اس کے پیچھے پیچھے گل بانو بھی تھی ۔

...بانو خانم اور دیگر افراد چپ چاپ کھڑے تھے ۔ لیکن ایک عجیب

...—— نازلی اور گل بانو —— دیکھئے تو دونوں دار

چیخ ماری کہ در و دیوار لرز گئے - نازلی جلدی سے آگے بڑھی

"ارے ارے گل بانو خاں روتے کیوں ہو؟"

گل بانو خاں نے اپنے دونوں ہاتھ ملازم کی گرفت سے آزاد

لپک کر نازلی سے آ کر لپٹ گئے نازلی ـــ ان کا سر سہلانے لگی۔

"کیا اس آدمی نے تمہیں کچھ کہا ہے؟ اچھا میں ماروں گی اسے"

اخلاق نے کہا۔

"آخر یہ لڑکا کس کا ہے اور یہاں حویلی میں کیسے آ گیا؟"

وہ ایک اندازِ خاص کے ساتھ گویا ہوئی۔

"یہ ہمارے گل بانو خاں ہیں (گل بانو کی طرف اشارہ کر کے) اور ان

کی والدہ محترمہ ہیں - گل بانو!"

اخلاق نے اپنا سوال پھر دہرایا -

"یہاں کیا ضرورت اس کی؟"

نازلی نے بتایا۔

"میں نے بلایا تھا!"

اخلاق نے نازلی کے دلفریب انداز سے ذرا بھی متاثر ہوئے

بغیر کہا۔

"کیوں؟ کس لئے؟"

نازلی نے اخلاق کی برہمی کی ذرا بھی پروا کئے بغیر جواب دیا۔

"میں نے گل بانو کو فلم دیکھنے کی دعوت دی تھی!"

اخلاق کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

"یہ کیا دیہات حرکت ہے ایسے لوگوں کو یہاں نہیں آنا چاہیئے؟"

نازلی کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"کیوں؟"

اخلاق نے خشک لہجہ میں کہا۔

"یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں!"

پھر وہ گل باز سے مخاطب ہوا۔

"اے عورت تم یہاں نہ آیا کرو بار"

گلابو نے گل باز خاں کی انگلی پکڑی۔ چادر اوڑھی اور تیزی سے نکل گئی۔ اخلاق بھی مزید گفتگو کئے بغیر جلدی جلدی قدم بڑھاتا نیچے اتر گیا وہ اتنی جلدی میں تھا کہ اس نے وہ بڑے بڑے موتی بھی نہیں دیکھے جو نازلی کی آنکھوں میں ڈھلک رہے تھے۔ کچھ دیر تک وہ چپ چاپ اپنے شبستان کے دروازے پر گم صم کھڑی رہی پھر اندر گئی اور لیٹ گئی۔

اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار اخلاق کا وہ مجسمہ آرہا تھا جو ابھی تھوڑی دیر پہلے تک بالکل بدلا ہوا نظر آیا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی کیا واقعی یہ اخلاق ہی تھا؟ وہ اخلاق ہی کی آواز تھی جو میں نے سنی؟ وہ اخلاق ہی تھا جس نے گل باز خاں کو ڈانٹا اور جھڑکا؟ کیا وہ اخلاق تھا جس نے میری توہین کی؟ جس نے گھر کے نوکروں کے سامنے دوسروں کے سامنے مجھے ذلیل کیا؟ کیا وہ بھی اخلاق ہی ہو سکتا تھا جس نے میرے

قطراتِ اشک کو نہیں دیکھا ۔

یا دیکھا مگر نظر انداز کر دیا ۔

کیا اخلاق کا اصلی روپ یہی ہے ؟

کیا اب تک جس روپ میں وہ نظر آ رہا تھا فریب تھا ؟

آنسو کے قطرے ٹپ ٹپ حلقۂ چشم سے باہر نکلنے لگے ۔

(۸)

بڑی دیر تک نائلہ کی یہی کیفیت رہی وہ چپ چاپ بستر پہ پڑی روتی

زندگی میں آج تک وہ سربلند رہی تھی۔ نہ باپ نے کبھی اس کی بے عزتی
کی تھی، نہ بہن نے، پھر جب کالج گئی تو وہاں بھی اس کی بات
سب سے بالا تھی۔ پرنسپل اندر سے ہوں یا دوسرے پروفیسر یا طلبا یا طالبات
سب ہی اس کی وجاہت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔ اور سرور فی تو
اس کی پرستش کرتا تھا گو اس نے کبھی محبت کا اظہار نہیں کیا۔ مگر اس نے
کبھی حد سے باہر قدم نہیں نکالا۔

اور خود یہ اخلاق صاحب؟

یہ جناب صاحب؟

آج تک اِن کا عشق سپردگی کے سوا کیا تھا ؟"

جو اس نے چاہا، پایا۔

جو اس نے مانگا لیا۔

جس چیز پر اس کی نظر پڑ گئی وہ اس کی ہو گئی۔

اس کی زبان سے جو بات نکلی وہ حکم اور فرمان بن گئی۔

اس کی ہر خواہش، ہر طلب، ہر غرض پوری ہوئی۔

یہ بات نہ ہوتی تو وہ گل بانو کو اس حویلی میں بلانے کی جرأت کر کے
گل بانہ خاں کو پوری حویلی میں سرگشت کی اجازت دے سکتی تھی!

لیکن آج ؟

آج اس کا بھرم کھل گیا۔ اس کا پندار شکست ہو گیا۔ اس کی اکڑی
جھک گئی۔ اس کی توہین ہوئی۔ تذلیل ہوئی اور وہ کچھ نہ کر سکی۔

وہ سوچ رہی تھی۔

اگر گل بانہ خاں کا حویلی میں آنا جرم تھا۔ اگر گل بانہ خاں کو حویلی میں
کی اجازت نہیں مل سکتی تھی اگر میں نے نوابانہ روایات کے خلاف
بات کی تھی تو کیا یہ ضروری تھا کہ مجھے گل بانو کے سامنے ذلیل کیا جا
میرے سامنے حکم دیا جائے کہ وہ نکل جائے اس حویلی سے!

اور پھر وہ سوچنے لگی۔

آج اخلاق کا چہرہ کتنا بدلا ہوا تھا ؟

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اخلاق جسے میں اتنے دنوں سے

جس نے مجھ سے عشق کیا تھا جو بڑے چاؤ سے مجھے بیاہ کر لایا تھا۔

...ور ہو گیا تھا۔

کیا آدمی غصہ میں اتنا بھیانک ہو جاتا ہے؟

کیا آدمی غصہ میں اتنا بدل جاتا ہے؟

کیا آدمی ظاہر میں جو کچھ نظر آتا ہے دراصل وہ نہیں ہوتا؟

کیا انسان اپنے آپ کو چھپا بھی سکتا ہے؟ —— خود اپنی نظروں

...اور دوسروں کی نظروں سے بھی؟

کیا اخلاق نے اب تک اپنے آپ کو چھپائے رکھا تھا؟

خود اپنے آپ سے؟

...صرف میری نظروں سے؟

...اپنے آپ سے بھی اور میری نظروں سے بھی؟

...اس کے بعد وہ سوچنے لگی۔

...نے آج اخلاق کو جس روپ میں دیکھا ہے کیا وہی اس کا اصل روپ

...کے آگے تو کچھ نہیں؟

...کے بعد تو کچھ نہیں؟

...روپ ناتمام تو نہیں؟

...ایسا تو نہیں کہ آج میں نے اخلاق کا جو روپ دیکھا ہے۔ یہ صرف

...انتہا کی؟ یہ صرف جز ہو کسی کل کا؟ یہ نمونہ ہو کسی آنے والے

ظاہر ہے اتنے دنوں تک اپنے جس روپ کو وہ چھپائے ہوئے
بڑی ہوشیاری سے اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا تھا آج یک بیک
تو ظاہر نہیں ہو سکتا؟ یہ صرف اس کا ایک حصہ ہے؟ آگے چل کر
اس کا پورا روپ ظاہر ہو سکے گا؟

پھر جب میں اس ایک چھوٹے سے نمونہ کی تاب نہ لا سکی تو کیا اس
پورا اور کل روپ دیکھ سکوں گی؟ برداشت کر سکوں گی؟

کیا میری زندگی آج سے شروع ہو رہی ہے؟

اب تک کی ساری زندگی صرف ایک خواب تھی؟ ——— ایک
خواب بے تعبیر؟

کیا اس زندگی کو میں نباہ سکوں گی؟ کیا اس زندگی کے سانچے میں
تیئں میں ڈھال سکوں گی؟

یکایک یہ کیسا ٹیڑھا سوال میرے سامنے آگیا ہے؟ اسے کیسے حل
کر سکوں گی؟ اس سے کیونکر عہدہ بر آ ہو سکوں گی؟

(۹)

… دیر تک ازلی انہی خیالات میں غرق پڑی رہی!

… ممی اور ڈنر کے انتظام و اہتمام میں مصروف ہو گئی - آج مسٹر سالومن
… سے اصحاب، ڈنر پہ مدعو تھے اور یہ سارا بار اسی پہ تھا - جب بھی
… کوئی مدعو ہوتا تو سارے انتظامات براہ راست اپنی نگرانی میں اسی
… شرکت بھی کرنا پڑتی - گو یہ شرکت خوش دلی کے ساتھ کبھی نہ ہوتی
… پہ زیادہ تر کاروباری مسائل پہ بحث و گفتگو ہوا کرتی، اور اسے
… کوئی دلچسپی نہیں تھی!

… مسٹر سالومن اور چند دوسرے اصحاب تشریف لے آئے
… سب کا استقبال کیا - اخلاق بھی جو کہیں باہر گیا ہوا تھا ٹھیک
… براہ راست ڈائننگ ہال میں پہنچ گیا - سب نے بڑی

گرم جوشی اور تپاک کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔
سالومن نے کہا۔
"اخلاق صاحب ہم لوگوں کو یہاں بلا کر آپ، کہاں غائب ہو گئے تھے؟"
اخلاق نے جواب دیا۔
"ملٹری کی طرف سے گھی، دودھ اور مکھن کا بہت بڑا آرڈر ملا ہے
جو ہمیں ہر روز سپلائی کرنا پڑے گا۔ ہمارے ریٹ دوسروں کے مقابلے میں
بہت کم تھے لہٰذا آرڈر ہمیں کو ملا ہے ——"
ایک معزز مہمان مسٹر ساجد نے دریافت کیا۔
"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے لیکن آپ غائب کہاں تھے؟"
اخلاق نے کہا۔
"بھائی ملٹری والے کوئی چیز اس وقت تک نہیں لیتے جب تک
نہ لیں۔ ہم نے نمونے بھیج دئیے تھے۔ رزلٹ لینے اس وقت گیا
تھا۔!"
سالومن نے بیتابی کے ساتھ پوچھا۔
"پھر کیا ہوا؟!"
اخلاق نے کہا۔
"ظاہر ہے نمونہ بہترین تھا۔ بہت پسند کیا گیا!"
اس جملہ پر ایک بے ساختہ قہقہے سے حاضرین نے داد دی۔
ساجد نے کہا۔

واب کیا ہو گا؟"

نے جواب دیا۔

ت وائرڈ ہے۔ سوچ یہ رہا ہوں کہ اس کی سپلائی میں تو کوئی خلل نہیں

ہو

وں جو غلطی کھانوں کو بہت پسند کرتا تھا۔ بریانی کی قاب اپنی طرف

ہوئے بولا۔

وں سا ٹیڑھا سوال ہے؟ ارے بھئی کیا دولت پور کے سارے
گے؟ یہاں کی گائیں دودھ نہیں دیتیں؟ جتنے گوالے ہیں۔ ان سب
فارم میں ملازم رکھ لو۔ جتنی گائیں ہیں ان سب کو خرید لو۔ بلکہ آس
دیہاتوں میں بھی یہی کرو!"

بے پروائی سے مچھلی کے قتلے سے شغل کرتے ہوئے کہا۔
کون سا مشکل کام ہے؟"
نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اگر ڈر اتنا بڑا ہے کہ ان تمام باتوں کے باوجود سپلائی
نے کا اندیشہ ہے، دولت پور کے جملہ وسائل اختیار کرنے
کافی بڑی تعداد میں بھینسوں اور گائیوں کی خریداری ہی پڑے

پورا شامی کباب منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔
خرید لینا۔

اخلاق نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا

"ہاں بھئی یہ تو کرنا ہی پڑے گا لیکن ان کمبخت دیہاتیوں میں یہ عجیب

کہ موقع دیکھ کر چیز کی قیمت بڑھا دیتے ہیں۔ جو گائے اور بھینس پانسو

میں سوا سو ڈیڑھ سو کی مل سکتی تھی۔ اب وہ دو ڈھائی سو سے کم میں نہیں

سراج بابر نے لقمہ دیا۔

"تو کیا ہوا، کماؤ گے بھی تو لاکھوں روپیہ!"

اخلاق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں —— لیکن کیا ان کمبختوں کے لئے؟"

نازلی چپ چاپ بیٹھی تھی اور اس بحث و گفتگو میں کوئی حصہ

نے رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں یہ سوچ کر حیران ہو رہی تھی کیا

بھی کاروبار میں اتنا انہماک ہو سکتا ہے؟ کیا ایک آرٹسٹ بھی نفع

کے حساب میں اس قدر شغف کا اظہار کر سکتا ہے۔ کیا ایک

بھینس اور گائے کی قیمت کی کمی زیادتی پر اس سنجیدگی سے بحث

کیا ایک آرٹسٹ بھی دولت پر، یا کسی دیہات کے مجبور

اپنے ہاں، اپنی شرائط پر ملازم رکھنے پر مجبور کر سکتا ہے؟

کی بھینسوں اور گایوں کو جبراً خرید سکتا ہے!

کیا اخلاق آرٹسٹ بعد میں ہے اکارو باری پہلے!

کیا اس کا آرٹسٹ ہونا محض ایک مشغلہ ہے اور کاروبار

حصولِ دولت و زر اصل مقصدِ حیات —— ! میں نے

ی کی ہے یا ایک ساہوکار سے ؟ میرا رفیقِ زندگی ایک فنکار ہے یا سیٹھ؟
بجائے زندگی جس شخص کے بنا رہی ہے۔ وہ میرا ہم سفر ہے یا میرے اور اس
ے میں بعد المشرقین ہے !

ساورن نے نازلی کی طرف دیکھا اور کہا۔

بیگم صاحبہ آپ تو بالکل نہیں کھا رہی ہیں !

وہ بولی۔

مجھے اُمید ہے آپ میری طرف سے یہ فرض ادا کریں گے !

صاحب نے ایک قہقہہ لگایا۔ ساورن ہنسنے لگا۔ اخلاقاً اس کے ہونٹوں پر بھی
رانے لگا۔ لیکن نازلی کی سنجیدگی بدستور قائم تھی !

کوئی دس بجے کے قریب نازلی دردِ سر کا بہانہ کر کے اپنے بستر پر آ کر لیٹ
لیکن یہ مجلس کوئی دو بجے تک قہقہوں کے شور میں کاروباری معاملات
کی گتھیاں حل کرتی رہی !

(۱۰)

جیسے جیسے ڈیری فارم کے کام میں تیزی سے ترقی ہو رہی تھی۔ اخلاق کی مصروفیت بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ جیسے جیسے مصروفیت بڑھتی جا رہی تھی نازلی اور اخلاق کے درمیان کم تعلقی میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ کبھی کبھی تو ان دونوں کو اطمینان اور یکسوئی سے گفتگو کرنے کا موقع نہ ملتا۔ لیکن رسمی طور پر اخلاق بھی خیریت پوچھ لیتے۔ ہنس کھیل لیتا۔ اور نازلی بھی۔ لیکن وہ جو میاں بیوی میں ایک لگاؤ سا ہوتا ہے وہ جو ایک محبت کرنے والے اور محبوب میں چاؤ کا انداز ہوتا ہے۔ وہ مفقود نہیں تو کم ضرور ہوتا جا رہا تھا۔

آج تین دن کے بعد اخلاق نے نازلی کے کمرہ کا رخ کیا تھا لیکن وہاں بیٹھی گل بانو خان بی بی گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ڈانٹ ڈپٹ کر رخصت ہو گئی پھر تو دیر تک میاں بیوی کی ملاقات ہوئی مگر لیکن کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ وہ

...بیت گئی۔ اور یہ لوگ ۲ بجے تک اپنی مجلس جمائے رہے۔ دوسرے
...سو کر اٹھی تو اس کا سر بھاری تھا۔ نیند کا سلسلہ بار بار ٹوٹ جاتا۔ اور
...کے ظاہر و باطن پر غور کرنے لگتی۔ کئی بار آنکھ کھلی اور کئی بار سو گئی
...کی نیند ایک گھنٹہ بھی نہ سو سکی۔

...اٹھ کر اس نے سر بھاری ہونے کے باوجود حسب معمول غسل کیا۔
...ناشتہ کیا۔ اور یہ محسوس کر کے اخلاق سے کترا سی گئی کہ آج خوب ہی...
...کہ اس نے کل باز خاں کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا تھا اور کل بازار کے
...ہوا تھا۔ اور ڈنر کی میز پر جس طرح ایک ساہوکار اور سیٹھ نظر
...چیزوں سے وہ بہت الجھی اور افسردہ تھی۔

...اخلاق کے کمرہ میں پہنچی تو وہ کسی شخص سے فون پر باتیں کر رہا تھا۔
...کرسی پر بیٹھ گئی۔ اخلاق فون پر باتیں کرتا رہا۔ ان باتوں
...منٹ سے زیادہ جاری رہا۔ ان کا موضوع زیادہ تر یہی
...لین دین، نفع نقصان، سپلائی، بل، کمیشن، چیک، اسی طرح کی چیزیں
...بہت بدلی بلکہ کراہت اور نفرت کے ساتھ یہ باتیں سنتی رہی
...کی باتیں کرنے کا فیصلہ کر کے نہ آئی ہوتی تو شاید ایک منٹ
...چلی گئی ہوتی۔

...کے بعد اخلاق نے تپاک اور گرم جوشی کے ساتھ کہا۔
"...آج؟"

"چونکہ ڈیوٹی دی ہے۔ آپ میری طرف نہیں" بھول پڑے" لہذا
آپ کے پاس یہ بھول پڑی!"

اخلاق نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

"خوب، —— بھئی خدا کا شکر ہے کام خوب چل رہا ہے"

وہ گویا ہوئی۔

"یہ تو اب معلوم ہوا کہ آپ جتنے بڑے آرٹسٹ ہیں اس سے
بڑے ساہوکار ہیں!"

اخلاق نے اس طنز کو محسوس نہیں کیا کہا۔

"باعزت، اور ٹھاٹھ کی زندگی بسر کرنے میں۔ آرٹ کوئی مدد

نازلی نے کہا۔

"نہ دیتا ہوگا۔ یہ تو ایسا موضوع ہے جس پر گفتگو طویل ہو جا

اخلاق نے نہایت آمادگی کے ساتھ کہا۔

"تو کیا ہوا؟ تم جس موضوع پر بھی گفتگو کرو۔ وہ خشک اور
کم از کم میرے لئے تو نہیں ہو سکتا۔ لہذا میں ہمہ تن گوش ہوں۔"

نازلی گویا ہوئی۔

"شکریہ —— اس موضوع پر تو پھر کسی وقت گفتگو ہوگی۔
میں ایک خاص بات کہنے بلکہ اس کا فیصلہ کرنے آئی ہوں"

اخلاق کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ لیکن اس نے ہنستے ہوئے
"تمہارا کوئی فیصلہ رد نہیں کیا جا سکتا۔ کہو، کیا کہنا چاہتی ہو

نازنی بولی۔

"آپ نے گل بانو خاں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا، آپ نے گل بانو کا ... آپ نے مجھے ذلیل کیا، —— کیا آپ کو یہ کرنا چاہیے تھا؟"

کچھ دیر تک اخلاق چپ چاپ بیٹھا سگریٹ پیتا رہا۔ وہ نازنی کی طرف ... دیوار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ گویا کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے سگریٹ ... دھوئیں کا چھلا بناتے ہوئے کہا۔

"نازنی تم غلط سمجھیں۔ تمہاری توہین میں کس طرح کر سکتا ہوں۔ جس طرح میں ... تمہیں ہوں؟ اگر تمہاری توہین ہوگی تو خود بخود میری بھی ہو جائے گی! اگر ... تمہاری توہین کی تو گویا اپنے آپ کو بھی ذلیل کیا۔ اور یہ ناممکن ہے۔"

ذرا رک کر پھر اخلاق نے کہنا شروع کیا۔

"لہذا یہ خیال تو دل سے نکال دو —— رہی تمہاری وہ گل بانو، تو وہ دولت پور کے ایک شخص کی بیوی ہے۔ جو تمہاری رعایا ہے حویلی میں ... لوگوں کو آنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، یہ ان کی غلط قسم کی عزت ... ہے۔ اور اس طرح خود ہمارا وقار خاک میں مل جائے گا! راعی اور ... حاکم اور محکوم میں آقا اور غلام میں فرق تو رہنا ہی چاہیئے!"

نازنی نے پوچھا۔

"کیا دولت پور کے لوگ آپ کے غلام ہیں؟"

اخلاق نے فوراً کہا۔

"کیا آقا ہیں؟"

نازلی نے پھر سوال کیا۔

"تو کیا آپ یہاں کے لوگوں کے آقا ہیں؟"

اخلاق نے جواب دیا۔

"اور کیا غلام ہوں؟"

نازلی نے کہا۔

"لیکن آقا اور غلام کا رشتہ تو انسان کا بنایا ہوا ہے۔ خدا نے تو اسے نہیں بنایا ہے؟"

اخلاق نے دوسرا سگرٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"خدا کو آسمان کے معاملات سے اتنی فرصت کہاں ہے کہ وہ یہاں کے معاملات میں دخیل ہو۔ یہ دنیا میں جو کچھ نظر آرہا ہے۔ سب انسان کا بنایا ہوا ہے۔ یہ جمہوریت، یہ آمریت، یہ عسکری نظام، یہ معیشت، معاشرت کا اصول، یہ مکانات، یہ جھونپڑے۔ یہ عزت، یہ امارت کس نے یہ سب چیزیں بنائی ہیں؟ ——— انسان نے؟"

نازلی کا سارا بدن کانپ رہا تھا۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا

"کیا ایک آرٹسٹ بھی اس زبان میں گفتگو کر سکتا ہے؟ کیا ایک فن... بھی اس طرح سوچ سکتا ہے؟"

اخلاق نے کہا۔

"کیوں کیا آرٹسٹ انسان نہیں ہوتا؟ کیا فنکار کو تم نے دائرہ... سے خارج کر دیا ہے؟"

نازلی نے کہا۔

"میرے مذہب، میری منطق، اور میرے فن کے نزدیک ہر انسان برابر ہے خواہ وہ گل بانو ہو، یا نازلی، خواہ نواب اخلاق احمد صاحب بہادر ہوں یا دولت پور کا ایک نستعلیق غلام!"

… نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا اور کہا۔

"میری جان تم غلط سمجھ رہی ہو۔ جس طرح ریس کے گھوڑے اور تانگے کے گھوڑے میں برابری نہیں تسلیم کی جا سکتی، جس طرح زاغ و زغن اور شاہین … نہیں تسلیم کئے جا سکتے۔ جس طرح سائیکل اور طیارے میں مساوات نہیں ہے۔ اسی طرح نازلی بیگم اور گل بانو میں مساوات کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اخلاق احمد اور دولت پور کا کوئی بندۂ محکوم ایک صف میں نہیں … ہو سکتے!"

نازلی نے سوال کیا۔

"کیوں؟"

… نے جواب دیا۔

"اس لئے کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ایسا کبھی نہیں …

نازلی بولی۔

"کیا … تاریخ؟"

… نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ گیا تم کیا کہو گی؟ تم اپنی تاریخ سے عہدِ رسالتؐ اور عہدِ خلافت
راشدہ کے چند واقعات پیش کر دو گی۔ لیکن وہ ساری دنیا کی تاریخ
ہے۔ صرف ایک مختصر سے خطۂ ارض کی تاریخ ہے۔ وہ ہر دور کی تاریخ نہیں ہے۔
ایک مخصوص زمانہ کی تاریخ ہے۔ ایسی تاریخ جسے خود مسلمان بھی زندہ نہ رکھ سکے۔

نازلی نے اخلاق کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"اس سے کیا ہوتا ہے؟ کیا وہ تاریخ دنیا کی سب سے زیادہ حیرت
انگیز تاریخ نہیں ہے؟ کیا وہ تاریخ آج بھی نمونہ اور اسوۂ حسنہ کا کام
دے سکتی؟ کیا وہ تاریخ اپنے زمانہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی ناکام ر
اگر نہیں تو پھر وہ اپنے آپ کو کیوں نہیں دہرا سکتی؟ آج ہم اس کو
کیوں نہیں کہہ سکتے؟ آج بھی اس نمونہ کو ہم کیوں اختیار نہیں کر سکتے؟

اخلاق نے سنجیدگی سے کہا۔

"اس لئے کہ ضرورت نہیں ہے!"

وہ بولی

"جتنی ضرورت آج ہے اتنی کبھی نہیں تھی"

اخلاق نے پوچھا۔

"یہ کیسے معلوم ہوا؟"

وہ کہنے لگی۔

"یہ ایٹم اکیٹ جس سے آج ساری دنیا لرزہ براندام ہے جس
کے لئے امریکہ، برطانیہ، فرانس اور دوسرے ممالک ایڑی چوٹی کا زور

جو واقعی افراط و تفریط کا مجموعہ ہے ہرگز عالم وجود میں نہ آتی ۔ اگر
تاریخ ، اسلام کے فرزندوں کے ہاتھوں قصۂ ماضی نہ بن گئی ہوتی !"

نے بے پروائی سے کہا ۔

ہے تمہارا خیال صحیح ہو لیکن جس سانچے میں ڈھل چکے ہیں ، اب
دے تو نہیں توڑ سکتے !"

نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ۔

کیا بات ہوئی !"

وہ بولا ۔

تو بات ہے ـــــ مثلاً یوں سمجھو کہ میری جیب میں دس ہزار اشرفیاں
سکتا ہے انہیں کوئی چور چرا لے ۔ لیکن چوری کے اندیشے سے انہیں
تقسیم تو نہیں کر سکتا ۔ ہو سکتا ہے اشتراکیت کے قدم ہماری سرزمین
پہنچ جائیں یا ہمارے ملک میں بھی حکومت الٰہیہ قائم ہو جائے لیکن
ت یا حکومت الٰہیہ کے متوقع یا خیالی اندیشہ سے میں اپنے حقوق
اپنی جاگیر سے ، اپنی جائداد سے ، اپنی دولت سے کیوں دستبردار ہو
ں ! ـــــ کم از کم میں تو اس کے لئے تیار نہیں ہوں ۔

نے کہا ۔

بحث طویل ہوتی جا رہی ہے ۔ اچھا مان لیا آپ تیار نہیں ہیں ، نہ سہی
پھر کسی وقت ہم گفتگو کریں گے ، اس وقت تو سوال کل بانو کا ہے !"
نے پوچھا ۔

"مگل یا لڑکا کیا سوال ہے؟"

نازلی نے کہا۔

"وہ حویلی میں آئے گی!"

اخلاق نے نہایت نرم، لیکن قطعاً فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے!"

نازلی نے پوچھا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا؟"

اخلاق گویا ہوا۔

"اس لئے کہ اس سے وہ نظام درہم برہم ہو جائے گا جو پشت

سے چلا آرہا ہے۔ حویلی میں آج تک ایسا نہیں ہوا!"

نازلی نے اخلاق کا فیصلہ کن انداز محسوس کر لیا، اس نے

اور ملائم لہجہ میں کہا۔

"بہت سی باتیں جو یہاں آج ہوتی ہیں وہ کل نہیں ہوتی تھیں

اس حویلی میں آج سے پہلے کسی نواب کی بیوی بے پردہ کب باہر نکلی

کیا آپ مجھے پردہ میں بٹھا دیں گے؟"

اخلاق نے پھر ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"نہیں، ایسا تو نہیں کروں گا!"

نازلی نے پوچھا،

"کیوں نہیں کریں گے؟"

...ا ہوا۔

...ے کہ اس جسارت اور بدعت سے حویلی کی شان میں کمی نہیں
...ہو گیا ہے، یہ زمانہ کا تقاضا ہے۔ یہ وہ کیسی زمانہ میں شرافت
...حماقت کی علامت ہے، میں احمق کیوں بنوں؟ لیکن نیچ اور
...پہلے بھی تھا، اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا تو میں ایسی
...جو دیکھے انگشت نمائی کرے ——— نہیں، نازلی
...کو، جسے میں نہ کر سکوں؟ گل بانو یا کوئی اور عورت، اس
...قدم نہیں رکھ سکتی، وہ تمہارے شبستان میں آنے کی جرأت نہیں کر سکتی
...نہیں دکھا سکتیں۔ تم اس کی تصویر نہیں لے سکتیں، مجھے یہ سب کچھ
...ہے اور یہ میں نے اس لئے کہا ہے کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

...دریافت کیا۔

...؟

...نے کہا۔

...یا دولت اور کسی عورت سے ملنے کی ضرورت
...نہیں ہونا چاہئے، تمہیں کبھی اور کسی حالت میں ان لوگوں سے
...یہ میری توہین ہے۔ یہ حویلی کی توہین ہے۔ یہ تمہاری

...اور اخلاق ادھر متوجہ ہو گیا۔ نازلی واپس چلی آئی۔

شعلہ و شبنم

جس تمنّا کے سہارے پہ تھی جینے کی امید
وہ تمنّا بھی پشیماں ہوئی جاتی ہے
زندگی یوں بھی ہمیشہ سے پریشاں سی تھی
اب تو ہر سانس گراں بار ہوئی جاتی ہے

(۱)

آئینہ کے سامنے کھڑی بال سنوار رہی تھی کہ جلدی جلدی قدم رکھتا آیا۔ وہ کمرے کے اندر نہیں داخل ہوا۔ دروازہ سے ہی پہ کھڑے کھڑے گیا۔

"ارے بھئی کیا کر رہی ہو زنانی؟ آؤ تمہیں ایک صاحب سے ملائیں!"

نے قد آدم آئینہ کی طرف پیٹھ کر لی اور وہیں کھڑے کھڑے

صاحب ہیں؟"

نے کہا۔

صاحب ہیں ان سے مل کر یقیناً تم کو خوشی ہوگی!"

بولا۔

"جی نہیں جن لوگوں سے مِل چکی ہوں ، ان سے کوئی سی خوشی نہ
جو ان صاحب سے مِل سکتی ہے"

اخلاق نے تنگ آئے ہوئے لہجہ میں کہا ۔

"بھئی تمہاری فلسفہ طرازی تو پریشان کر دیتی ہے آدمی کو !"

نازلی نے ایک کتاب اٹھالی ، اور اس کے ورق الٹتے ہوئے

بولی ۔

"اگر وہ صاحب مجھ سے ملنا چاہتے ہیں تو انہیں بھیج دیجئے !"

اخلاق نے کہا ۔

"مجھے نہیں معلوم وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں یا نہیں ! لیکن میں چاہ
ان سے مِل لو !"

نازلی نے ایک ورق اور الٹا اور کتاب سے نظر ہٹا کر سوالیہ

"آخر کیوں ۔

اخلاق نے بتایا ۔

"وہ صاحب بہت اچھے آرٹسٹ ہیں ۔ مانے ہوئے فنکار
نے انہیں اپنے پکچر ہاؤس کا منتظم اور اپنا آرٹسٹ اسسٹنٹ
کیا ہے !"

نازلی نے کتاب بند کر دی ۔ اشتیاق کی چمک اس کی آنکھوں
ہوئی ۔ اس نے پھر پوچھا ۔

"کون صاحب ہیں وہ ؟"

اخلاق نے عابدہ آگے کہا۔

"مجھے ان کا شجرۂ نسب قطعاً یاد نہیں ہے نہ اس سے دلچسپی ... لیکن اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ان سے مل کر تمہیں خوشی ہوگی!"

نازلی نے کتاب میز پر رکھ دی۔ اور کھڑی ہو گئی۔

"چلئے!"

راستہ میں نازلی نے دریافت کیا،

"لیکن ڈیری فارم کی بے پناہ کاروباری مصروفیتوں کے ہجوم میں، آرٹ سے دلچسپی کب رہ گئی ہے آپ کو؟ اور وہ بھی اتنی کہ آرٹ اسسٹنٹ کی ضرورت بھی پیش آگئی؟"

اخلاق ہنسنے لگا، اس نے جواب دیا۔

"آرٹ تو میری ہابی ہے، کئی دفعہ اسسٹنٹ کے لیے میں نے اخبارات میں اشتہار دیا لیکن کوئی ایسی درخواست نہیں آئی جو میرے لیے قابل قبول ہو۔ اب ایک ایسی درخواست آئی، اور ایسے الفاظ کے ساتھ آئی کہ میں منظور کر لگا —— اس درخواست کو منظور کر کے میں نے ایک قابل انسان کی مدد بھی کی ہے اور ایک ایسا مددگار بھی پا لیا ہے جو میری ہدایت کے مطابق نقوش اور تصاویر تیار کرتا رہے گا!"

نازلی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور انہیں آپ اپنے نام سے شائع کرائیں گے!"

اخلاق نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"تو کیا حرج ہے آئیڈیا میرا ہوگا، تجویز میری ہوگی۔ آخری تص
میری ہوگی، وہ صرف موقلم چلائے گا اور اس کا معقول معاوضہ پائے گا
نازلی نے گویا اس استدلال کو تسلیم کر لیا۔ لیکن ایک دوسرا سوال
ڈالا۔

"تنخواہ آپ نے ہزار روپے تو ضرور مقرر کی ہوگی!"

اخلاق نے سادگی سے کہا۔

"دو سو —— قیام و طعام مفت، بعد میں اگر حالات نے بہ
دی تو اضافہ بھی ہو سکتا ہے...!"

نازلی نے سراپا حیرت بن کر سوال کیا۔

"بس دو سو؟"

قبل اس کے کہ اخلاق جواب دیتا۔ آفس آچکا تھا!

(۲)

ں میں پہنچنے کے بعد اخلاق نے ایک شخص سے مخاطب ہوتے ہوئے
طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

نازلی بیگم —— میری اہلیہ :"
پھر وہ نازلی سے مخاطب ہوا ، اور اس شخص کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے گویا ہوا ۔

مسٹر ... میرے آرٹس سیکرٹری !"
دونوں نے مصافحہ کیا لیکن دونوں کے ہاتھ کانپ رہے تھے !
نے اخلاق سے کہا ۔
آپ کا انتخاب لاجواب ہے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں !"
نازلی سے گویا ہوا ،

"اور آپ کو بھی!"

اخلاق ہنسنے لگا۔ نازلی کے ہونٹوں پر ایک افسردہ سا تبسم [illegible]
اور فوراً غائب ہو گیا۔

اتنے میں مسٹر سالومن آ گئے۔ انہوں نے آتے ہی بے تکلفی سے
اخلاق کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

"میں آپ کو لینے آیا ہوں!"

اخلاق نے کہا۔

"آپ نہ آتے تو میں آپ کو لینے پہنچ جاتا!"

پھر اس نے نازلی سے کہا۔

"آج ایک بہت بڑی کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کا جلسہ ہے [illegible]
کا انتخاب ہے۔ سالومن نے میرا نام پروپوز کیا ہے لہٰذا ہم دونوں تو وہاں [illegible]
ہیں تم مسز رحمی کو کچھ ہاؤس دکھا دو۔ فی الحال تو یہ اس کی ترتیب [illegible]
کریں گے۔ پھر دوسرے کام دیکھے جائیں گے۔؟"

نازلی کے جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے سالومن سے کہا۔

"آئیے چلیں!"

دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلے گئے۔

(۳)

اشفاق چلا گیا۔

رومی اسی طرح کرسی پہ بیٹھا رہا۔ نازلی اسی طرح کھڑی رہی!

دونوں خاموش تھے!

نازلی کے سامنے رومی بیٹھا تھا، ——— لیکن کیا یہ وہی رومی تھا۔
جو دور میں اپنی رعنائی اور برنائی کے اعتبار سے یکتا تھا؟ جس کی کالج میں دھوم
جو تندرستی اور توانائی کا مجسمہ تھا؟ جو حاضر جوابی، خوش طبعی، شگفتہ مزاجی
ئی میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا! جس سے گھنٹوں اور پہروں
کیا کرتی تھی! جس کے ساتھ گھنٹوں اور پہروں وہ سیر کیا کرتی تھی؟
سے گھنٹوں اور پہروں دنیا جہاں کے مسائل پہ وہ باتیں کیا کرتی تھی؟
اس وقت تک مکمل نہ تھی جب تک رومی ساتھ نہ ہو۔ کوئی مجلس

اس وقت تک رونق پر نہیں آسکتی تھی جب تک رونی موجود رہا

کی دلچسپیاں، ہوسٹل کی رنگینیاں، طلبہ اور طالبات کی ہنگامہ آرائیاں

اسی رونی کے دم سے قائم تھیں؟

کیا یہ وہی رونی ہے؟

نہیں یہ وہ رونی نہیں ہو سکتا،

وہ رونی ہنس مکھ، شگفتہ، تیز طرار اور مجلس آرا تھا،

یہ رونی ہڈیوں کا ڈھانچہ، خاموش، مغموم، افسردہ اور بیمار نظر

آ رہا ہے۔

اس کے گال پچکے ہوئے ہیں۔

آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں۔

ہڈیاں ابھری ہوئی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے، بدن میں خون کا ایک قطرہ نہیں، نہ آنکھوں میں چمک

ہے نہ ہونٹوں پہ تبسم، نہ چہرے پہ شگفتگی اور شادابی،

کیا ہو گیا ہے اسے؟

آخر وہ ضبط نہ کر سکی، اس نے کہا۔

رونی صاحب ——!

اس کے ہونٹ لرز گئے۔ اس کی

بھر آگئے وہ کچھ نہ کہہ سکی،

آپ گول ہو گئیں۔ مگر فوراً ہی اپنی اس کیفیت پر وہ غالب آ گئی

محسوس نہیں کر سکا۔

رومی نے کہا۔
"کیسے بیگم صاحبہ، کیا کہہ رہی تھیں آپ؟"
وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔
"میری توہین نہ کیجئے، میرے دل پہ گھونسہ نہ ماریئے۔ میں بیگم صاحبہ نہیں
ہوں میں نازلی ہوں۔ آپ مسٹر رومی ہیں، ——— لیکن یہ آپ کی کیا حالت
ہو گئی ہے؟"
رومی کے ہونٹوں پہ پھر ایک افسردہ سا تبسم ایک لمحہ کے لیے
ابھرا۔ اس نے کہا۔
"ہاں، ذرا دق ہو گئی تھی!"
نازلی کانپ گئی،
"دق!"
رومی نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں اور سل بھی!"
نازلی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔
"سل بھی!"
رومی نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اور دو آنے والی ڈبیا سے
سگریٹ نکالا اور اسے سلگانے کے بعد کہا۔
"ہاں بس اب۔" ——— ایک مرگِ ناگہانی اور ہے!" ———
اگر وہ آپ کے در پہ آجائے کم از کم مجھے تو بہت خوشی ہوگی ——!

نازلی نے بڑے دلسوزی کے انداز میں کہا۔

"ایسا نہ کہئے، خدا آپ کو زندہ رکھے!"

وہ بولا،

"ہاں خدا سے اندیشہ تو یہی ہے!"

نازلی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی، اس نے کہا۔

"خدا نے میری کوئی بات کبھی نہیں مانی، اس نے میری کوئی تمنا پوری نہیں کی۔ اس نے مجھے کبھی خوش ہونے کا موقعہ نہیں دیا۔ لہذا اگر وہ مجھے ایڑیاں رگڑنے اور سسکنے کے لئے زندہ رکھے تو مجھے افسوس ہوگا ذرا بھی نہ ہوگی۔"

نازلی پاس ہی ایک کرسی پہ بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔

"آخر آپ کو یہ مرض ہو کیسے گیا؟"

روفی نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔

"آخر آپ نواب صاحب کی بیگم کیسے بن گئیں! نواب صاحب صاحب کیسے بن گئے؟ ——— دنیا میں وہ سب کچھ ہوتا ہے عقل باور کرنے پہ تیار نہیں ہوتی ——— خیر چھوڑئیے ان باتوں ——— کہئے آپ کا مزاج کیسا ہے؟"

نازلی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلئے، میرے کمرہ میں چلئے، وہاں اطمینان سے باتیں کریں گے"

روفی اٹھ کھڑا ہوا۔

چلئے!"

لیکن نازلی نے ایسا محسوس کیا، جیسے وہ دفعتاً نہیں اُٹھ سکتا۔ اسے ٹے کے لئے کرسی کے ہتھے کا سہارا لینے کی ضرورت پڑی، گویا وہ اتنا تھا کہ خود سے کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

نازلی نے کہا۔

"آپ تو بہت کمزور ہو گئے ہیں!"

وہ ساتھ چلتا ہوا بولا،

"جی ہاں، مگر اس سے کیا ہوتا ہے، اقبال کہہ گیا ہے ؎

بہ ہیچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست
قوی شدیم چہ شد، ناتواں شدیم چہ شد؟

(۴۸)

وہ اپنے کمرہ میں آئی، روفی ساتھ ساتھ تھا، یہ کمرہ کیا تھا، ایک
تھا۔ ہر طرح سے آراستہ پیراستہ، روفی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ نازلی
آئینہ کے سامنے پھر اپنے بال ٹھیک سے کئے۔ اس کے بعد سامنے
اور ایک انداز خاص کے ساتھ بدلی۔

"اب بتائیے روفی صاحب، کہاں رہے اب تک آپ!"

روفی نے ایک سگریٹ پھر سلگایا اور بڑا سا کش لیتے ہوئے

بڑی لمبی داستان ہے"

یہ کہہ کر روفی نے پھر ایک زوردار کش لگایا اور کھانسنے لگا۔
نازلی نے اس کے ہاتھ سے سگریٹ چھین لیا اور اپنے پاؤں
روندتے ہوئے کہا۔

"آپ سگریٹ کیوں پیتے ہیں؟"

[..]دنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس لئے کہ شراب نہیں پی سکتا!"

ہمدانی نے بڑے اپنائیت کے لہجہ میں کہا۔

"وہ کون سی اچھی چیز ہے؟ —— شراب بھی نہیں پینی چاہیئے!"

[..]انی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"[..]یم کیسی رہے گی؟"

ہمدانی نے سنجیدگی سے کہا۔

"[..]ہر بات مذاق میں مت ٹالا کیجئے!"

[..] بات بظاہر مذاق میں ٹالتے ہوئے بولا۔

"آپ ایسی کہئے!"

وہ بولی۔

"[..]یسا ہوں آپ دیکھ رہے ہیں۔ تندرست ہوں، توانا ہوں،
[..] ہوں اگر آپ نے اپنا کیا حال بنا لیا ہے؟"

[..]نے، رندے ہوئے سگریٹ پر ایک للچائی ہوئی نظر ڈالی اور کہا۔
[..] کا انتقال ہو گیا۔ سارا ظہور انہی کے دم سے تھا۔ اب
[..] پڑی۔ چنانچہ گھر سنبھالنے بیٹھا تو محسوس ہوا صرف گھر
[..] ہو گئے۔ دل کا نشیمن بھی ویران ہے اور یہ ویرانی گھر کی
[..] کہیں بڑھی ہوئی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شاندہی جو کچھ سیکھا تھا

وہ کام نہ آیا۔ یا شاید اس سے کام لینے کا موقعہ نہ ملا!"

نازلی نے سوال کیا۔

"کیوں؟ آپ جیسا عظیم فنکار کیا نہیں کر سکتا تھا!"

روفی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"جی ہاں، عظیم فنکار کا دل اگر ویران ہو تو کچھ نہیں کر سکتا، چنانچہ میں بھی نہیں کر سکا۔ اور پھر تھوڑے ہی دن بعد اس ویرانیٔ قلب نے ایک نیا گل کھلایا۔"

نازلی نے پوچھا۔

"وہ کیا؟ کون سا نیا گل کھلایا، آپ کی ویرانیٔ قلب نے!"

روفی نے اس طرح جیسے بالکل معمولی سی بات ہو، کہا۔

"دِق ہو گئی، دِق کو دیکھ کر دل نے کہا: میں کیوں پیچھے رہوں ... بھی ہو گئی؟ بیچاری بوڑھی اور بیوہ ماں، جو آپ کے عظیم فنکار کا ... کا خواب دیکھ رہی تھی، جو اپنے اکلوتے بیٹے کو سربلند اور سرافراز د... کا یقین کئے ہوئے تھی، جسے حسرت تھی کہ باقی ماندہ زندگی اپنے پوتے ... پوتیوں کے ساتھ گزارے گی۔ اس حادثہ سے سراسیمہ ہو گئی۔ ... اس سانحہ کی تاب کیا لاتی، مر گئی، جس روز مری، مجھے بڑی خوشی ہوئی ...

نازلی کو روفی کی صحت دماغی پہ شبہ ہونے لگا۔ اس نے حیرت بن کر سوال کیا۔

"ماں کے مرنے سے خوشی ہوئی آپ کو؟"

رونی نے بے پروائی کے ساتھ کہا۔

"بجا ہاں بہت زیادہ ——"

نازلی پوچھے بغیر نہ رہ سکی،

"کیوں رونی صاحب؟"

وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"میرے بعد اس غریب کی نہ جانے کیا درگت بنتی، کون اسے پانی پلاتا؟
کون اسے کھانا کھلاتا؟ کون اسے کپڑے پہناتا؟ کون اس کا علاج کراتا؟
کون اس کی تیمارداری کرتا؟ کون حکیم یا ڈاکٹر سے اس کا حال کہنے جاتا؟
کون نسخہ بندھواتا اور دوا لاتا؟ کون دوا اسے پلاتا؟ اور سب سے
بڑھ کر کون ان تمام مصارف کو برداشت کرتا؟ اس دنیا کو میں جانتا
ہوں اس دنیا والوں کو بھی جانتا ہوں۔ وہ پیاس سے بلبلاتی مگر کوئی ایک
قطرہ پانی کا اس کے حلق میں نہ ٹپکاتا؟ وہ بھوک سے ایڑیاں رگڑتی مگر
کوئی ایک لقمہ بھی اس کے منہ میں نہ ڈالتا۔ وہ درد سے کراہتی مگر کوئی نہ سنتا،
وہ بیماری سے زار و نزار ہوتی مگر کوئی نگاہ غلط انداز سے بھی نہ دیکھتا"
اچھا ہوا میرے سامنے مر گئی۔ ان جھنجھٹوں سے نجات پا گئی اور ابدی نیند
سو گئی۔ کیا یہ خوشی ہونے کی بات نہیں ہے؟"

رونی یہ کہہ کر استفہامیہ نظروں سے نازلی کی طرف دیکھنے لگا۔ نازلی
کی آنکھیں آنسوؤں کی طرح جگمگا رہے تھے۔

رونی نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی، اور پاؤں پھیلائے،

پھر کہا۔

"عورت کا دل کتنا کمزور ہوتا ہے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے

اتنی قیمتی چیز اتنی معمولی سی بات پہ رائیگاں نہ جانی چاہیئے!"

نازلی نے جلدی سے آنسو پونچھ لئے اور پوچھا۔

"ان کے مرنے کے بعد آپ کی حالت اور خراب ہو گئی ہو گی!"

وہ گویا ہوا۔

"ان کے انتقال کے بعد میں سینی ٹوریم میں داخل ہو گیا!"

نازلی بیچ میں بول پڑی،

"یہ تو بڑا اچھا کیا آپ نے!"

وہ کہنے لگا۔

"جی ہاں شروع میں میرا خیال بھی یہی تھا۔ لیکن اس خیالی جنت سے

بہت جلد کان پکڑ کر نکال دیا گیا۔"

نازلی نے نظر بھر کر اسے دیکھا اور پوچھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ روفی صاحب!"

اس نے جواب دیا۔

"سچ کہہ رہا ہوں ——— سینی ٹوریم میں بھی کچھ نہ کچھ مصارف کر

پڑتے ہیں اپنے پاس سے، ان لوگوں کو بھی جو خیراتی وارڈ میں داخل ہو

ہیں۔ یہاں یہ حالت تھی کہ والدہ کے کفن دفن کے لئے بھی رقم ڈھونڈنی پڑ

اب تک باقی تھی یہ مصارف کہاں سے پورے ہوتے؟"

...ازلی نے اپنے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔
"آپ نے مجھے کیوں نہ لکھا؟"
...روفی نے پوچھا۔
"آپ کو کیا لکھتا؟"
...وہ بولی،
"...سے روپے منگا لیتے؟ کیا میں انکار کر دیتی؟ بلکہ میرے دل میں
...کے لئے اتنی جگہ ہے، کہ والدہ کی خدمت اور تیمارداری کے لئے
...آپ کے ساتھ چلی آتی!"
...روفی کو یقین نہیں آیا۔ اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈالی
...
"...مس نازلی؟ —— معاف کیجئے گا مس بے ساختہ میری
...نکل گیا؟"
...کرب انگیز تاثر کے ساتھ وہ بولی۔
"آپ کو شبہ ہے کچھ؟ —— کیا آپ نہیں جانتے میرے
...عزت، کتنی منزلت، کتنی جگہ ہمیشہ سے رہی ہے؟"
...روفی نے کہا۔
...نہیں جانتا۔"
...
...کی انتہا ہے!"

ساتھ ہی ساتھ روحی نے کہا۔

"میری بھی!"

نازلی نے پوچھا،

"آپ کی کیسی؟"

وہ گویا ہوا۔

"مجھے کبھی اندازہ نہ تھا کہ آپ اِس درجہ مجھ پر مہربان ہیں

خیر جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب اِن باتوں سے کیا حاصل، سینی ٹوریم سے لوٹ

ایک حکیم صاحب کے پلّے پڑ گیا۔ انہوں نے کچھ تجربے کئے پھر ایک

ڈاکٹر صاحب مہربان ہوئے انہوں نے "اُدھار" علاج کیا۔ بڑے

آدمی تھے، دوا انجکشن سب اُدھار، لیکن تقاضہ کبھی نہیں، اس

کبھار ایک آدھ تصویر بنا کر بیچ لیتا۔ اس سے کھانا پینا چلتا ——

نازلی نے پوچھا۔

"فائدہ بھی ہوا اس علاج سے؟"

روحی نے جواب دیا۔

"ہاں خاصہ فائدہ ہوا؟ —— لیکن وہ کمزوری کو

اور کبھی کبھی حلق سے خون آنے کو دور نہ کر سکے ——

نازلی نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"پھر کیا فائدہ ہوا خاک؟"

روحی ہنسنے لگا۔

...صاحب کا حکم تھا خوب آرام کرو، بہتر سے بہتر کھانا کھاؤ، قیمتی سے
...زہر مار کرو، یہاں آرام کی یہ حالت تھی کہ ہفتہ عشرہ کی لگاتار محنت
...ہو رہا تھا اور ضرورت مند ہونے کی وجہ سے اونے پونے فروخت
...ہو جاتا۔ اس چھوٹی سی رقم پر آرام کس طرح کرتا؟ غرض کھانا کیسے
...کہاں سے خریدتا ---؟"

...شکایت آمیز لہجہ میں نازلی نے کہا۔

...ظالم ہیں آپ!"

...نے حیرت سے نازلی کی طرف دیکھا۔

...--- میں ظالم ہوں؟"

...لہجہ میں بولی۔

...اپنے اوپر ظلم ہی کرتا ہے!"

...سے کہا۔

...پر رحم نہیں کرتا وہ اپنے ہی اوپر کرتا ہے!"

...ہوئے لہجہ میں بولی۔

...آپ نے مجھے کیوں نہیں لکھا؟"

...زیر لب تبسم کے ساتھ کہا۔

...آپ نے مجھے ایک حرف نہیں لکھا پھر میں کیونکر آپ
...لیکن اب یہ شکوہ و شکایت بیکار ہے۔ بہرحال اب
...آگیا ہوں!"

نازلی نے پوچھا۔

"کیا آپ کو معلوم تھا اخلاق صاحب سے میری شادی ہو چکی ہے؟"

دفعتہً روفی سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"نہیں ——— اگر یہ معلوم ہوتا تو شاید میں اپنی درخواست واپس لے لیتا!"

نازلی نے سوال کیا۔

"کیوں واپس لے لیتے اپنی درخواست؟"

روفی نے جواب دیا۔

"آپ کے ہاں نوکر بن کر آنا۔ کچھ دل قبول نہیں کرتا۔ کئی دفعہ دل میں خیال آچکا ہے کہ واپس چلا جاؤں۔ اخلاق صاحب سے معذرت کر دوں!"

نازلی نے التجا اور خوشامد کے لہجہ میں کہا۔

"خدا کے لئے ایسا غضب نہ کیجئے گا۔ کیا آپ نے فیصلہ کر لیا ہے مجھے زیادہ سے زیادہ ذلیل کر کے رہیں گے؟"

روفی نے جواب میں کہا۔

"میرے رہنے یا نہ رہنے سے آپ ذلیل کیوں ہوں گی!"

وہ بولی،

"اخلاق صاحب کے سکرٹری آپ بعد میں ہیں پہلے میرے
میں آپ کو آرام نہ دوں گی؟ آپ کی خدمت کروں گی۔ تیمارداری کروں

…ے ہاتھ سے پرہیزی کھانا پکا کر کھلاؤں گی۔ آپ کا علاج کراؤں گی۔
…ے میرے دوست ہی نہیں محسن بھی ہیں۔ آپ کی دوستی میرے لئے قابلِ
…ے، آپ کے احسانات میرے لئے ناقابلِ فراموش ہیں، اب آپ
…ے ہی ترک کیا جا سکتے ہیں؟"

…رونی نے ایک کھوکھلا سا قہقہہ لگایا۔

…آپ کے ان جذبات کی میں قدر کرتا ہوں۔ اگر آپ اپنے گھر میں
…ہوتیں تو واقعی وہ سب کچھ آپ کرتیں جو آپ نے کہا ہے بلکہ اس سے
…زیادہ لیکن یہاں آپ کی دال نہیں گلے گی ——

…کا رنگ فق ہو گیا۔

"…رونی صاحب میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی!"

…رونی نے اپنا مطلب سمجھاتے ہوئے کہا۔

…پہلی ملاقات میں پورے طور پر میں نے اندازہ کر لیا ہے کہ
…صاحب ویسے بڑے اچھے آدمی ہوں گے۔ بڑے اچھے آدمی نہ
…ہوتے تو آپ انہیں پسند کیوں کرتیں؟ لیکن ہر حال میں، وہ اپنے دام
…کر کے رہیں گے؟"

"…کیسے؟"

…میری مراد تنخواہ سے ہے!"

…میں اب بھی نہیں سمجھی!"

…وہ تنخواہ دیا کریں گے تو کام بھی ضرور لیں گے۔ میرے فرائض کی جو فہرست

انہوں نے مجھے بتائی ہے، اور اس وقت ان کی گفتگو کا جو انداز اور لب و لہجہ
تھا۔ اس سے میں نے اندازہ کر لیا ہے کہ وہ نہایت پختہ کاروباری آدمی
ہیں۔ یہ اندازہ تو بعد میں ہوگا کہ آرٹسٹ کیسے ہیں؟ لہٰذا اگر آپ نے
مہمان بنا کر رکھا، تو تنخواہ گئی!"

روفی کے کھلکھلے سے قہقہہ کے شور میں نازلی نے کہا۔

"میں دوں گی!"

روفی نے پوچھا

"بغیر کام لئے؟"

وہ بولی۔

"ہاں ——— کیا آپ اپنے ڈاکٹر کے مقروض نہیں ہیں؟ میرے بھی
مقروض بن جائیے۔ خدا آپ کو تندرست کر دے۔ پھر میرا اور اپنے ڈاکٹر
کا قرض ایک ساتھ اُتار دیجئے گا! ——— میں تو آپ کی باتوں ہی باتوں میں
چائے بھی پلانا یاد نہیں رہی۔"

یہ کہہ کر نازلی نے گھنٹی بجائی۔ فوراً ایک خادمہ حاضر ہوئی۔ نازلی
نے کہا۔

"چائے ———"

روفی بیچ میں بول پڑا!-"

"لیکن کھولتی ہوئی!"

خادمہ ذرا دیر میں چائے لے کر حاضر ہوگئی۔ چائے کیسا خوبصورت

وازمات از قبیل کیک، پیسٹری، کریم رول، کریم بال وغیرہ بھی تھے۔
نازلی نے چائے کی پیالی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
"پہلے اس سے فارغ ہو لیجئے۔ پھر مزید باتیں ہوں گی!"

(۵)

چائے کا دور بڑی دیر تک جاری رہا۔ اس اثنا میں نازلی نے اس
سے کوئی بات نہیں کی۔ صرف اسے طرح طرح کی چیزیں زبردستی کھلاتی
رہی۔ میٹھی، نمکین، خستہ بہت سی چیزیں ٹرے میں رکھی تھیں نازلی کھلاتی رہی
روفی بغیر کسی تکلف کے کھاتا رہا، ایک مرتبہ بھی جو اس نے انکار کیا ہو۔
نے اندازہ کر لیا۔ روفی بھوکا ہے۔ اور نہ جانے کب کا بھوکا ہے۔ نہ جانے
کب سے اس نے سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا ہے۔ خدا جانے کتنا زمانہ ہو گیا
کہ اس نے کوئی اچھی اور لذیذ چیز نہیں کھائی ہے۔ نازلی بڑے درد سے
یہ کیفیت محسوس کر رہی تھی۔ اور خاموش تھی۔ آخر جب خوب اچھی طرح
وہ کھا چکا تو اس نے چائے کی ایک پیالی جو نازلی نے اس کی طرف بڑھائی
ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"آج تو میرا پیٹ نعمت خانہ بن گیا ہے!"

نازلی ہنسنے لگی۔

"...ویسے بہت کھایا ہی کیا آپ نے!"

...نی نے ایک گھونٹ اور لیا۔

"آج بہت دنوں کے بعد، —"

نازلی سمجھ گئی وہ کیا کہنا چاہتا ہے، وہ بولی۔

"آج سے آپ کے کھانے کی انچارج میں ہوں، انشاء اللہ تین مہینہ

...پ پہلوان نہ بن جائیں تو کہیئے گا!"

...نی ہنسنے لگا۔

"مجھے پہلوان بن کر کیا کرنا ہوگا — اچھا اپنے فرائض تو

...اب سے سمجھ لئے ہیں۔ اب ذرا پکچر ہاؤس کا چارج بھی مجھے

...دیجئے تاکہ —"

...نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"جی معاف کیجئے، ایک ہفتہ تک آپ بالکل آرام کریں گے پھر پکچر

...ام رکھنے کی اجازت ملے گی!"

...وچتے ہوئے ...دنی نے کہا۔

"ٹھیک نہیں ہے کام کا آغاز مجھے آج ہی کر دینا چاہیئے؟"

...نے تیوری چڑھائی۔

"...جی نہیں جناب؟"

"وہ گویا ہوا

"نواب صاحب ——"

نازلی نے ٹوکا

"بے شک وہ نواب صاحب ہیں مگر میں انہیں اخلاق صاحب کہ

ہوں۔ آپ بھی یہی کیا کیجئے۔ نہ جانے کیوں یہ لفظ میرے حلق سے

طرح نہیں اُترتا!"

روفی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھنسا تو میرے حلق میں بھی ہے لیکن حفظ مراتب بھی تو کوئی

ہے!"

نازلی کی تیوری اسی طرح چڑھی رہی۔

"حفظ مراتب؟ —— یہ کیا چیز ہوتی ہے؟ وہ نواب ہیں تو

ان سے کچھ کم نہیں، وہ دولت پور کے راجہ ہیں، آپ اقلیم فن کے

وہ آپ کی عزت کریں گے آپ ان کی عزت کریں گے اپنے حلقے میں

و بالا ہیں۔ اپنے حلقہ میں آپ ممتاز و سرفراز ہیں۔ دونوں برابر ہیں

کمتری میں کیوں مبتلا ہو گئے ہیں آخر؟"

روفی نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"احساس برتری نے اس درجہ تک پہنچا دیا۔ سوچتا ہوں شاید احس

کمتری سے زندگی آسان ہو جائے!"

بڑی دل سوزی اور ہمدردی کے لہجہ میں نازلی بولی۔

"ونی صاحب ایسی باتیں کیجیے گا تو میں رو دوں گی!"

ردفی نے نظر اٹھا کر دیکھا تو نانڈلی کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے

وہ پشیمان سا ہوتا ہوا بولا۔

"اچھا اب نہیں کہوں گا۔ معاف کر دیجیے۔ کیا آپ معاف نہیں کریں گی؟"

یہ بات کچھ ایسے درد بھرے لہجے میں ردفی نے کہی کہ نانڈلی کا تاثر اور زیادہ گہرا ہوگیا۔ وہ بولی۔

"شاید میں آپ سے اونچا آدمی کوئی نہیں تھا۔ یہ میرا پہلا تاثر تھا آپ کے بارے میں!"

ردفی نے سوال کیا۔

"اور دوسرا تاثر؟"

وہ کہنے لگی۔

"دوسرا تاثر یہ تھا کہ دنیا میں آپ سے اونچا کوئی نہیں ہے!"

ردفی نے ایک کمزور سا قہقہہ لگایا اور گویا ہوا۔

"یعنی ایورسٹ سے بھی اونچا؟"

وہ سینہ تان کر بولی۔

"وہ تو آپ کی خاک پا سے بھی پست ہے!"

"اور اب کیا تاثر ہے آپ کا؟ ——— یعنی تیسرا تاثر؟ شاید یہ کہ میں خاک پا سے بھی زیادہ پست ہوگیا ہوں۔ لیکن مس نانڈلی مجھے مجھے میری مجبوریوں کو سمجھئے۔ مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میرے دل

میں موت کی کوئی دہشت نہیں ہے، خودکشی کرنا بزدلی سمجھتا ہوں اور موت
آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہی ہے۔ اس کا استقبال میں ایڑیاں
رگڑ کر نہیں کرنا چاہتا، چاہتا ہوں میرا گلا جب تک اس کی مٹھی میں نہیں
آجاتا۔ چلتا رہوں، پھرتا رہوں، کام کرتا رہوں۔ کسی کا محتاج نہ بنوں۔ جب
کہ آپ نے کہا ہے، میں خوددار تھا، شاید خودبین اور خودپسند بھی لیکن
فاقوں نے، مصیبتوں نے، تکلیفوں نے، ہجوم مصائب نے میرا کس بل
نکال دیا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ دو ہزار ماہوار کی تنخواہ بھی میرے لئے قابل
قبول نہ تھی۔ ایک یہ زمانہ ہے کہ دو سو کی پیشکش میں نے اس طرح قبول کرلی
جس طرح کوئی نعمت جانوروں کی طرف لپکتا ہے۔ شافو سے رخصت ہونے
کے بعد سے آج تک کی مدت کچھ بہت زیادہ نہیں ہے۔ لیکن اس مختصر
مدت میں کیا کچھ میں نے نہیں دیکھ لیا؟ اُف یہ دنیا!

روفی نے اتنی دیر تک بات کی تو اس کا سانس کچھ کچھ پھول گیا، پیشانی
عرق آلود ہو گئی۔ اس نے جیب سے ایک میلا سا رومال نکالا، اور پسینے
کے قطرے پونچھتے ہوئے کرسی سے ٹیک لگا، پاؤں ایک مرتبہ پھر پھیلا دیے
اور آنکھیں بند کر لیں۔ گویا بہت تھک گیا ہے۔ اور اب سستانے کی
کوشش کر رہا ہے۔

نازلی اس کی یہ کیفیت دیکھتی رہی اور چپ چاپ بیٹھی رہی!

یہ روفی ہے؟

کیا زمانے کی چکی! ایسے خوبصورت، خوب سیرت، خوش اخلاق، پاک

بنت اور پاک باز لڑکیوں کو بھی اس بُری طرح پیس سکتی ہے ؟

کیا رونی جیسا انسان بھی مٹ سکتا ہے ؟ ——

کیا رونی جیسے انسان اس قابل ہیں کہ انہیں صفحۂ ہستی سے یوں مٹا دیا جائے ؟

کیا میں اسے نہیں بچا سکتی ؟

رونی اسی طرح کرسی کی پشت سے ٹکا۔ آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔

کچھ سوچ کر نازلی اٹھی۔ اس نے فون کا چونگا اٹھایا۔

"ہیلو —— ڈاکٹر مستری ہیں ؟"

"میں نازلی بول رہی ہوں۔

"او ہو ڈاکٹر صاحب، —— جی ہاں میں آ رہی ہوں۔ میرا انتظار کیجئے!"

رونی کی آنکھیں اب تک بند تھیں۔ اس نے شاید نازلی اور ڈاکٹر کی باتیں سنی نہیں۔

گفتگو کر کے نازلی نے گھنٹی بجائی۔ نادرہ دوڑی دوڑی حاضر ہوئی۔ نازلی نے اس سے کہا۔

"سنتی ہو نادرہ، وہ نیچے ڈرائنگ روم کے پاس جو کمرہ ہے نا، اسے ذرا صاف کر دو" رونی صاحب کی طرف اشارہ کر کے، "یہ اخلاق صاحب کے لڑکے ہیں، یہیں رہیں گے، مسہری وہاں بچھی ہوئی ہے۔ اس پر نیا گدا رکھ دو۔ دو تکئے بھی سفید چادر بچھا دو۔ دو کمبل، ایک رضائی اور کپڑے رکھنے کی الماری بھی ٹھیک کر دو۔ ان کا سامان شاید

نیچے ہی رکھا ہو گا۔ وہ بھی ٹھیک ہے وہیں رکھ دو۔

نادرہ چپ چاپ کھڑی یہ باتیں سنتی رہی۔ پھر بولی۔

"سرکار ان کا سامان تو صاحب نے اس کوٹھری میں رکھوایا ہے

جو ڈرائنگ روم کے پیچھے ہے!"

نازلی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"جو میں کہہ رہی ہوں وہ کرو۔ وہاں سے سامان نکال کر اس کمرے میں

جو مہمانوں کے لیے مخصوص ہے رکھ دو۔ اور ہاں دو تین کرسیاں بھی رکھ

دینا۔ ایک آرام کرسی بھی! ——— جاؤ کھڑی میرا منہ کیا تک رہی ہو!"

نادرہ چلی گئی!

روفی اب تک اسی طرح کرسی پر دراز تھا!

ذرا دیر انتظار کرنے کے بعد نازلی نے آہستہ سے کہا۔

روفی صاحب!

روفی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر نازلی نے

اس مرتبہ پہلے سے زیادہ بلند آواز میں صدا لگائی۔

روفی صاحب کیا سو گئے؟

روفی چونک پڑا۔

"نہیں تو ——— فرمائیے!"

نازلی پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے کہا۔

"فرمانا یہ ہے کہ تیار ہو جائیے ذرا باہر چلنا ہے!"

رونی نے کرسی پہ بیٹھے بیٹھے سوال کیا۔

"کہاں چلنا ہے؟"

[illegible] مسکراتی ہوئی بولی۔

"شہر تو آپ نے بہت دیکھے ہیں، ساری زندگی شہر میں بسر ہوئی ہے [illegible] چلئے آج آپ کو دولت پور کی سیر کرا لائیں، بڑی اچھی جگہ ہے۔ [illegible] کے مناظر یہاں کے جنگل، یہاں کی جھیل، یہاں کا دریا یہاں کی نہریں [illegible] کا سبزہ زار، یہاں کے لوگ، یہ سب چیزیں قابلِ دید ہیں!"

رونی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے بیدلی کے عالم میں کہا۔

"اچھے ——"

رانی ہنسنے لگی۔

"واہ —— کیا یوں ہی؟"

رانی نے پوچھا

"[illegible] کس طرح؟"

[illegible]

"[illegible] سے تو بدل لیجئے!"

[illegible] نے کہا

"[illegible] تو اداوصول کرنے کے بعد ہی جا سکے [illegible] نہیں مانگوں گا نہ شاید [illegible]"

[illegible] نے پریشاں ہوتے ہوئے کہا۔

"تو کیا آپ یہی جوڑا پہن کر آئے ہیں!"

وہ بے پروائی کے ساتھ بولا۔

"جی ہاں بس یہی تھا!"

نازلی اس جواب پر جل گئی۔ اس نے پوچھا۔

"پھر سامان آپ کے ساتھ کیا آیا ہے؟"

وہ مسکرایا، پھر بولا۔

ایک خالی ٹرنک، جس میں تنخواہ ملنے کے بعد جو کپڑے بنیں گے وہ رکھے جائیں گے، ایک اور ٹرنک اس میں کچھ نقوش، کچھ تصاویر، کچھ مرقعے ہیں، جو ناتمام، بعض مکمل، ایک بستر ہے جو صرف ایک چھوٹی پرانی دری پر اور ایک سوتی چادر پر مشتمل ہے!"

نازلی کی بے بسی دیکھنے کے قابل تھی۔ یہ تفصیل سن کر اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اب کیا کرے؟ اس مشکل کا حل کس طرح پیدا کرے! آخر اس نے ایک تجویز پیش کی۔

"میں اخلاق صاحب کے کپڑے لے آتی ہوں وہ پہن لیجئے؟"

پہلی مرتبہ بدر کی کے افسردہ، مضمحل، غمگین اور بیمار چہرے پر سختی اور درشتی کے آثار پیدا ہوئے، اس نے قطعی اور فیصلہ کن لہجہ میں کہا

"نہیں مس نازلی! یہ نہیں ہوسکتا!"

نازلی نے بڑی بے لبی کے ساتھ پوچھا۔

"تو کیا اسی طرح چلیں گے!"

ANJUMAN MUSLIM GIRLS SEC. SCHOOL ★ LIBRARY ★
A. No. 328
Date 1.9.80
N.1040

…منی پھر کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"اگر آپ لے جانا پسند کریں ——"

نازلی نے کہا۔

"پھر آپ بیٹھ کیوں گئے؟ —— آئیے؟"

اتنے میں نادرہ آگئی۔ اس نے کہا۔

"میں نے صاحب کا بستر لگا دیا۔ کمرہ ٹھیک کر دیا!"

نازلی خوش ہو گئی۔

"شاباش!"

پھر کہنے لگی۔

"…آدمی سے کہدو۔ ڈرائیور سے کہدے کہ کار نکال دے۔ مجھے
…ہے۔"

…پھر چلی گئی۔ نازلی نے رمنی سے کہا۔

"چلئے چلئے اپنا کمرہ دیکھ لیجئے۔ کوئی کمی ہو تو بتا دیجئے؟ وہ واپسی
…ٹھیک ہو جائے گی!"

…نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نازلی کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔

…نے حویلی کی جس نئی کوٹھی میں اقامت اختیار کر رکھی تھی۔ یہ اسی کی
…جدید طرز تعمیر کا نہایت دلکش نمونہ تھی۔ نیچے کے حصے
…کے پاس چار اچھے اور آراستہ کمرے معزز مہمانوں
…تھے۔ سالومن وغیرہ جب بھی آتے تھے یہیں ٹھہرتے تھے

رومی نازلی کے ساتھ اپنے مجوزہ کمرے میں آیا تو اس کی آرائش و زیبائش
اور شان و شوکت دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ مسہری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
نازلی نے کہا۔

"اس پہ آپ آرام کریں گے!"

رومی نے کہا۔

"یہ کمرہ میرے لئے مخصوص کیا گیا ہے؟"

نازلی نے خوشی کہا۔

"ہاں — اعتراض ہے کچھ آپ کو؟"

رومی نے کہا۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن خود یہ کمرہ زبانِ بے زبانی سے
احتجاج کر رہا ہوگا!"

نازلی کی تیوری کچھ چڑھ گئی۔

"کیوں کر رہا ہوگا احتجاج؟"

رومی نے بتایا

"مجھ جیسا شاعر یہاں شاید ہی کبھی یہاں آیا ہو!"

نازلی نے کچھ احساسِ فخر کے ساتھ کہا۔

یوں کہئے یہ کمرہ ناز کر رہا ہوگا کہ اس میں ایک فن کار ٹھہرا
ہے۔ اب تک تو یہاں عیاش شرابی اور کاروباری قسم کے
ٹھہرا کرتے تھے!"

روفی جواب میں کچھ کہنے والا تھا، کہ نازلی نے کہا۔

"چلئے چلیں!"

وہ پھر اس کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ پورٹیکو میں ایک، شاندار رولس رائس کار کھڑی تھی، اس کا ڈرائیور بیش قیمت وردی میں ملبوس کار کے دروازے کے پاس کھڑا تھا کہ سرکار آئیں تو دروازہ بند کر کے اپنی جگہ پر بیٹھے، اور جہاں حکم ہو لے جائے۔ نازلی اپنے شاندار اور نظر افروز لباس میں جب بالکل پاس پہنچی تو ڈرائیور ذرا ہٹ گیا۔ وہ جلدی سے دروازہ کھول کر روفی ایک سکنڈ تک، خاموش کھڑا رہا، اتنے میں ڈرائیور نے دروازہ بند کر دیا۔ روفی اگلی سیٹ پر بیٹھنے گئے تھے کہ وہ اتنے میں آواز دی۔

"صاحب یہاں آ جائیے، اُدھر کہاں جا رہے ہیں؟"

بڑی تیزی سے ڈرائیور پھر واپس آیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر پچھلی سیٹ پر نازلی کے پاس بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے پھر دروازہ بند کیا، اور اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد پوچھا۔

"کدھر چلیں گی؟"

نازلی نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر صاحب کے ہاں!"

(۶)

کار فراٹے بھرتی جا رہی تھی۔

دیہات، ناگ ڈور، قصبے، باغات، جنگلات وغیرہ کے پیچ دار

ست گزرتی ہوئی کار آڑی ترچھی جا رہی تھی۔ یہ وہ سمیں جس طرح تیزی

منظر آنکھوں کے سامنے گزرتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ دونوں

اور دلکش منظر کار کے اندر بیٹھے ... دیکھ رہا تھا۔ دونوں بالکل

تھے نازلی بھی اور روفی بھی، دونوں دریائے فکر میں غوطہ زن

بھی اور ... روفی بھی، دونوں عالم خیال کی سیر کر رہے تھے۔ نازلی کے ذ

دونوں ایک دوسرے کے متعلق سوچ رہے تھے۔ نازلی کے بارے میں

میں آج سے پہلے کا روفی گھوم رہا تھا۔ روفی نازلی کے بارے میں

تھا، یہ بے نیاز، یہ الھڑ، یہ بے پروا، یہ خود بیں، یہ خود

...وم ہوا اپنی فطرت اور مزاج کے اعتبار سے کتنی اونچی، کتنی اچھی،
...ے، اس کے کیریکٹر اور سیرت کا یہ روپ اب تک اوجھل رہا

لیکن کیوں؟

...ئی ایک گھنٹہ کے بعد کار، دیہاتی علاقوں سے گزرتی ہوئی شہر
...ئی، رونی کے لب ہلے۔
...ارے ہم تو شہر میں پہنچ گئے!"

...بولی،

...ں ذرا دیر کے لئے،

...ی دیر میں کار ایک شاندار کوٹھی کے سامنے رکی، نازلی اپنا پرس
...ئی اتری۔ اور رونی سے کہا۔

...یے رونی صاحب،

...اس کے ساتھ ہو لیا، جیسے ہی نازلی کے آنے کی اطلاع ملی۔
...استقبال کے لئے باہر نکل آئے۔

...بیگم صاحبہ، کہئے خیریت تو ہے، آپ نے کیوں زحمت کی؟
...ہوتا!

...کراتی ہوئی بولی،

...ارادہ یہی تھا کہ آپ کو تکلیف دوں پھر خیال ہوا کہ یہاں آئے
...ہوگا۔ دیکھئے یہ ہیں مسٹر رونی، میرے نہایت عزیز دوست
...آرٹسٹ، یہ کافی عرصہ تک دق اور سل میں مبتلا رہ

چکے ہیں۔ شکایت کا کچھ نہ کچھ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ان کا پورا چیک اپ کیجیے
سے معائنہ کر لیجیے، ایکسرے بھی کر لیجیے۔ اسکریننگ کر کے معائنہ کر لیجیے
خون وغیرہ ٹسٹ کرنا ہو تو وہ بھی کر لیجیے۔ اور پھر کامل یکسوئی کے ساتھ ان
کا علاج کیجیے۔ یہ کہے دیتی ہوں انہیں بہر حال اچھا ہو جانا چاہیے۔"

ڈاکٹر مستری نے ایک نظر روفی پہ ڈالی، اور مسکراتے ہوئے کہا،

"یہ آپ کا حکم ہے؟!"

وہ ایک ادائے خاص سے بولی،

"یہی سمجھ لیجیے!"

روفی کا ہاتھ پکڑے پکڑے ڈاکٹر مستری نے کہا

"تو آئیے پھر!"

اندر لے جا کر ڈاکٹر مستری نے بڑی تفصیل سے روفی کا معائنہ
پھر اسکرین کے سامنے لے جا کر اس کے پھیپھڑے اور قلب کا مشاہدہ
کیا۔ اس کے بعد آ کر پھر اپنی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ گھنٹی بجائی، خادم حاضر ہوا۔
ڈاکٹر مستری نے کہا۔

"ڈاکٹر فریدی کو بلا لاؤ جا کر!"

ڈاکٹر فریدی، ڈاکٹر مستری کے اسسٹنٹ تھے۔ اور لیبارٹری
انچارج تھے۔ مریضوں کے ایکسرے اور خون وغیرہ کا تجزیہ اور
کیا کرتے تھے۔ جب تک فریدی صاحب آئیں نہایت ملائمت
اور خوش اخلاقی سے ڈاکٹر مستری دل دہی اور تسلی کی باتیں کرتے

...یدی آئے تو ڈاکٹر مستری نے رونی کی طرف اشارہ کرتے
...ے کہا۔

"دیکھئے یہ ہمارے دوست مسٹر رونی ہیں! آپ انہیں اپنے ساتھ
...جائیے۔ سینہ کا ایکسرے کیجئے اور خون کا ٹسٹ بھی کر لیجئے۔ یہ سارے
...ے کروائیے ــــــ جائیے رونی صاحب!"

...رونی فریدی کے ساتھ چلا گیا۔ نازلی بھی اس کے ساتھ جانے لگی۔
...مستری نے کہا۔

"آپ وہاں جا کر کیا کیجئے گا۔"
...نازلی بیٹھ گئی۔

ذرا دیر کے بعد ڈاکٹر مستری نے کہا۔
"اب رونی صاحب کو لانے کی کیا ضرورت تھی؟"
...نازلی کی آواز حلق میں اٹک گئی۔
"کیا ڈاکٹر صاحب؟"
...ڈاکٹر نے کہا۔

"...اب ان میں رہا کیا ہے؟"
...نازلی کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ اس نے التجا کے لہجہ میں کہا۔
"...ڈاکٹر صاحب ــــــ آپ نہیں جانتے رونی صاحب
...کیا۔ وہ آدمیت کا معیار ہیں۔ ان کے دم سے انسانیت
...گئے تو یہ ایک آدمی کی موت نہ ہو گی۔ انسانیت کے معیار

کی موت ہوگی ۔ انسانیت کی موت ہوگی ۔ خدا کے لئے انہیں بچا لیجئے
سارا فن صرف کر دیجئے ۔ لیکن انہیں مرنے نہ دیجئے ۔ روپے کی پرواہ نہ کیجئے
پانی کی طرح بہانے کو میں تیار ہوں ۔ آپ نے تو انہیں دیکھا ہے ۔
سے سچ کہئے گا ۔ کیا ایسا آدمی بھی آپ کی نظر سے گذرا ہے ۔ ایسا بے
ایسا خود فراموش ، ایسا فن کار ! ڈاکٹر صاحب آپ نے رونی صاحب کی
ہوئی تصویریں نہیں دیکھی ہیں ۔ ان کے بنائے ہوئے ایک معمولی سے
میں بھی زندگی اٹھتی ۔ ابھرتی پھڑکتی نظر آتی ہے ۔ کیا ایسا آدمی مر جا
گا ؟ ـــــ کیا اتنا بڑا المیہ میرا قلب ناتواں دیکھ سکے گا ۔ ـــــ

ڈاکٹر مستری اخلاق کے خاندانی معالج تھے ۔ نازلی سے بھی
اچھی طرح واقف تھے ۔ لیکن آج تک انہوں نے نازلی کو اس رنگ
نہیں دیکھا تھا ۔ اس کی مسلسل اور طویل تقریر ۔ رونی کی شان میں
شاندار قصیدہ سن کر وہ سٹ پٹا گئے ۔ انہوں نے کہا ۔

" سنئے تو نازلی بیگم ! "

ان الفاظ میں ہمدردی تھی ۔ آس تھی ، نہ جانے کیا کیا
نے پر امید نظروں سے ڈاکٹر مستری کے چہرے کی طرف دیکھ
گویا ہوئی ۔

" کہئے ـــــ فرمائیے ڈاکٹر صاحب ! "

ڈاکٹر مستری نے کہا ۔

" رونی صاحب سے پہلی ہی ملاقات میں ، واقعہ یہ ہے

ثر ہوا ——"

وہ ہیں ہی ایسے آدمی !"

جی ہاں، —— اسی لئے میں نے پوری تفصیل سے ان کا معائنہ
ہے۔ جو کچھ ایکسرے میں آئے گا۔ وہ میں نے اسکرین میں دیکھ لیا ہے
اسکرین، ایکسرے کے بغیر بھی میری بوڑھی اور تجربہ کار آنکھیں اب
مریض کو دیکھ کر پہچان لیتی ہیں کہ کس حالت میں ہے۔ میں آپ سے
نہیں چھپاؤں گا ——"

ہاں ڈاکٹر صاحب یہی میں بھی چاہتی ہوں —— بتا دیجئے وہ ٹی
ب بچ جائیں گے ؟"

وہی کہہ رہا ہوں !——

تو پھر جلدی سے کہئے ——

(ہنستے ہوئے) آپ مجھے موقعہ تو دیں !"

اچھا اب میں نہیں بولوں گی۔ فرمائیے ——"

دونوں پھیپھڑے متاثر ہیں۔ معاملہ آخری حد تک پہنچ چکا ہے !"

(انتہائی مایوسی کے ساتھ) آخری حد تک ؟"

جی ہاں —— لیکن خدا سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ میں یہ کیس
لڑکا اور جو کچھ ایک انسان اور ایک معالج کے بس میں
کر لوں گا !"

(التجا کے لہجہ میں) ہاں ڈاکٹر صاحب ایسی کیجئے !"

"لیکن ایک بات روفی صاحب کے بجائے میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں!"

"فرمائیے ڈاکٹر صاحب!"

"علاج میں کروں گا، لیکن اس علاج کا اثر اسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ ——"

"ہاں ہاں کہیئے، میں سب کچھ کرنے کو تیار رہوں، جو ایک انسان اور ایک دوست کر سکتا ہے!"

"تین چیزیں ضروری اور لازمی ہیں۔ ایک تو یہ کہ روفی صاحب کو ہر وقت خوش رہنا چاہیئے۔ ہنسی، قہقہے، تفریح اس ہجوم میں گھرا رہنا چاہیئے ——"

"اور دوسرے؟"

"دوسرے یہ کہ انہیں زیادہ سے زیادہ آرام کرنا چاہیئے، میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائیں، کام کریں اور ضرور کریں لیکن دن بھر میں زیادہ سے زیادہ تین گھنٹے، وہ بھی مسلسل نہیں، ایک گھنٹہ کام کریں، دو گھنٹہ تفریح، پھر ایک گھنٹہ کام کریں اور ایک گھنٹہ آرام ایک گھنٹہ کام کریں اور ایک گھنٹہ کا وقفہ —— اس پروگرام پر شدت اور سختی کے ساتھ عمل ہونا چاہیئے!"

"ضرور ایسا ہو گا، اور تیسری بات؟"

"جی ہاں وہ بھی سن لیجئے، کھانا وقت پر کھانا چاہیئے، کھانے

...آرام بھی ضروری ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ غذا نہایت اعلیٰ قسم
...ور ذوت بھی لازمی ہیں!"

"ان تینوں چیزوں کا میں ذمہ لیتی ہوں ڈاکٹر صاحب!"

...ھر میں زیادہ وعدہ تو نہیں کر سکتا، اپنے وسیع تجربہ کی بنا پر عرض کر سکتا
...کی زندگانی جانتک ممکن ہے پانچ سال، آٹھ سال، دس سال تک رومی
...ب زیادہ رہ جائیں!"

...ایوسی اور پریشانی کے عالم میں نازلی نے پوچھا۔

"بس —"

...ڈاکٹر مستری ہنسنے لگے

...نازلی بیگم انسان کی زندگی ایک بلبلہ ہے ایک لمحہ میں ختم ہو سکتی ہے
...تندرست اور توانا ہی کیوں نہ ہو، نہ کہ رومی صاحب جیسا شخص
...تندرستی کا گھروندا ہے جو بادِ مخالف کے ایک جھونکے ہی پر ملیا میٹ
...ہو سکتا ہے —— لیکن یہ ساری باتیں میں نے ایک محتاط ڈاکٹر
...کی حیثیت سے کہی ہیں جو اپنے الفاظ کے وزن کو سمجھتا ہے ورنہ مجھے یقین ہے
...اگر ان تینوں شرطوں پر عمل ہوا تو وہ بہت جلد نارمل زندگی بسر
...کریں گے، اور ممکن ہے عمر طبعی تک بھی پہنچ جائیں!"

...کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔

"...سچ ڈاکٹر صاحب؟"

...صاحب نے جواب دیا۔

"جی ہاں بیگم صاحبہ ادا تھی ——

اتنے میں فریدہ اور روفی واپس آ گئے۔

فریدہ ہی گھرا رہا اور روفی نازلی کے پاس کرسی پر بیٹھ گیا۔

ڈاکٹر مستری نے کہا۔

"روفی صاحب آپ انشاء اللہ اچھے ہو جائیں گے"

روفی نے کہا۔

"اتنی معمولی سی بات کے لئے انشاء اللہ کہہ دیا۔ آپ خواہ مخواہ

لاتے ہیں؟ —— اگر اچھا ہو گیا تو اچھا ہونے سے مجھے کیا

بھی کوئی حسرت نہیں۔ ہر روز نہ جانے کتنی پتیاں نذرِ خزاں ہوتی ہیں۔ نہ جانے

پھول مرجھا جاتے ہیں۔ نہ جانے کتنے آدمی مرتے ہیں اور ان مرنے والوں

مجھ جیسے بہت سے نوجوان بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا مرنے میں مجھے کیا

سکتا ہے۔

اس طرح کی باتیں پہلی مرتبہ ڈاکٹر مستری نے کسی مریض کی زبان

سُنی تھیں۔ ورنہ ان کے مطلب میں تو ہمیشہ زندگی کی بھیک مانگنے والے

کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ وہ حیران و ششدر روفی کی صورت دیکھتے رہے

نے ایک صحت مند قہقہہ لگایا اور کہا۔

"روفی صاحب واقعی موت آپ پر بڑی مشکل سے غالب

پھر وہ نازلی سے مخاطب ہوئے۔

"دو صورتیں ہیں۔ دس روز کا کورس ہے۔ جسے پھر دل

و اب یا کیجئے کہ میں دولت پور روز آجایا کروں ۔ اور یہاں سے ایک نرس کو ہدایات کے ساتھ ہمراہ کر دوں ۔ اور یا یہ ہو سکتا ہے کہ دس بارہ دن کے لئے رونی صاحب ہمارے کلینک میں رہ جائیں ۔ دولت پور میں ہفتہ میں ایک مرتبہ آسکتا ہوں ۔ یہاں ہر وقت ان کی دیکھ بھال کر سکتا ہوں ۔ پھر دس بارہ روز کے بعد آپ شوق سے انہیں دولت پور لے جائیے ۔ پھر انہیں پوری اجازت ہوگی کہ اپنے کام میں بھی مصروف رہیں لیکن اس پروگرام کے ساتھ ساتھ جو میں عرض کر چکا ہوں ! —— بتائیے ان دونوں صورتوں میں کون سی چیز آپ پسند کرتی ہیں ! "

رونی بول پڑا ،

" آخری تجویز زیادہ معقول ہے ۔ "

ڈاکٹر مستری نے کہا ۔

" ہاں بیگم صاحبہ ، یہی بہتر ہے کہ رونی صاحب دس بارہ روز ہمارے پاس رہیں ۔ "

نازلی اٹھ کھڑی ہوئی ۔

" آپ دونوں جب متفق ہیں تو مجھے بھی اتفاق کرنا ہی پڑے گا ۔ تو رونی صاحب میرے ساتھ واپس جائیں گے کل میں انہیں پہنچا جاؤں گی اسی وقت ! "

ڈاکٹر مستری نے کہا ۔

" بہت بہتر ! "

(۷)

واپسی میں روفی نے نازلی سے کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

وہ شوخ نظروں سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"گناہ! —— کیوں روفی صاحب ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟"

روفی نے کھانسی روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اتنا نہ بڑھایئے، میں ڈاکٹر مستری کے ہاں نہیں جاؤں گا"

وہ بولی،

آپ نہیں جائیں گے تو وہ خود آئیں گے!"

روفی نے کہا۔

"تو پھر میں استعفا دے دوں گا!"

نازلی بولی،

"وہ نامنظور کر دیا جائے گا!"

لودی نے بے بسی کے ساتھ کہا۔

"بھی زبردستی ہے!"

وہ گویا ہوئی۔

"آپ بھی تو زبردستی کیا کرتے تھے ——— کتنی کتنی دیر ماڈل بنانے کے لئے بٹھائے رکھتے تھے!"

وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"لیکن میری زبردستی چلی کب؟ پانچ منٹ بیٹھ کر آپ بھاگ کھڑی ہوتی تھیں ———"

"لیکن میرا پیچھا کب چھوڑتے تھے آپ؟ ——— اب میں آپ کا ... کروں گی۔ آپ مجھے نہیں بھاگنے دیتے تھے۔ دیکھوں گی اب ... بھاگتے ہیں!"

ایک ٹھنڈی سانس لے کر لودی نے کہا۔

"... کے لئے پاؤں چاہئیں۔ اب تو میرے پاس وہ بھی نہیں ... چلتا ہوں تو سانس پھول جاتا ہے۔"

... اور ہمدردی کے لہجہ میں نازلی بولی۔

"... ہو جائیں گے، مایوس کیوں ہوتے ہیں؟"

... ہونٹوں پر ایک تلخ سا تبسم نمودار ہوا۔

"مایوس ——— مایوس تو وہ ہوتا ہے جب اُمید ہو!"

نازلی نے روفی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"روفی صاحب خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کیجئے۔ کیا آپ چاہتے ہیں

میں بھی بیمار پڑ جاؤں؟"

روفی نے گویا پشیمان ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں، کیا میں ایسا بھی چاہ سکتا ہوں؟"

نازلی نے ڈرائیور سے کہا۔

"ڈرائیور نہر کی طرف چلیں گے ——"

اس نے ادب سے جواب دیا۔

"بہت اچھا سرکار!"

پھر نازلی روفی سے مخاطب ہوئی،

"آپ کو نہر کی سیر کرائیں گے۔ بڑی اچھی جگہ ہے۔ یہاں میں نے کئی

تصویریں بنائی ہیں!"

روفی نے آمادگی اور اشتیاق سے کہا۔

"پھر تو واقعی بڑی اچھی جگہ ہوگی۔ لیکن وہ آپ کی بنائی ہوئی تصو

نازلی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ بھی دکھا دوں گی۔ ذرا اچھے ہو جانے دو تو لینے دیجئے"

(۸)

…ت پر جب پانچ چھ میل کے فاصلہ پہ رہ گیا تو ڈرائیور نے کار نہر کی طرف
…ذرا دیر میں نہر آ گئی ۔

…اُتر کر رونی اور نازلی آہستہ آہستہ ٹہلتے ہوئے اسی درخت
…پہنچ گئے جہاں گل بازخان اور گل بانو سے اس کی پہلی بار تعارف ہوا
…درخت کی چھاؤں میں تنے کے پاس بیٹھتی ہوئی وہ گویا ہوئی ۔

…کی تاریخی جگہ ہے ۔"

…نے حیرت سے کہا ۔

…بھی تاریخی ہو سکتی ہے ؟"

…ہنستے ہوئے کہا ۔

…صاحب یہ ہماری تاریخی جگہ ہے ۔ یہیں پہلے پہل گل بازخان

سے ملاقات ہوئی تھی جنہیں میں آج تک نہیں بھولی ہوں گی۔ نہ شاید بھول
سکوں گی۔ یہیں گل باز علی تھی جس کی یاد میرا بڑا قیمتی سرمایہ ہے۔ افسوس
اب شاید ان دونوں سے کبھی ملاقات نہ ہو سکے۔"

روفی نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں ہو سکے گی ملاقات؟"

نازلی نے جواب دیا۔

"ایک دفعہ گل باز خاں ہماری حویلی میں آگئے تھے۔ اخلاق صاحب
ان پر اتنے بگڑے کہ داخلہ بند کر دیا۔ ان کی اس بات کا مجھے بہت
صدمہ ہوا!"

روفی نے پوچھا۔

"یہ گل باز خاں ہیں کون بزرگ ——؟"

نازلی نے کہا۔

"کیا کہوں آپ سے؟ الفاظ کے ذریعہ ان کا تعارف نہیں
جا سکتا۔ میں نے ان کی تصویر کھینچی ہے۔ آپ کو دکھاؤں گی۔ آپ خود
کر لیں گے۔ خدا نے انہیں کیسا بانکپن عطا کیا ہے۔ ان کی آنکھیں کتنی
ان کی ادائیں کتنی جاں ستاں ہیں؟"

ان کی آنکھیں نہیں —— تیر ہیں
ان کے ابرو نہیں —— شمشیر ہیں

روفی نے فضا میں گھورتے ہوئے کہا۔

ب زاں سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے!"

نازلی کہنے لگی۔

"تو اب پر کیا پابندی ہے مل آئیے گا جا کر!"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کسی نے پیچھے سے نازلی کی چوٹی پکڑ کر کھینچی۔

نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو گل باز خاں کھڑے مسکرا رہے تھے!

نازلی نے ردنی سے تعارف کرتے ہوئے کہا۔

"بڑے خوش قسمت ہیں آپ، یہ تھے گل باز خاں خود آگئے۔ آپ

ہے!"

ردنی کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"اچھا یہ ہیں گل باز خاں؟"

نازلی نے کہا۔

"— سچ کہئے گا کیسے ہیں؟"

ردنی نے کہا۔

کیا کہنا، نور ہی نور ہیں، خدا نظر بد سے بچائے!"

پھر ردنی نے ہاتھ پکڑ کر گل باز خاں کو اپنی طرف کھینچا۔

"کہئے خاں صاحب مزاج تو اچھا ہے؟"

لیکن ردنی کا یہ اخلاق دیکھ کر خاں صاحب کو کچھ زیادہ پسند نہیں

نے ہاتھ چھڑا کر پھر نازلی کی طرف لپکے وہ انہیں گود میں لیتی

"ہائے کیا کروں، اس وقت تو کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ کیا معلوم
یوں اچانک مل جائیں گے؟"

پھر نازلی گل باز خاں کے سر پہ ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔

"بھئی گل باز خاں کچھ دبلے ہو گئے ہو، رنگ بھی سانولا ہو گیا ہے
کیا بات ہے؟ عشق کرنے لگے ہو کسی سے؟"

گل باز خاں نے اقرار میں گردن ہلا دی۔

نازلی ہنسنے لگی۔

"ارے اتنا بے غیرت کر دیا ہے عشق نے تمہیں کہ صاف صاف
اقرار کر رہے ہو؟ چھی چھی، بڑی بات، بھلا کوئی محبت بھی کرتا ہے"

گل باز خاں مسکرانے لگے۔ نازلی نے پوچھا:

"اب تو محبت نہیں کرو گے؟"

انہوں نے پھر اقرار میں گردن ہلا دی۔

نازلی نے کہا۔

شاباش!

اسی اثناء میں گل بانو آ گئی۔ گل بانو کو دیکھ کر نازلی پہ سکتہ طاری
ہو گیا۔

"گل بانو تم؟"

وہ بولی،

"جی سرکار!"

...لی نے پوچھا۔

"کیا تم بیمار تھیں کچھ؟"

وہ کہنے لگی،

"نہیں تو سرکار!"

...لی نے کہا۔

"پھر یہ تمہارا کیا حال ہو رہا ہے؟ —— تم تو بڑی صاف ستھری
...میں ہر وقت ہشاش بشاش۔ آج تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے غم کا
...ٹوٹ پڑا ہے تم پر ——"

وہ بولی،

"...کا پہاڑ تو واقعی ٹوٹ پڑا ہے سرکار!"

...لی نے پوچھا۔

"کیا ہوا؟ خیریت تو ہے؟ رستم تو اچھا ہے؟"

...بولی،

"...کی حالت مجھ سے بدتر ہے سرکار؟"

...نے سوال کیا۔

"...کیوں؟"

...نے کہا۔

"...یہ زندگی تو اب کاٹے نہیں کٹتی!"

...بولی،

"ضرور تم کسی پریشانی میں گرفتار ہو؟"

گل بانو نے اقرار کر لیا۔

"جی سرکار"

نازلی نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا۔

"تو پگلی میرے پاس کیوں نہیں چلی آئی۔ کیا میں تیری مدد نہ کرتی"

گل بانو نے کہا۔

ضرور آپ کے پاس چلی آتی، ضرور آپ میری مدد کرتیں لیکن حویلی میں قدم رکھنے کی اجازت کہاں ہے ہم غریبوں کو، در باہر آپ ملیں یہی آس میں روز یہاں آتی ہوں کہ شاید آج سرکار کے درشن ہو جائیں، روز واپس چلی جاتی ہوں۔"

نازلی نے پرس کھولا، اور دس دس کے پانچ نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ لو اس سے اپنا کام چلاؤ۔ اس کے بعد بھی اگر ضرورت ہو تو تکلف نہ کرنا!"

گل بانو نے کہا۔

سرکار، یہ روپے لے لیجئے، لیکن میرا دکھ دور کر دیجئے، یہ آپ ہی دور کر سکتی ہیں!"

نازلی آمادگی اور مستعدی کے ساتھ بولی۔

"بتاؤ، جو کچھ میں کر سکتی ہوں، ضرور کروں گی!"

گل بانو نے کہا۔

"سرکار جب سے یہ ڈیری فارم قائم ہوا ہے ہم تو کہیں کے نہ رہے!"

نازلی کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے پوچھا۔

"ڈیری فارم سے، تمہارا کیا تعلق ۔۔۔۔ ؟"

وہ بولی۔

"جتنے گوالے تھے سب کی گائیں اور بھینسیں وہاں زبردستی پہنچا دی گئی ہیں۔ اور گوالوں کو آٹھ آٹھ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ ہم اپنا کام کرتے تھے کھاتی کر اور دہی اور دودھ کر کچھ بچا بھی لیتے تھے۔ اب تو کھانا پینا اور اوڑھنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ تنخواہ کم، محنت زیادہ (گل بانو خان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اس بچہ کو دیکھئے، کتنا موٹا تازہ تھا، ۔۔۔۔"

نازلی نے کہا۔

"ہاں ۔۔۔۔ جبھی تو میں بھی حیران ہوں کہ اسے کیا ہو گیا ہے!"

وہ بولی،

"اسے یہ ہو گیا ہے کہ دودھ نہیں ملتا، روٹی نہیں ملتی ۔۔۔۔"

نازلی نے پوچھا۔

"تم اسے کہو، نوکری نہ کرے۔ اور اپنی گایوں بھینسوں کا کاروبار ویسے جیسا پہلے کیا کرتا تھا! ۔۔۔۔ کچھ زبردستی ہے؟"

بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ گل بانو نے کہا۔

"سرکار، زبردستی ہی تو ہے۔ نواب صاحب کا حکم ہے، جو ہمارا

حکم نہ مانے وہ دولت پور میں نہ رہے رعایائے سرکار جس طرح پشتوں سے رہ رہے ہیں ، اسے کیسے چھوڑ دیں ؟ اور چھوڑ کر تو جائیں کہاں

گل بانو اپنی داستان سنا رہی تھی ۔ نازلی سن رہی تھی رنگ رخ بدلتا جا رہا تھا ۔ اس نے گویا اپنے آپ سے کہا ۔

" کیا اخلاق صاحب ایسا بھی کر سکتے ہیں ؟ "

گل بانو نے جواب دیا ۔

" سرکار ، میرے ساتھ ، میرے گھر والوں کے ساتھ ، سارے دولت پور کے لوگوں کے ساتھ یہی ہو رہا ہے ۔۔۔ "

کچھ دیر تک نازلی چپ رہی ۔ اس نے کہا ۔

" تمہاری گائیں اور بھینسیں تمہیں واپس مل جائیں گی ۔ میں اخلاق صاحب سے گفتگو کروں گی ۔ مجھے یقین ہے وہ میری بات لیں گے ۔ اور اگر نہ مانیں گے تو تم دولت پور چھوڑ دو ، میں چھوڑ دوں گی ۔ "

گل بانو نے نازلی کے پاؤں پکڑ لئے ۔

" نہیں میری سرکار ، میں یہ نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے کسی کا گھر اجڑے ۔ آپ کے اور سرکار کے تعلقات خراب ہوں ، جس طرح بھی گذرتی ہے ، میں گذارا کر لوں گی ، آپ نواب صاحب سے نہ کہئیے ! "

نازلی اُٹھ کھڑی ہوگئی۔

"اِسے مجھ پہ چھوڑ دو!"

پھر رانی سے مخاطب ہوئی۔

"بہت دیر ہو گئی، آئیے اب چلیں!"

(۹)

کار پھر روانہ ہوگئی!

کچھ دیر تک دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ پھر جیسے یکایک کو

رونی کے ذہن میں آیا اور بے ساختہ وہ بول اٹھا۔

"بڑی رحم دل ہیں آپ!"

نازلی نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"میں ظلم نہیں برداشت کر سکتی، نہ اپنے اوپر نہ دوسروں پر

کچھ دیر خاموش رہ کر وہ گویا ہوئی۔

"نہ جانے میں نے اخلاق صاحب کو غلط سمجھا تھا، یا وہ

ہیں؟"

رونی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نازلی نے ذرا سے توقف

ے جواب کہا۔

میں سوچتی ہوں، اور سوچ کر حیران رہ جاتی ہوں کہ ایک آرٹسٹ
فنکار جو زندگی کا رمز آشنا ہوتا ہے، جو دکھی انسانیت کے دکھ کو اپنا
محسوس کرتا ہے۔ کس طرح سنگدل ہو سکتا ہے؟ کس طرح دوسرے زیر
دستوں پر ظلم کر سکتا ہے؟"

عدنی اب بھی خاموش رہا، نازلی کچھ سوچنے لگی، پھر بولی۔
"کبھی کبھی میرے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ اخلاق صاحب آرٹسٹ
ہیں یا فنکار! یا دونوں؟ یا کچھ بھی نہیں؟"
اب رونی کے لبوں نے جنبش کی۔
"بات یہ ہے کہ آپ آرٹسٹ تو بڑی اچھی ہیں، لیکن زندگی کے
بارے میں آپ کا مشاہدہ بہت محدود ہے۔"
نازلی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔
"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو لیکن میرا مطالعہ اگر محدود ہے تو اس سے حقیقت
تو نہیں بدل سکتی ہے!"
عدنی نے زہرخند کرتے ہوئے کہا۔
"حقیقت صرف ایک لفظ ہے اور معنوی حیثیت سے یہ اتنا وسیع ہے
کہ ... نہ اس کی کوئی تھاہ ہے نہ اور چھور، ہر شخص اپنے خیال کو
... سمجھتا ہے۔ اور اس سے نہ آپ روک سکتی ہیں نہ میں، نہ دنیا کی
... ـــــ!

نازلی نے تائید میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
آپ ٹھیک کہتے ہیں، یہی بات ہے!"
رؤفی نے کہا۔
"ایک ٹھیک بات اور بھی کہنا چاہتا ہوں۔ کیا اجازت ہے؟"
نازلی نے اپنی ہنس کی سی گردن اس کی طرف موڑی اور ہرنی کی سی بڑی بڑی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔
"تو فرمائیے نا!"
رؤفی نے قدرے متبسم ہو کر کہا۔
"آپ زیادہ سوچا نہ کیا کیجئے!"
یہ کیوں؟"
"سنیئے تو ——— اور لوگوں کے ساتھ زیادہ ہمدردی بھی نہ کیا کیجئے!"
"اسے واہ یہ کیوں؟"
"دیکھئے ابھی میری بات پوری نہیں ہوئی ——— اور انسانیت، سکھ اور اس طرح کے الفاظ بالکل بھول جائیے!"
"سبحان اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"
"یہ ہونا پڑے گا ورنہ آپ جانتی ہیں کیا ہوگا؟"
"کیا ہوگا بخرطی صاحب آپ ہی ارشاد فرمائیے؟"
"آپ کے اور اخلاق صاحب کے تعلقات کشیدہ ہو جائیں گے

آپ کی زندگی تلخ ہو جائے گی، آپ ایک ناقابلِ برداشت قسم کی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو جائیں گی!"

"جی نہیں یہ کچھ نہیں ہوگا، اور ہوگا تو ہوا کرے!"

"ایسا نہ کہیے!"

اتنے میں حویلی آگئی، گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ نازلی نے ردفی کو اس کے کمرے میں پہنچا دیا اور خود اوپر چلی گئی۔

(۱۰)

نازلی اپنے کمرے میں پہنچی۔ اسے اُمید تھی کہ اخلاق صاحب سے
ملاقات ہوگی۔ لیکن دریافت کرنے پر معلوم ہوا اب تک نہیں آئے
اس نے روفی کے لئے پرہیزی کھانے کی پہلے ہی سے ہدایت دے
تھی۔ اور وہ تیار ہو رہا تھا۔ پڈنگ اس نے خود ہی تیار کر لی،
آنے میں دیر ہوئی تو وہ روفی کے کمرہ میں گئی اور لیٹ لی۔

"اخلاق صاحب تو اب تک آئے نہیں، آپ کو بہرحال وقت
کھا لینا چاہیئے۔"

پھر اس نے نادرہ سے کہا۔

"جاؤ سیکرٹری صاحب کا کھانا لے آؤ!"

"روفی خود بھی، اخلاق کے ساتھ ایک فیملی ممبر کی حیثیت سے

...ے ہی شریک رہنے کی پابندی اپنے اوپر نہیں عائد کرنا چاہتا تھا۔ لہذا
...کو بغیر کسی تامّل کے اس نے قبول کر لیا۔

...دیر میں نادرہ خوان لیر پر رکھے کھانا لے آئی۔ اور میز پر اُسے
...سوپ، بیر، بھنا ہوا گوشت کباب اور پڈنگ، روفی نے
...ب چیزوں پر نظر ڈال کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

...اتنا پر تکلف کھانا! ——— اسے نہ بھولئے کہ میں نہ مہمان ہوں
...ہر حال نواب صاحب کا ملازم ہوں!"
...ادرہ نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا۔

...روفی صاحب آپ کی یہی باتیں مجھے تکلیف دیتی ہیں۔ آپ کیا ہیں
...نہیں جانتی؟ آپ کو کس طرح کا کھانا دینا چاہیئے کیا یہ میرا ہی کام
...ہے! ——— پہلے تو ہر معاملہ میں الجھنے اور بحث کرنے کی
...نہیں تھی آپ کی، اب یہ کیا ہو گیا ہے؟"

...روفی نے لقمہ توڑتے ہوئے کہا۔
...گیا ہوں!"
...کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
...اور نہیں تو کیا!"

...کھانے لگا، جب وہ کھا چکا تو نادرہ نے پڈنگ کی طرف
...ہوئے کہا۔
...یہ سے ذرا بھی نہ بچے!"

روفی نے پلیٹ اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

"یہ پابندی کیوں؟"

وہ بولی۔

"یہ میں نے خود اپنے ہاتھ سے صرف آپ کے لئے تیار کی ہے"

پہلا چمچہ منہ میں رکھنے کے بعد روفی نے کہا۔

"یہ خود بھی یہی کہہ رہی ہے واقعی اس میں سے کچھ نہیں بچنے پائے گا، اطمینان رکھیئے!"

اور واقعی اس نے پوری پلیٹ صاف کر دی، نازلی نے کہا

"شکریہ!"

روفی نے رومال سے منہ پونچھتے ہوئے کہا۔

"آپ اتنی ہوشیار ہیں یہ تو مجھے آج ہی معلوم ہوا!"

نازلی نے بھویں سکوڑلیں اور پوچھا۔

"یہ کیسے؟"

روفی نے جواب دیا۔

"آپ نے شکریہ ادا کر کے مجھے شکریہ ادا کرنے

موقعہ ہی نہیں دیا۔

"تو اس سے کیا ہو گیا؟"

"مجھے اگر شکریہ ادا کرنے کا موقع ملتا تو شاید اخلاقاً دو

روز اور آپ یہ زحمت کرتیں لیکن آپ نے خود ہی شکریہ

ختم کر دیا!"

نازلی ہنسنے لگی۔

"بڑے بڑے نکتے پیدا کر لیتے ہیں آپ تو!" ——— بہر حال

کے نرسنگ ہوم سے واپس آجائیے، پھر روزانہ آپ

ملے گی!"

نے سوال کیا۔

"کیا آپ ہی کے ہاتھ کی! ایسی!"

نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں جی ہاں!"

نے میں نادرہ آگئی، اور چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔ نازلی

بیٹھے رہی!"

بولی۔

کہاں گئے ہیں!"

نے کہا۔

ماں سے کہا ہے، کھانا لگائے میں آتی ہوں!"

گئی، اس کے جانے کے بعد نازلی اٹھتی ہوئی بولی۔

مگر ——— آپ سگرٹ نہیں پئیں گے!"

نے کہا۔

"بہت اچھا، لیکن پھر آپ نے شب بخیر نہ کہا ہوتا"

وہ ہنستی ہوئی چلی گئی۔

(۱۱)

...اوپر پہنچی تو خانساماں کھانا لگا چکا تھا - اور اخلاق کھانے کی
...کا انتظار کر رہا تھا - وہ سامنے کی کرسی پہ بیٹھتی ہوئی

...دیر لگا دی، کہاں رہے اب تک ؟"
...نے نیپکن زانو پہ رکھتے ہوئے جواب دیا -
...ہی، کچھ کاروبار کی معاملات بے طرح اُلجھ گئے تھے !"
...لقمہ توڑتے ہوئے کہا -
...بے حد، کاروبار کا لفظ سنتی ہوں، تو اس لفظ سے
...ہے مجھے !"
...لقمہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا -

"خیریت"

وہ بولی،

"ایک آرٹسٹ اور کاروبار دو بالکل متضاد چیزیں ہیں۔"

اخلاق کا چہرہ اب تک سنجیدہ تھا۔ اب اس نے ایک قہقہہ لگایا

گویا ہوا۔

"ہوں گی، لیکن کچھ ایسی ہمہ گیر شخصیتیں ہوتی ہیں جو متضاد چیزوں کو

ساتھ لے کر چل سکتی ہیں۔ میں بھی انہی میں سے ہوں!"

وہ بے پروائی سے بولی۔

"ہوں گے مگر مجھے آپ کا یہ رُخ بالکل پسند نہیں ہے۔ میں نے تو

اپنی زندگی میں آپ کو ایک آرٹسٹ اور فنکار کی حیثیت سے دیکھا

تھا!"

اخلاق نے بوٹی چباتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمہارے لئے تو میں آرٹسٹ ہی ہوں!"

اس بات کا جواب دیئے بغیر نازلی نے ایک سوال کر ڈالا۔

"کیا کاروبار ظلم کی اجازت بھی دیتا ہے؟"

اخلاق کی تیوری پہ بل پڑ گئے۔

"بالکل نہیں!"

نازلی نے پوچھا۔

"پھر گل بانو کی گائیں بھینسیں کیوں چھین لی گئیں؟ اس کے

ڈیری فارم میں کام کرنے پر کیوں مجبور کیا جاتا ہے ؟ اس کا ننھا سا بچہ
...رہاں، دودھ کے ایک ایک قطرے کے لئے کیوں ترس رہا ہے ؟
کیا یہ کاروبار ہے ؟ کیا یہ انسانیت ہے ؟ کیا یہ شرافت ہے ؟

نہایت اطمینان سے اخلاق نازلی کی طرف باتیں سنتا رہا۔ پھر اس نے
...ب کی ایک قاش کاٹتے ہوئے کہا۔

"نازلی ابھی میں نے کیا کہا تھا، شاید تم نے سنا نہیں ! میں نے
...تمہارے لئے میں ایک آرٹسٹ ہی ہوں۔ اور اب پھر کہتا ہوں
...تمہارے لئے آرٹسٹ ہی رہوں گا۔ باقی دوسروں کے لئے کیا ہوں
...سے تمہیں کوئی سروکار نہ ہونا چاہیئے۔ تم کاروبار سے نفرت کرتی
...کی لعنتوں سے نفرت کرتی ہو، ضرور کرو، لیکن میں تو نہیں کہتا۔ کیا یہ
...ہے کہ جس بات سے تم نفرت کر رہی ہو میں بھی اس سے نفرت کرنے
...جس سے تم محبت کرو میں بھی اسے اپنا محبوب بنا لوں ؟"

"کیا ہم دونوں کی زندگی ایک نہیں ہے ؟"

"زندگی ضرور ایک ہے لیکن راستے الگ ہیں، منزلیں جدا ہیں
...ایک ہی، تمہیں صرف میرے آرٹ سے دلچسپی رکھنی چاہیئے،
...میرے نہیں، اس میں کوئی خامی نظر آئے تو ضرور بولو، میں اس
...دور کر دوں گا۔"

"...یہ کس طرح دیکھ سکتی ہوں کہ گل بانو پر ظلم ——"

"...مزدور گل بانو کو ... بڑے مقصد پر چھوٹا مقصد قربان کیا جا سکتا ہے۔

اجتماعی مفاد کے سامنے انفرادی مفاد بے معنی ہے، گل بالو کی تکلیف اس کے شوہر کی تکلیف اس کے بچے کی تکلیف، ایک حقیقت ہے اور مجھے ان تینوں سے ہمدردی ہے، لیکن یہ تکلیفیں کتنے بہت سے آدمیوں کے آرام کا پیش خیمہ ہے؟ ہمارا دودھ، گھی، مکھن، فوج کو سپلائی ہوتا ہے۔ فوج جو ہمارے وطن کے دفاع و حفاظت کی ضامن ہے، ہماری یہ پیداوار اسکولوں، کالجوں اور درس گاہوں کے نوجوانوں اور نونہالوں کو دی جاتی ہے۔ جن پہ ہمارے ملک، قوم اور وطن کے مستقبل کا انحصار ہے ——— کیا گل بالو، اس کا شوہر، اس کے بچے کا مفاد ملک و وطن کے مفاد سے زیادہ عزیز ہو سکتا ہے!"

"آپ کا مقصد تو روپیہ کمانا ہے، خدمت ہوتی تو آپ یہ چیزیں سستی دیتے، نفع کم لیتے، ملاوٹ بالکل نہ کرتے!"

"(ہنستے ہوئے) خدمت کرتے کرتے اگر روپیہ مل جائے تو کیا حرج ہے!"

"اس وقت تو آپ بالکل ایک عجیب سے شخص لگ رہے ہیں!"

"یہ کیوں!"

"ایسی باتیں آپ کو زیب نہیں دیتیں!"

"وعدہ کرتا ہوں اب ایسی باتیں کبھی نہیں کروں گا، شرط یہ ہے کہ تم بھی میرے کاروباری معاملات میں دخل نہ کرنا!"

"اچھا نہیں کروں گی، لیکن ایک شرط میری بھی مان لیجئے گا —"

اے گا؟"

"پہلے سن لوں!"

"صرف گل بانو کی گائیں اور بھینسیں واپس کر دیجئے۔ کسی اور کی
سفارش نہیں کروں گی، کبھی بھی!"

"نہیں نازلی یہ نہیں ہو سکتا۔ کاروباری معاملات میں ایک مرتبہ اگر
مستثنیٰ کر دیا جائے تو غلط مثال قائم ہو جاتی ہے —— اچھا اب ہمیں
سو جانا چاہئے۔ ہاں یہ کہنا تو میں بھول ہی گیا۔ صبح ۵ بجے کی گاڑی سے مجھے
رام پور جانا ہے۔ پندرہ روز کے لئے، لہذا چار بجے صبح مجھے اٹھا
دیا جائے!"

(۱۲)

اخلاق آیا، بستر پہ لیٹا اور ذرا دیر میں خراٹے لینے لگا!

لیکن نازلی رات بھر نہ سو سکی!

اسے اخلاق کے قلب ماہیت پر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ سوچ
تھی یہ کس قسم کا انسان ہے۔ اخلاق، تپاک اور گرم جوشی میں کوئی کمی
اپنے فیصلہ میں اٹل!

وہ سوچ رہی تھی،

اخلاق نے میری تو کوئی توہین نہیں کی، ذرا بھی سخت برتاؤ نہیں
کوئی دل شکن لفظ نہیں استعمال کیا۔ لیکن جس مطالبہ کو اتنی شدت
اصرار کے ساتھ میں نے پیش کیا تھا اسے مسکرا مسکرا کر سنتا
کر رد کرتا رہا!

گویا میں ایک کھلونا ہوں جس سے وہ کھیل سکتا ہے۔ لیکن میرا اپنا کوئی وجود نہیں جسے وہ اہمیت دے سکے جس کا وزن محسوس کر سکے۔

میں نے گل بانو کو حویلی میں بلایا لیکن اخلاق نے اسے ڈانٹ کر نکال دیا۔

میں نے گل بازخاں کو حویلی میں باریاب کیا لیکن اخلاق نے اسے کسی طرح جھڑک کر نکال دیا۔

میں نے گل بانو کی سفارش کی وہ رد کر دی گئی۔

ممکن ہے گل بازخاں اور گل بانو کو حویلی میں لا کر میں نے اس خاندان کی روایاتِ قدیمہ کو صدمہ پہنچایا ہو۔ جو اخلاق کے لئے ناقابلِ برداشت ہو۔ لیکن یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ گل بانو اور گل بازخاں کو ذلیل کئے بغیر مجھے سمجھا دیا جاتا کہ آئندہ ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کروں ...

اخلاق کے اس فیصلے کو غلط سمجھنے کے باوجود یقیناً میں اس پر عمل نہ کرتی۔

ممکن ہے گل بانو کی سفارش کر کے میں نے ڈیری فارم کے متعلق اخلاق کے کاروبار کی مستقبل پر غلط طور پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی تو کیا شائستہ طور پر مروت اور اخلاق کے ساتھ وہ اپنا نقطۂ نظر مجھے سمجھا سکتا تھا؟ اس نے یہ نہیں کیا، اپنا فیصلہ صادر کر دیا۔ اور پھر مجھ سے کوئی بات تک نہیں کی۔

کیا میری توہین نہیں ہے؟

کیا شوہر کا اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ یہی برتاؤ ہونا چاہیئے؟

ایک محبت کرنے والے شوہر کا اپنی محبوبہ کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیئے؟

کیا اخلاق مجھے اپنی سطح سے فروتر سمجھتا ہے؟

کیا اس نے مجھ سے شادی اس لئے کی ہے کہ میں حسین تھی گر اس کے برابر کی نہ تھی؟

اگر شوہر کی نظر میں بیوی کی اتنی بھی عزت نہیں ہے کہ وہ اس کے مہمان کا احترام کر سکے؟ —— گل بانو بہرحال میری تو مہمان ہی تھی۔

اگر عاشق کی نظر میں، محبوبہ کی وقعت کا یہ عالم ہے کہ وہ اس کی ایک سفارش تک قبول نہیں کر سکتا تو پھر یہ عشق کیا ہوا کھیل ہوا!

اخلاق صاحب مجھے زیور پہنا سکتے ہیں۔ قیمتی ملبوسات کا انبار لگا سکتے ہیں۔ میرے لئے روپے اشرفی کا ڈھیر لگا سکتے ہیں۔ میرے ساتھی ہیں ——

لیکن وہ میری بات نہیں مان سکتے ——!

وہ میری سفارش نہیں قبول کر سکتے!

وہ میرے مہمان کو کان پکڑ کر میرے سامنے اپنے قلعہ سے باہر کر سکتے ہیں۔ اور حکم دے سکتے ہیں کہ آئندہ یہ اس بام بلند کا رخ بھی نہ کر سکے؟

یہ کیا چیز ہے!

کیا محبت ایسی ہی ہوتی ہے؟

اور ہاں —— صبح میں گل بانو کو کیا جواب دوں گی ؟
کتنے داعیہ کے ساتھ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ تیری گائیں
تجھے واپس مل جائیں گی۔ یہ بشارت سن کر وہ کتنی خوش
ہوئی تھی۔ اس نے جا کر یہ خوش خبری اپنے شوہر کو بھی سنائی ہو گی۔
والوں کو بھی سنائی ہو گی ؟
مگر اب
میں کیا جواب دوں گی اسے ؟
کیا کہوں گی میں اس سے ؟
کیا میں اس کا سامنا کر سکوں گی ؟
اس کی نظر میں میری کیا وقعت رہ جائے گی ؟
کیا وہ یہ نہیں سوچے گی کہ میں تو "بیگم صاحبہ" ہوں "سرکار" ہوں
کوئی بات نہیں منوا سکتی، اپنا کوئی فیصلہ منظور نہیں کرا سکتی۔ کیا
سے آنکھیں چار کر سکوں گی ؟
کشمکش میں ساری رات بیت گئی ؟
وہ ایک پل کے لئے بھی نہ سو سکی، ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی آنکھ

الارم لگا کر سویا تھا۔ صبح ٹھیک ۴ بجے وہ اٹھ بیٹھا۔ نازلی
کر سوئی بنی پڑی رہی۔
نے اسے نہیں جگایا۔ غسل کیا، کپڑے بدلے، چائے پی

اور روانہ ہو گیا!

کیا اس کا فرض یہ نہیں تھا کہ سفر پر جانے سے پہلے اپنے طرزِ عمل کی معافی مانگتا

کیا اسے یہ نہیں چاہیئے تھا کہ سفر پر جانے سے پہلے پیار کی باتیں کر

اور جو صدمہ اسے پہنچایا تھا اس کی تلافی کر جاتا!

وہ تو اس طرح سو گیا جیسے کوئی غیر معمولی بات ہی نہیں ہوئی تھی

وہ تو اس طرح چلا گیا جیسے کمرۂ خواب سے نکل کر وہ ڈرائنگ

میں جا رہا ہے!

بے پروا ، بے فکر ——— باہمہ بے ہمہ!

اخلاق کے جانے کے بعد بڑی دیر تک نازلی بستر پر پڑی کروٹیں

بدلتی رہی۔ جب دن نکل آیا تو اُٹھی اور منہ ہاتھ دھو کر مردانی کے سا

ناشتہ کرنے چلی گئی۔

(۱۳)

[illegible] ناشتہ کے دوران میں گونا نہ لی اصرار کر کر کے روٹی کی طرف [illegible] چیزیں بڑھاتی رہی۔ لیکن اس نے زیادہ گفتگو نہیں کی۔ آنکھوں کا [illegible] سرخی غمازی کر رہا تھا کہ وہ رات بھر نہیں سوئی ہے۔ چہرے [illegible] سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بے کل ہے، خاموشی سے یہ بات [illegible] کسی گہری فکر میں غرق ہے۔

[illegible] تک وہ خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا۔

[illegible] چپ چاپ کیوں ہیں؟ یقیناً آپ کچھ سوچ رہی ہیں؟

[illegible] مسکراتے ہوئے کہا۔

[illegible] آپ کا مشاہدہ کچھ اور بھی بتائیے؟

[illegible] بولا۔

رات کو آپ اچھی طرح سو بھی نہیں سکی ہیں!"

نازلی نے بدستور متبسم رہتے ہوئے دریافت کیا۔

"کچھ اور؟"

وہ گویا ہوا۔

"آپ نے ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا!"

نازلی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس نے کہا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں تصوف کے مراحل

کر رہی ہوں!"

روفی نے پوچھا۔

"یعنی — ؟"

وہ گویا ہوئی۔

"صوفیوں کا اصول ہے کہ انسان کو "کم گفتن، کم خفتن، کم خوردن"

پر عمل کرنا چاہیئے۔ اسی لئے میں نے کھایا بھی کم، باتیں بھی کم کیں،

سوئی بھی کم!"

روفی نے کہا۔

"نہیں، یہ ٹالنے کی باتیں ہیں۔ سچ سچ بتائیے، کیا بات ہے

میں نے آپ کو اتنا خاموش اور افسردہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ نہ تو

کے گل کدے میں، نہ دولت پور کے قصر عالی میں —

نازلی نے ٹالتے ہوئے کہا۔

"بات یہ ہے کہ رات سے سر میں درد ہے کچھ !"

ردنی نے پوچھا۔

"اب بھی ہے ؟"

وہ انکار نہ کر سکی ،

"ہاں ہے تو ،"

ردنی اٹھا اور اسپرو کی دو ٹکیاں لا کر سامنے رکھ دیں۔ نازلی نے

دیکھا اور پوچھا۔

"یہ کیا ہے ؟"

"اسپرو۔

درد سر کا علاج ، انشاء اللہ آرام ہو جائے گا !"

ٹوٹی سی ایک نظر اس نے پھر ٹکیوں پر ڈالی اور کہا۔

"ردنی صاحب شکریہ !"

کے تپاک اور گرم جوشی کو اس جواب سے صدمہ پہنچا

"آپ انہیں استعمال نہیں کریں گی ؟"

نے ردنی کو دیکھا اور پھر ٹکیاں پانی میں ڈال کر پی گئی۔

گی ، اس نے کہا۔

کی باری ہے !

نے پوچھا !

کس بات کی ؟

اس نے کہا۔

شاید یہ ادا کرنے کی۔

وہ ہنسنے لگی،

"وہ پچھلے حساب کتاب برابر، ہم دونوں نے ایک دوسرے کا قرض ادا کر لیا۔"

پھر وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

"اچھا اب تیار ہو جائیے۔ ڈاکٹر مستری کے ہاں چلنا ہے۔"

روفی نے وہیں کرسی پر بیٹھے بیٹھے کہا۔

"اب میں اچھا ہوں۔"

نازلی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ روفی نے کہا۔

"واقعی کل سے میں اپنے آپ کو بہت اچھا محسوس کر رہا ہوں۔"

نازلی نے پوچھا۔

"نہ دوا، نہ علاج ایسے ہی خود بخود؟"

روفی نے جواب دیا۔

"مذاق نہ سمجھئے، میں سچ کہہ رہا ہوں، ایسا لگتا ہے جیسے کچھ ہی نہیں ہوا تھا۔"

نازلی ہنسنے لگی۔

"یہ تو اچھا خاصہ معجزہ ہو گیا!"

...رانی کہنے لگا۔

...واقعی عجزہ ہی کہنا چاہئیے ——— میرے خیال میں بات یہ ہے کہ ——

...رانی کچھ کہنے والا تھا مگر کہہ نہ سکا۔ نانرلی نے پوچھا۔

...اب کچھ کہتے کہتے رُک کیوں گئے :

...اس نے کہا۔

...الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔

...نانرلی نے کہا۔

...یہ ٹھیک ہے ——— اِنسان کے ذہن میں جو خیال آتا ہے اس کے ...الفاظ بھی مل جاتے ہیں۔ خیالات اور الفاظ کا چولی دامن کا ساتھ ...

...رانی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

...بات یہ ہے کہ بہت دنوں کے بعد مجھے آپ سے ملنے کا موقعہ ...ایک بے سان گمان جھوٹ کیوں کھول۔ بڑی خوشی ہوئی مجھے، ایسا ...بڑے نعمت غیر مترقبہ مِل گئی۔ پھر آپ کا برتاؤ، آپ کا اخلاق، ...محبت، آپ کا سلوک، جیسے کسی پیاسے کو پانی مل جائے، ...بھوکے کو نانِ جویں مِل جائے۔ جیسے کسی بے بس کو سہارا مِل جائے۔ ...یہ زندگی میرے لئے وبال تھی۔ جنجال تھی، مصیبت تھی۔ ناقابلِ ...برداشت تھی۔ لیکن چوبیس گھنٹہ کی اس مختصر سی مدّت میں ایسا محسوس ...ہوا جیسے میرا کوئی ہے۔ جیسے میں اب اس دنیا میں تنہا نہیں

ہوں۔ جیسے اب مجھے زندہ رہنے کا حق ہے۔ جیسے اب مجھے زندہ رہنا
چاہیئے جیسے زندگی کی خوشی، مسرت اور نشاط میں میرا بھی حصہ ہے۔ جیسے
یہ دنیا میرے لئے بھی ہے ——

نازلی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں ہے؟"

رونی نے کہا۔

"جی ہاں کچھ ایسا ہی محسوس کرنے لگا ہوں۔"

نازلی نے پوچھا۔

"اتنا دل برداشتہ اور مایوس بھی نہیں ہونا چاہیئے آدمی کو۔"

"یہ نہ کہیئے، مجھ پر جو کچھ گزری ہے، وہ میرا دل ہی جانتا ہے۔
بہرحال اب میں ان تلخیوں کو یاد کرنا نہیں چاہتا۔ انہیں بھول جانا چاہتا
ہوں۔ انہیں بھول جانے دیجئے —— کم از کم اس وقت تک کے
لئے جب تک میں یہاں ہوں!"

نازلی نے اسے کچھ عجیب نظروں سے دیکھا اور کہا۔

"کیا اب آپ یہاں سے جا بھی سکتے ہیں؟"

رونی ہنسنے لگا۔

"مجھ پر تو یہ پابندی ہے کہ نہیں جا سکتا، لیکن آپ نے گل بانو
تو یہ کہا تھا کہ میں خود دولت پور چھوڑ دوں گی!"

گل بانو کا نام سن کر نازلی کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ اُٹھ

جواب نہیں دے پائی تھی کہ روپی نے ایک سوال اور کیا۔

"دیکھیے اس بیچاری کی گائیں اور بھینسوں کو آپ نے رہا کر دیا؟ بڑی ان ہو گی بیچاری، بڑا ثواب لوٹا ہے۔ اس کا یہ کام کر کے آپ نے، اس میں انسان کا انسان کے کام آنا سب سے بڑی عبادت ہے!"

نازلی اپنی یہ فرضی تعریف سنتی رہی۔ اور دل ہی دل میں شرمندہ ہوتی رہی اس نے کہا۔

"اخلاق صاحب قاسم پور گئے ہیں۔ پندرہ روز بعد آئیں گے، ان سے بات ہی نہ ہو سکی!"

روپی نے کہا۔

"تو کیا ہوا؟ آپ اپنے حکم سے بھی تو یہ کام کر سکتی ہیں۔ کیا اخلاق صاحب آپ کا حکم رد بھی کر سکتے ہیں؟"

نازلی کو جیسے تاریکی میں کچھ نظر آگیا۔ وہ بولی۔

"اچھا یہ ہو سکتا ہے، یہ کر دوں گی!"

(۱۴)

نادرہ کو نازلی نے حکم دیا کہ ڈیری فارم کے مینیجر کو بلا لائے ۔ تھوڑی دیر
وہ تشریف لائے ۔ خوش صورت، خوش وضع، خوش قطع شخص تھے عمر کوئی
۴۰ سال کے لگ بھگ ہو گی ۔ وہ آ کر سامنے کھڑے ہو گئے ۔ نازلی
نے کہا ۔

"تشریف رکھیے مینیجر صاحب !"

مینیجر صاحب بیٹھ گئے ۔ نازلی بولی ۔

"کہیے ڈیری فارم کا کیا حال ہے ؟"

مسکراتے ہوئے گویا ہوئے

"بہت اچھا حال ہے، دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے"

نازلی نے مسکراتے ہوئے پوچھا ۔

ہمارے ہاں سے جو دودھ سپلائی ہوتا ہے وہ پانی میں ڈالا جاتا ہے۔
پانی اس میں ڈالا جاتا ہے۔

منیجر صاحب پاس ادب کا لحاظ کئے بغیر بے ساختہ ہنس پڑے۔
"نہیں ہم خالص دودھ فراہم کرتے ہیں۔ پانی بالکل نہیں ملاتے۔ نہ
دودھ میں نہ پانی میں!"

نازلی نے قدرے متبسم ہو کر پوچھا۔
"لیکن خون؟ —— اس کی آمیزش تو ہوتی ہے؟"
منیجر صاحب اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور سوسائٹی رسیدہ ہونے
کے باوجود اس عجیب و غریب سوال سے چکرا گئے۔
"کیا فرمایا خون؟ —— بھلا دودھ سے خون کا کیا تعلق؟"
نازلی کہنے لگی۔
"جو دودھ آپ کے ہاں سے سپلائی ہوتا ہے اس میں خونِ ناحق کے
... ہوتے ہیں۔ آہیں اور ہچکیاں بھی ہوتی ہیں۔ آنسو بھی ہوتے ہیں!"
منیجر صاحب حیرت سے صورتِ تصویر نازلی کی طرف دیکھنے لگے کچھ
... کچھ کہہ نہ سکے۔ نازلی کو ان کی حیرت پر ذرا بھی حیرت نہ ہوئی۔
...

"کیا آپ میرا مطلب نہیں سمجھے —— ؟"
منیجر صاحب کو بولنے کا موقع مل گیا۔ فرمایا۔
"جی ہاں بالکل نہیں سمجھا۔

نازلی لجبلی

"یہ دودھ کی نہریں جو ہمارے ہاں خدا کے فضل کی بدولت نہیں بلکہ اس کی ڈھیل کی بدولت بہہ رہی ہیں ان میں دولت پور کے گوالوں کے آنسو بھی شامل ہیں۔ ان میں گوالوں کے ننھے اور معصوم بچوں کا خون بھی شامل ہے!"

منیجر صاحب ایک مرتبہ پھر صورت سوال بن کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ شاید ان کی اس کیفیت سے لطف لے رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"کل مجھے گل بانو ملی تھی۔ اس نے اپنی داستانِ درد سنائی۔ اس کا ننھا سا گل نام بیٹا سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہے۔ کیونکہ اسے اب دودھ نہیں ملتا۔ اس کی گائے بھینسیں ہمارے ڈیری فارم میں محبوس کر لی گئی ہیں۔ جس دودھ کے فوارے اس کے بچے کے لیے وقف تھے اب وہ ڈبوں میں اور بوتلوں میں بند ہو کر بکتا ہے۔ کیوں منیجر صاحب میں غلط تو نہیں کہتی؟"

منیجر صاحب کی کیا مجال تھی کہ اسے یہ سر غلط ٹھہراتے۔ انہوں نے فرمایا۔

"نہیں صاحب آپ کہتی تو ٹھیک ہیں بالکل بجا، بالکل درست"

نازلی نے کہا۔

اگر یہ بات ہے تو کم از کم گل بانو کی گائیں اور بھینسیں فوراً واگزار کر

یں اس سے وعدہ کر چکی ہوں - اور اس کے شوہر کو از راہِ کرم برخاست
ریے - وہ بہت مشکور ہوگا - "

منیجر صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا -

لیکن ——

نازلی گویا ہوئی -

لیکن کیا ؟

منیجر صاحب نے فرمایا -

بات یہ ہے اس کا شوہر بڑا کارگزار آدمی ہے - برخاست ہو کر
ور ہوگا - لیکن برخاست کر کے ہم بلا شبہ نقصان میں رہیں گے ؟"

زلی کی تیوریاں چڑھ گئیں -

کیا اپنے فائدے کے لئے کسی کو ہم جبراً ملازم رکھ سکتے ہیں
نی تنخواہ دیجئے ، کہ خود رہنے پر اصرار کرے یا اسے رخصت
—— آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے ؟"

صاحب نے آہستہ سے جیسے کوئی راز کی بات کہہ رہے

ے چار سو !"

نے پوچھا -

کر دو سو ملنے لگیں تو کیا آپ برخاست ہونا پسند کریں گے

منیجر صاحب نے دونوں ہتھیلیاں ملتے ہوئے کہا۔

"یہ تو حالات پر منحصر ہے —— لیکن ظاہر ہے کہ دو سو میں میرا گزر
نہیں ہو سکتا۔ اگر اتنے میں کام کروں گا تو بددلی سے، اور منتظر رہوں گا
موقعہ ملے اور بھاگوں!"

نازلی ہنسنے لگی۔

"میں آپ کی اس صاف گوئی کی قدر کرتی ہوں۔ مگر کیا یہی بات
پر بھی صادق نہیں آتی؟"

"ضرور آتی ہے"

"تو ابھی اسے برخاست کیجئے۔ اور اس کی گائیں اور بھینسیں
کر دیجئے۔ وہ باز آیا ایسی ملازمت سے جو اس کے بچے کو کہیں کا
اور خود اسے محتاج کر دے!"

"آپ کا حکم ہے تو مجھے تعمیل میں عذر نہیں لیکن نواب صاحب
تو اچھا تھا!"

"وہ آکر کیا کر لیتے؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ ان کے سامنے یہ کام ہوتا تو ٹھیک تھا
ممکن ہے وہ خفا ہوں!"

"وہ اگر خفا ہوں گے تو مجھ پر، آپ تو میرے حکم کی تعمیل کر
ہیں اور ویسے نواب صاحب اگر اس کی واقعی ضرورت سمجھیں
تو نئی اور بہتر شرائط پر اسے پھر ملازمت کی پیش کش کر سکتے ہیں

جیسے یہ بلیغ نکتہ منیجر صاحب کی سمجھ میں آگیا۔ فرمایا۔

"جی ہاں یہ تو ٹھیک فرمایا آپ نے!"

نازلی نے کہا۔

"شکریہ —— اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں!"

منیجر صاحب نازلی کے دلائل سے پورے طور پر متفق ہونے کے باوجود اس طرح رخصت ہوئے جیسے ہارا ہوا جا رہا ہو!۔

(۱۵)

منیجر صاحب کے رخصت ہونے کے بعد روفی نے کہا۔

"آپ نے تو کمال کر دیا!"

وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"با کمال تو آپ ہیں ——— آپ ہی کی سمجھائی ہوئی ترکیب پر میں نے عمل کیا ہے ورنہ میرے فرشتوں کو بھی ایسی ترکیب نہ سوجھتی ——— اچھا بس اب تیار ہو جائیے۔ میں بھی کپڑے بدل کر آتی ہوں!"

روفی نے بے بسی کے ساتھ کہا۔

"آپ نہیں مانیں گی؟"

وہ بولی،

"نہیں ——— آپ جائیں گے!"

ردنی نے کہا۔

"بیٹی ٹوریسم ہو یا نرسنگ ہوم میں تو اسے قید خانہ سمجھتا ہوں بہ"

اس نے جاتے ہوئے کہا۔

"یہ دنیا بھی ایک قید خانہ ہے۔ یہ زندگی بھی ایک طرح کی قید ہی ہے۔ ہم سب قیدی ہیں!"

نازلی چلی گئی اور کوئی پندرہ منٹ میں تیار ہو کر آ گئی۔ اس نے کہا۔

"ارے آپ تو یونہی بیٹھے ہوئے ہیں!"

ردنی کھڑا ہو گیا۔

"بس اٹھ کھڑا ہوا!"

نازلی اعتراض کرنے والی تھی کہ آپ نے کپڑے کیوں نہیں بدلے ... یاد آ گیا کہ اس کے پاس کپڑے تو ہیں نہیں۔ وہ چپ رہی پھر اس ...

"مجھے ایک کام یاد آ گیا ہے۔ پہلے وہ کر لوں پھر چلتے ہیں۔ زیادہ ... گھنٹہ انتظار کرنا پڑے گا آپ کو!"

ردنی نے کہا۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ شوق سے تشریف لے جائیے!"

نازلی باہر آئی اور کار میں بیٹھ گئی۔ اور خود سے ڈرائیو کرتی ہوئی دولت ... میل کے فاصلہ پر ایک آباد اور بارونق قصبہ بھبھولی میں داخل ... ایک دوکان سے اس نے چار سوٹ خریدے اور کار میں

بیٹھ کر پھر دولت پور روانہ ہو گئی - روفی اسی طرح بیٹھا تھا - نازلی نے
کہا -

"دیکھئے کتنے ٹھیک وقت پر آئی ہوں —— ؟"

اس نے کہا -

"جی ہاں صرف دو منٹ لیٹ ، ۳۲ منٹ میں آئی ہیں —— لیکن
یہ اتنا بڑا بنڈل کہاں سے لے آئیں ؟"

وہ میز پر پلندہ رکھتی ہوئی بولی ،

"آپ کے لئے —— دیکھئے اور میرے انتخاب کی داد دیجئے "
روفی نے کھولا - تو سوٹ دیکھ کر وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا - نازلی
نے کہا -

"اب مہربانی کر کے ایک تو اسی وقت پہن لیجئے - اور تین سوٹ
کیبس میں رکھے دیتی ہوں ——

روفی کا چہرہ اتر گیا -

"آخر اس کی کیا ضرورت تھی ؟"

وہ ایک ادائے خاص کے ساتھ بولی -

"تھی ——"

اور پھر وہ مسکرانے لگی - روفی نے پھر کچھ نہ کہا - کپڑے بدل لئے -
اسے لے کر ڈاکٹر مستری کے نرسنگ ہوم روانہ ہو گئی !

(۱۶)

ری کو نرسنگ ہوم میں داخل کر کے نازلی واپس آ رہی تھی کہ نہر کے
گل بازخان اس تیزی کے ساتھ کار کے سامنے سے بھاگتے ہوئے گذرے
وہ کار کو اور اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر فوراً نہ روک لیتی تو خان
ب کے شہید ہو جانے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ نازلی کار سے اُتری اور
لے سے ایک طمانچہ گل بازخان کے پھول سے رخسار پہ لگایا۔
دلبول خاں صاحب خودکشی کی سوجھی تھی۔ کہیے؟"
نے میں ہانپتی، کانپتی گل بانو آگئی۔ نازلی نے ساری سرگزشت سنائی
دھر سے ایک چانٹا رسید کیا۔ نازلی کے ہلکے سے طمانچہ سے
رہے تھے۔ اور مسکرانے لگے تھے لیکن ماں کے طمانچہ نے تبسم کو گریہ
میں بدل دیا۔ نازلی نے گل بانو کو ملامت کی۔

"بڑی ظالم ہو، بھلا بچّوں کو مارتا ہے کوئی!"

وہ بولی،

"لیکن سرکار دیکھئے تو سہی کس طرح اپنی جان سے کھیلنے لگا ہے۔"

نازلی نے تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا خاں صاحب آپ نہ روئیے خوش ہو جائیے۔ آپ روتے ہیں تو اچھے نہیں لگتے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کسی خوبصورت تصویر کا کسی نے نقش بگاڑ دیا ہو!"

نازلی کی بات تو گل باز خاں کی سمجھ میں نہیں آئی لیکن انہوں نے معصومیت سے دیکھا اور چپ ہو گئے۔ گل بانو نے کہا۔

"سرکار جب تک ہم میاں بیوی زندہ ہیں آپ کو دعائیں دیں گے۔ اللہ آپ کی گود ہری کرے۔ مرادیں پوری کرے۔ عمر دے، اقبال دے۔"

نازلی نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"ارے گل بانو تم نے تو تقریر شروع کر دی، آخر ہوا کیا؟"

خوشی کے آنسو اس کی آنکھوں میں چھلک آئے۔ اس نے کہا۔

"سرکار میری گائیں بھینسیں مل گئیں!"

نازلی مسکرانے لگی۔

"اور تیرا سنتم بھی ملا یا نہیں؟"

گل بانو نے تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سرکار وہ بھی مل گیا۔ بہت خوش ہے!"

نازلی نے پوچھا۔

"اور یہ گل بانز خاں؟ —— اب پھر دودھ کے فوارے ان کے لئے ابلنے لگے یا نہیں؟"

وہ گویا ہوئی۔

"سرکار اب یہ پھر خوب دودھ پئے گا اور خوب موٹا ہو گا۔ دیکھ لیجئے گا دنوں میں بھینسا بن جائے گا۔"

نازلی ہنسنے لگی۔

"پھر تو مزے ہیں ہمارے گل بانز خاں صاحب کے!"

یہ کہہ کر اس نے گل بانز خاں کے گال کو اپنی انگلیوں سے دبایا اور

"کیا آپ بھی تو فرمائیے خاں صاحب؟"

گل بانز خاں پھر مسکرانے لگے۔

گل بانو نے کہا۔

"بڑی خانم نے اس کے باپ سے رات ہی کہا تھا۔ ہماری سرکار بڑی ... اور ان کا کہنا نواب صاحب کسی طرح نہیں ٹال سکتے۔ وہ لڑنے جا رہا ..."

نازلی نے پوچھا۔

"کون لڑنے جا رہا تھا؟"

... ہی۔

وہ کہہ رہا تھا تو نہیں جانتی نواب صاحب کو۔ وہ کاروبار کے معاملات میں کسی کی نہیں مان سکتے۔ پھر جب منیجر صاحب نے اسے رخصت دی اور گا
بھینسیں واپس کیں اور وہ ہنکاتا ہوا خوشی خوشی لایا تو میں نے پوچھا۔

"اب بول!"

کہنے لگا۔

"بھئی کیا کہوں سرکار سرکار ہی ہیں۔ ان کا کہنا نواب صاحب بھی نہیں ٹال سکتے!"

گل بانو یہ باتیں کر رہی تھی اور نازلی دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ یہ بیچاری کیا جانے رستم کو اور اس کی گائے بھینسوں کو رہائی نواب صاحب نے عطا کی ہے یا میری خود آرائی اور خود سری نے؟

بہر حال گل بانو کا شکریہ قبول کر کے وہ پھر کار میں بیٹھی اور ذرا دیر میں حویلی پہنچ گئی!

(۱۶)

ڈاکٹر مستری کے نرسنگ ہوم میں روفی کو پہنچا کر، اور راستے میں گل باز
ی بازار سے ہو کر نازلی حویلی واپس آگئی۔ اپنے کمرے میں پہنچی آئینہ کے
ے ہو کر بال درست کئے، پھر ریڈیو کی گوشمالی شروع کر دی اور
ک رنگا رنگ کے پروگرام سے دلچسپی لیتی رہی گیت، نغمے، غزل
ہو اس پروگرام میں شامل تھا۔
ے فارغ ہو کر وہ لائف کا تازہ شمارہ لے کر بیٹھ گئی۔ اتنے میں
اور آ کر سامنے کھڑی ہو گئی۔ وہ کھڑی رہی اور نازلی مطالعہ
کوئی پانچ منٹ کے بعد اس نے نظر اٹھا کر دیکھا اور
دو تین منٹ اور گزر گئے۔ پھر اس نے نظر اٹھائی اور

"کیا بات ہے نادرہ؟"

وہ بولی۔

"سرکار وہ آگئے ہیں سالوسن صاحب اور ان کے ساتھ دو تین [illegible] بھی ہیں، سب کے ساتھ بستر بھی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے یہ لوگ ایک آدھ دن یہاں رہیں گے ——"

نازلی نے رسالہ کے ورق اُلٹتے ہوئے کہا۔

"تو؟ —— کس نے منع کیا ہے؟"

اس نے پوچھا۔

"مہمان خانے میں کمرہ دوں؟"

وہ بولی۔

"اور کیا میرے سر پہ ٹھہراؤ گی! —— ہمیشہ یہ لوگ وہیں ٹھہرتے رہیں —— !"

نادرہ نے سوال کیا۔

"لیکن ایک کمرے میں صاحب (اخلاق) کے سیکرٹری صاحب سامان رکھا ہے، وہ کہاں رکھ دوں؟"

نازلی نے پوچھا۔

"او، ہو بیچارے سیکرٹری صاحب کا کون چھکڑوں سامان ہے ٹرنک ہی تو ہے اسے میرے کمرے میں لا کر رکھ دو۔"

نادرہ چلی گئی۔ نازلی پھر لائف کے مطالعہ میں مصروف ہو گئی۔

...کے بعد ایک ٹوٹا ہوا ساٹین کا ٹرنک لے آئی اور پوچھا۔

"کہاں رکھ دوں سرکار؟"

نازلی نے ذرا رسالہ سے نظر اٹھائی اور کہا۔

"نادرہ تم تو بعض وقت بالکل بچوں کی سی باتیں کرنے لگتی ہو۔ یہ بھی کوئی ...نے کی بات ہے۔ کہیں بھی رکھ دو۔"

نادرہ ایک کونے میں ٹرنک رکھ کر واپس جانے لگی تو نازلی نے کہا۔

"خانساماں سے کہہ دینا ان لوگوں کے کھانے اور ناشتے کا خیال رکھے۔"

نادرہ کو گئے ہوئے مشکل سے چند منٹ ہوئے تھے کہ سالومن صاحب ... وہ اب اُردو اچھی طرح بولنے لگے تھے۔

"کہئے بیگم صاحبہ مزاج اچھا ہے؟"

...استقبال کے لئے اٹھتے ہوئی بولی۔

"جی ہاں خدا کا شکر ہے ـــــ کہئے آپ کا مزاج؟"

...ن نے جواب دیا۔

"...ہوں نواب صاحب نے قاسم پور سے مجھے ٹرنک کال کیا تھا، ...دی تھی کہ ڈیری فارم کے بعض معاملات سلجھا دوں۔ اس لئے ...ضرور ہوں گا!"

...نے اخلاق اور شائستگی کے ساتھ کہا۔

"...نہیں دس پانچ روز رہیئے۔ کیا اس مرتبہ شکار کو نہیں ...؟"

سالومن نے جواب دیا۔

"وقت کم ہے۔ پھر بھی ارادہ ہے چند تیتر شکار کر کے لاؤں کا کیوں؟"

نازلی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی کوئی شکار ہوا، تیتر بٹیر وغیرہ کا جو لوگ شکار کھیلتے ہیں وہ اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں! اور خدا کی ننھی سی پیاری مخلوق کا خون کر کے گنہگار بنتے ہیں!"

سالومن ہنسنے لگا۔

"بہت رحم دل ہیں بیگم صاحبہ آپ، ——— پھر آپ کے خیال میں کس چیز کا شکار کرنا چاہیئے، کیا ہرن کا؟"

وہ بولی۔

"یہ بھی بدذوقی اور سنگدلی کی انتہا ہے کہ اتنے خوبصورت جانور محض جذبۂ شکار کی خاطر ہلاک کیا جائے!"

سالومن نے بحث کی خاطر کہا۔

"تو بیگم صاحبہ پھر سجسٹ (تجویز) کیجئے کوئی شکار؟"

وہ گویا ہوئی۔

"اگر ہمت ہے تو شیر کا شکار کیجئے، چیتے کا شکار کیجئے، ریچھ کا شکار کیجئے، تاکہ بہادری کا ثبوت بھی ملے، تاکہ ذرا مزا بھی آئے، تاکہ خطرہ بھی پیش آئے بھی ہو!"

سالومن نے کہا۔

بیگم صاحبہ، مجھے اپنے بارے میں کبھی غلط فہمی نہیں ہوئی کہ میں اتنا بہادر
...شیر، چیتے اور ریچھ وغیرہ کا خطرہ مول لے سکوں!"

نازلی ہنسنے لگی۔

"آپ کی اس صاف گوئی کی میں قدر کرتی ہوں!"

...حسن نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ میں آئندہ سے شکار ہی نہ کیا کروں!"

نازلی نے کہا۔

"پھر میں آپ کی انسانیت کی قدر بھی کرنے لگوں گی!"

...حسن نے کہا۔

"شکریہ — لیکن بیگم صاحب، نواب صاحب بھی تو ان خوبصورت
...پیارے جانوروں کا شکار کیا کرتے ہیں۔ آپ انہیں کیوں نہیں
...!"

...نے رسالہ ایک طرف کر دیا، اور کہا۔

"...میں نے آپ کو بھی نہیں کیا!"

...نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"...میں تو آپ منع کرنے کا حق بھی رکھتی ہیں۔"

...ہوئی۔

"...طرح بعض اور امور میں بھی میں نے اپنا حق محفوظ رکھا ہے۔"

...نے ایک قہقہہ لگایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ جانے لگا تو نازلی

نے کہا۔

"سالومن صاحب کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے آپ کو جس چیز کی

بلا تامل خانساماں کو حکم دیجئے گا!"

اس نے جاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ——— یہ تو میرا گھر ہے۔ تکلیف کیسی اور تامل کیسا!"

(۱۸)

سالومی کے جانے کے بعد نانہ لی اٹھی اور شیلف کے سامنے کھڑے
ف کتابیں الٹتی پلٹتی رہی - پھر میز پر جو رسالے رکھے تھے ان کی ورق
ائی رہی - یکایک اس کی نظر رونی کے ٹرنک پر پڑی - سوچا نادرہ
ہے - یونہی رکھ گئی - جیسے کوئی لاوارث مال، لاؤ اسے ٹھکانے
دوں - ٹرنک میں کوئی قفل نہیں تھا کنڈی بھی ٹھیک حالت میں نہیں
یا اسے تو ردّی خانے میں بھجوا دوں اور جو چیزیں اس میں ہیں
ال کر رکھ دوں - پھر رونی صاحب جب آئیں گے تو ان کی امانت
لے کر دوں گی -

چ کر ٹرنک کھولا - اس میں بہت ناتمام اور کچھ مکمل تصویریں نظر
ب ... کر اس نے شوق کی نگاہوں سے دیکھا - کوئی مرقع، خواہ

نا تمام ہو یا مکمل ایسا نہیں تھا جس میں رومی کے قلم نے ایک خاص پیام نہ
دیا ہو۔ تڑپتی ہوئی، بلکتی ہوئی زندگی کا پیام جس کے نقوش میں زندگی کی
پوشیدہ ہوں۔

ایک ایک تصویر کو وہ دیکھتی تھی، دیکھتی رہتی تھی ——— ایک پھر
دوسری ——— پھر تیسری، پھر چوتھی، اسی طرح سب، اور اس کے بعد پھر
اس ڈھیر میں سے کوئی ایک اٹھا لیتی۔ اور اسے مختلف زاویوں سے دیکھنے
لگتی۔ اتنے میں کسی کام سے نادرہ آئی۔ نازلی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور
ٹرنک کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔

دیکھنا نادرہ ادھر آنا۔

وہ پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ نازلی نے کہا۔

"یہ ٹرنک لے جا کر سٹور روم میں رکھ آؤ"

احتیاطاً نادرہ نے ٹرنک کو ٹٹولنا شروع کر دیا کہ کہیں کوئی چیز
نہ رہ گئی ہو۔ ٹرنک کے بالائی حصے میں ایک پاکٹ سا تھا۔ نادرہ نے جو
اس میں ہاتھ ڈالا تو ایک بنڈل سا ملا۔ اس نے اسے نازلی کی طرف
بڑھا کے کہا۔

سرکار یہ کیا ہے؟

نازلی نے اشتیاق کے ساتھ اس کے ہاتھ سے وہ بنڈل لے
ارے، دیکھوں، ——— اچھا تو جا! لیکن ہاں خوب اچھی طرح
سے، کچھ اور تو نہیں ہے،

ڈنک کندھے پر رکھ کر جاتی ہوئی وہ بولی۔

"نہیں سرکار اب کچھ نہیں ہے میں نے اچھی طرح دیکھ لیا۔"

نادرہ چلی گئی۔

نازلی نے وہ بنڈل کھولا۔ ایک چمڑی تھیلا سا تھا۔ اس میں کچھ چیزیں
ے ٹکڑوں سے مضبوطی کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔

وہ بنڈل نازلی کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ سوچ رہی تھی۔ اسے
وں یا نہ کھولوں؟
ممکن ہے کچھ پرائیویٹ قسم کے خطوط ہوں؟
ذاتی قسم کی ڈائری ہو؟"

کافی دیر تک بنڈل ہاتھ میں رکھے وہ یہی سوچتی رہی۔
کو جی میں آتا رہا اسے اور دوسری تصویروں کو جا کر اپنی الماری میں
ے کبھی سوچتی دیکھ لینے میں حرج ہی کیا ہے؟
اگر پرائیویٹ خطوط یا کوئی اور اسی طرح کی چیز ہوئی تو نہ دیکھوں
طرح رکھ دوں گی بند کر کے۔
آخر جذبہ احتیاط پر جذبہ اشتیاق غالب آیا اور اس نے بنڈل
یا۔

دیکھ کر حیران رہ گئی کہ یہ تو تصویریں ہیں!
تصویریں!
اس کی تصویریں!

نازلی کی تصویریں!

کسی تصویر میں وہ مصروفِ گلگشت ہے، کہیں محوِ خرام، کوئی ایسی تصویر ہے کہ عالمِ فکر میں غرق بیٹھی ہے۔ کسی میں جھیل کے کنارے —— وہی شاذو کی جھیل، جہاں اکثر نشستیں رہا کرتی تھیں —— ایک ہیر رعنائی بنی بیٹھی ہے۔

اور اپنی ایک تصویر دیکھ کر تو اس کے بدن کا سارا خون سمٹ کر گالوں میں بھر آیا۔

اس تصویر کے نیچے رونی نے لکھا تھا؟

"ملے گا ان کے قدم کا نشان کبھی نہ کبھی!"

وہ تصویر حیرت بنی اپنی تصویر دیکھ رہی تھی!

نہیں اپنی تصویر نہیں، رونی کی تحریر دیکھ رہی تھی —— ملے گا ان کے قدم کا نشان کبھی نہ کبھی!"

تصویر اس کے ہاتھ میں تھی!

نظر تحریر پر!

اور خیال نہ جانے کہاں؟

اس وقت اسے کوئی چیز بھی یاد نہ تھی۔ نہ اپنا ماحول نہ اپنا گھر کمرہ کی بکھری ہوئی چیزیں، تصویر اس کے ہاتھ میں تھی اور ایک نغمہ فزا، ایک نغمہ روح پرور، ایک نغمہ وجد آور اس کے کانوں میں گونج رہا تھا ——

"ملے گا ان کے قدم کا نشاں کبھی نہ کبھی؟ ——"

ٹپ سے ایک چیز تصویر پر گری - یہ اس کا آنسو تھا - بارش کے پہلے قطرے کی طرح —— پھر ٹپاٹپ آنسو گرنے لگے!

آنسو —— یہ آنسو نہیں تھے - موتی کی لڑیاں تھیں - وہ اس تصویر کو اس نقاش کو، اس مرقع ساز کو، کوئی اور تحفہ نہیں دے سکتی تھی - اس کے پاس کچھ نہیں تھا - بس یہی آنسوؤں کی پونجی تھی - یہی خراج تھا جسے وہ ادا کر سکتی تھی - یہی تحفہ تھا جسے وہ پیش کر سکتی تھی!

تصویر قطراتِ اشک سے تر ہو گئی!

قطراتِ اشک کا تواتر اور ہجوم ایک چادر کی طرح اس کے اور تصویر کے درمیان حائل ہو گیا -

اس نے دوپٹہ سے آنسو پونچھے، پھر تصویر صاف کی - اور پھر روفی کی اس تحریر کو تکنے لگی —— ملے گا ان کے قدم کا نشاں کبھی نہ کبھی!

پھر ایک نفس سرد کے ساتھ وہ اٹھی، پڑی ہوئی تصویروں کو سمیٹا، ترتیب کرکے جا کر آہنی الماری میں احتیاط اور ترتیب سے ایک ایک کر کے رکھ دیا - لیکن وہ تصویر جس پر روفی کی تحریر تھی - نہ رکھی اپنے ساتھ لے آئی - بستر پر لیٹ گئی اور پھر اس کا معائنہ کرنے لگی!

آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی - اس کی نظروں میں گھوم رہی

تھی۔ اس کے خیالوں پہ چھائی ہوئی تھی!

ایک مرتبہ پھر اس کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ لیکن اس مرتبہ اس آبشار کو اس نے قابو سے باہر نہیں ہونے دیا۔

پھر نہ جانے کیا سوچ کر اس نے وہ تصویر اپنے تکیہ کے غلاف میں رکھی، اور تکیہ پھر سے برابر کر دیا۔ اٹھی اور ٹہلنے لگی۔ جیسے کسی سخت ذہنی اذیت اور کشمکش سے دوچار ہے۔ اتنے میں پھر نادرہ آ گئی۔ اسے دیکھ کر نازلی نے کہا۔

"کیا بات ہے نادرہ، پھر کیوں آ گئیں؟"

وہ بولی۔

"سرکار کھانا لگا دیا گیا ہے۔ سالومن صاحب اور ان کے دوست ڈائننگ روم میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں!"

نازلی ٹہلتے ٹہلتے رک گئی۔ اس نے کہا۔

"جاؤ میری طرف سے معذرت کر دو۔ کہہ دینا بیگم صاحبہ کے سر میں درد ہو رہا ہے۔ اس وقت وہ نہیں کھائیں گی۔ آپ لوگ کھا لیں!"

نادرہ نے عرض کیا۔

"بہت اچھا"

یہ کہہ کر وہ جانے لگی، پھر چلتے چلتے رک کر کہا۔

"سرکار یہاں لے آؤں؟"

نازلی نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"نہیں نادرہ! بھوک نہیں ہے ذرا بھی!"

وہ خوشامد کرتی ہوئی گویا ہوئی۔

"زیادہ نہیں بس دو لقمے کھا لیجئے، سرکار! فاقہ کرنے سے کمزور ہو جائیں گی ——"

نازلی کے ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ اس نے کہا۔

"بالکل جی نہیں چاہ رہا ہے —— اطمینان رکھو، کمزور نہیں ہونے کی!"

نادرہ چلی گئی۔ اور نازلی پھر آکر بستر پر لیٹ گئی!

(۱۹)

صبح ہوئی نازلی کا جی چاہا کہ ڈاکٹر مستری کے نرسنگ ہوم میں جاکر

روفی کی خیریت دریافت کر آئے۔ اسے دیکھ آئے۔ اس کا دل بہلا آئے

— لیکن نہ جا سکی۔

دوسرا دن بھی اسی طرح گزر گیا — اس نے کئی بار ارادہ کیا

لیکن اس ارادے پہ عمل نہ کر سکی۔

تیسرا دن آیا!

لیکن یہ دن بھی اسی کشمکش میں گزر گیا۔ ایک مرتبہ تو آکر وہ موٹر میں

بیٹھ گئی۔ لیکن پھر اُتر آئی۔

دل وہاں جانے پہ اصرار ہی کیے رہا تھا لیکن کوئی چیز ایسی بھی

پاؤں پکڑے رہی تھی!

وہ رونی کے سامنے جاتے ہوئے جھجک سی محسوس کر رہی تھی یہ تین دن جس بے کلی، اضطراب اور بے چینی میں گزرے تھے۔ زندگی میں ایسا وقفہ کبھی نہیں آیا تھا۔ نہ دن کو چین نہ رات کو آرام، نہ سکون، نہ قرار، ہر لمحے کا وقت گزر جاتا اور وہ رکھی رکھی ٹھنڈی ہو جاتی۔ کسی کام میں بھی اس کا جی نہیں لگ رہا تھا۔ ایک عجیب خلش سی تھی۔ اضطراب سا تھا ایک نامعلوم سی خلش، ایک ناقابلِ بیان سا اضطراب!

لیکن چوتھا روز فیصلہ کن ثابت ہوا!

وہ دبی دبی سی دہشت جو اس کے پاؤں پکڑ لیا کرتی تھی جو اسے موڑ سے روک لیا کرتی تھی۔ آج کچھ نہ کر سکی۔ ناشتہ کے بعد وہ باہر آئی موٹر میں بیٹھی خود ہی ڈرائیو کرتی ہوئی سیدھی نرسنگ ہوم پہنچ گئی۔ اتفاق سے ڈاکٹر مستری دروازے ہی پر مل گئے۔ انہیں دیکھ کر نازلی کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ رونی کی خیریت پوچھنا چاہتی تھی لیکن الفاظ زبان پہ آکر رک جاتے تھے۔

ڈاکٹر مستری نے پُر تپاک استقبال کرتے ہوئے کہا۔

"آیئے بیگم صاحبہ، کہئے مزاج تو اچھا ہے؟"

وہ پیشانی کا پسینہ پونچھتی ہوئی بولی۔

"خدا کا شکر ہے اچھی ہوں —— آپ کہئے!"

"آپ کہئے!" "مطلب یہ کہ رونی کی خیریت بتائیے، ڈاکٹر مستری مسکرا کر بولا۔

"آپ کے مسٹر رونی کی صحت خاصی ترقی کر رہی ہے۔ انجکشن بھی پابندی سے لگائے جا رہے ہیں۔ اور دوسری دوائیں بھی باقاعدگی سے دی جا رہی ہیں۔ ان کی راحت و آسائش کا پورا پورا خیال رکھا جا رہا ہے۔"

نازلی نے تشکر گزارانہ انداز میں کہا۔

"ڈاکٹر صاحب آپ سے توقع بھی یہی تھی۔ اسی لیے میں نے رونی صاحب کو آپ کے حوالے کیا ہے؟ —— لیکن یہ تو بتائیے کوئی خطرناک بات تو نہیں ہے؟"

ڈاکٹر مستری نے ذرا سنجیدہ لہجہ میں کہا۔

"بیگم صاحبہ مرض سخت ہے اس کی شدت کم کی جا سکتی ہے لیکن رونی صاحب اب بالکل اچھے تو نہیں ہو سکتے۔ لیکن آرام کریں۔ خوش رہیں خوب کھائیں پیئیں اور بے فکری کی زندگی بسر کریں تو عرصہ دراز تک نارمل زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے عمر طبعی تک پہنچ جائیں۔ اصل مرحلہ یہاں ہمارے نرسنگ ہوم میں نہیں یہاں سے باہر شروع ہوگا اور وہی سب سے زیادہ توجہ طلب ہوگا ——"

نازلی نے قطع کلام کرتے ہوئے پوچھا۔

یعنی آپ کا مطلب یہ ہے کہ ——

ڈاکٹر صاحب نے قطع کلام کرتے ہوئے جواب دیا۔

"جی ہاں میرا مطلب یہ ہے کہ یہاں نرسنگ ہوم میں ہیں تب تک ہم انجکشن اور دواؤں کے ذریعہ کر دیں گے۔ لیکن یہاں سے جانے

ے بعد اگر ردفی صاحب نے آرام نہ کیا یا پرہیز نہ کیا یا خوب مرغن غذائیں کھائیں یا بے فکری میں دن نہ گزارا یا خوش اور ہشاش بشاش نہ رہے تو ان انجکشنوں اور دواؤں کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلے گا۔ وہ پھر بستر پہ پڑ جائیں گے ——

نازلی اس تقریر سے اُکتا گئی۔ اس نے کہا۔

میں سمجھ گئی۔ میں اس کی سختی سے نگرانی رکھوں گی کہ آپ کی ہدایات ... گی ہو ——"

ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

"بس تو پھر میں گارنٹی دیتا ہوں کہ وہ بہت دن زندہ رہیں گے۔"

نازلی نے اس گارنٹی کی طرف زیادہ توجہ نہ کی بلکہ اس لفظ کو بھی ... کیا

زندگی اور موت تو ڈاکٹر صاحب ہر حال میں خدا کے ہاتھ ہے۔ دنیا ... وہ میں گارنٹی کام دے سکتی ہے۔ لیکن نہیں دے سکتی۔ تو اس معاملہ —— میں بظاہر تندرست ہوں لیکن آپ میری گارنٹی بھی نہیں ... کب تک زندہ رہوں گی۔ آپ نے زندگی کی ستّر بہاریں دیکھ ... آپ کے بارے میں کبھی نہ کوئی زندگی کی گارنٹی دے سکتا ہے ... ہو سکتا ہے آپ تیس برس اور زندہ رہیں لیکن یہ بھی ہو سکتا

... والی بات، سننے کے لئے ڈاکٹر صاحب تیار نہ تھے لہٰذا انہیں

عافیت اسی میں نظر آئی کہ نازلی سے اتفاق رائے کر لیں۔ چنانچہ فرمایا۔
"آپ بالکل درست فرماتی ہیں بیگم صاحبہ! بات یہی ہے جو آپ نے
کی!"۔۔۔ لیکن میں نے یہ تقریر اس لئے کی تھی کہ مریض کے لئے ہر چیز
سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ خوش رہے لیکن معاف کیجئے میں دیکھتا ہوں
روحی صاحب بجھے بجھے سے رہتے ہیں۔ آرٹسٹ، شاعر، ادیب
بڑے حساس ہوتے ہیں۔ لہٰذا روحی صاحب کے حساس ہونے میں تو
مجھے ذرا بھی تعجب نہیں ہے۔ لیکن اس پہ ضرور ہے کہ اس قدر زیادہ
کیوں ہیں۔۔۔
نازلی یہ دریافت کرنے سے اپنے آپ کو نہ روک سکی۔
"کیا آپ نے کوئی خاص بات دیکھی ہے؟"
ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔
"بیگم صاحبہ! وہ بہت نڈھال اور افسردہ رہتے ہیں۔ کیوں! یہ میں نہیں
جانتا۔!"
نازلی نے اس طول کلام سے پریشان ہو کر کہا۔
"ڈاکٹر صاحب کیا میں ان سے مل سکتی ہوں؟"
انہوں نے جواب دیا۔
"ضرور ضرور، بارہ نمبر کمرے میں ہیں تشریف لے جائیے۔ کہئے تو میں
بھی ساتھ چلوں؟"
وہ بولی۔
"نہیں آپ کیوں تکلیف کریں گے۔ میں چلی جاتی ہوں!"

(۲۰)

ڈاکٹر صاحب سے پیچھا چھڑا کر سیدھی نرسنگ ہوم کے کمرہ نمبر ۱۲
بڑی۔ لیکن دروازے پر پہنچ کر ٹھٹک گئی۔ کوئی آہستہ آہستہ لیکن
آواز اچھی طرح سنی جا سکتی تھی نغمہ سرا تھا۔

عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

آواز زرانی کی تھی۔

وسٹ آرٹ کالج میں رہتی جہاں اپنی دیگر خصوصیات اور صفات
تھا وہاں نغمہ سرائی بھی خوب کرتا تھا۔ حسرت موہانی اور جگر مرادآبادی کا
سے تو اسے خاص اُنس تھا۔
کتنے دنوں کے بعد نازلی کے کانوں نے سنی تھی؟

اس رس بھری آواز میں سحر طرازی اب بھی تھی۔ لیکن وہ دبدبہ کہاں تھا؟ بیماری نے رونی کی آواز کو بھی بیمار کر دیا تھا!

نازلی اندر آئی۔ رونی بستر پر لیٹا تھا، اٹھ بیٹھا۔

آپ ——؟

نازلی دروازے سے آگے بڑھی۔ اس نے رونی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر زور دیتے ہوئے کہا۔

لیٹے رہیے۔

لیکن رونی نہ مانا۔ وہ بیٹھ گیا، اس نے کہا۔

"میں آپ کے استقبال کے لیے کھڑا ہونے کا حوصلہ رکھتا ہوں، آپ بیٹھنے بھی نہیں دیتیں۔ اتنی زبردستی تو نہ کیجیے!"

نازلی پاس ہی بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب آپ کی بہت شکایت کر رہے تھے!"

"میری شکایت؟ —— تاکہ میں ان کی شکایت نہ کروں؟"

نازلی نے پوچھا۔

"آپ کو ان سے کیا شکایت ہے؟"

رونی نے بے ساختہ کہا

"وہ ڈاکٹر تو بڑے اچھے ہیں لیکن باقونی بہت ہیں اور میں نہایت صبر اور سعادت مندی سے ان کی باتیں سنتا رہتا ہوں۔ بلکہ جب وہ رکنے لگتے ہیں، تو پھر کوئی بات چھیڑ دیتا ہوں، اور پھر ان کی طویل تقریر شروع ہو

...ہے۔

...نا ہی ہنسنے لگی۔

"...پ کی شرارت اب بھی نہیں گئی!"

...نے کہا۔

"...جانے دیجئے، شرارت خود بخود چلی جائے گی۔"

...نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا۔

"...کیے ...ی صاحب ایسی باتیں نہ کیجئے ——— کیا آپ کو مجھے صدمہ ...ی طرف آتا ہے؟"

...خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"...ی درست بھی ہیں اور اب تو محسن بھی۔ میری ایسی جرأت نہیں ... بتا دیجئے ڈاکٹر صاحب میری کیا شکایت کر رہے تھے؟"

...بتایا ———

...رے تھے ...ی صاحب بالکل ٹھیک ہیں۔ اگر مشغول اور ... روز میں اور زیادہ ٹھیک ہو جائیں گے اور پھر ... لگیں گے۔ اپنا کام جاری رکھ سکیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے ... دیکھتا ...ں وہ ہر وقت نڈھال اور افسردہ سے نظر آتے ...ی صاحب کیا یہ سچ ہے؟"

...واب دیا۔

...

...ں جیسا کچھ بھی ہوں نظر آ رہا ہوں، بتائیے

آپ کا مشاہدہ کیا ہے ؟"

وہ بولی۔

"میرے سامنے تو آپ خوش نظر آ رہے ہیں لیکن ابھی ابھی میں نے
آپ کی ایک چوری پکڑی ہے۔ اور اس سے ڈاکٹر صاحب کی شکایت کی
تصدیق بھی ہوئی ہے۔"

روفی نے ایک نظر نازلی پر ڈالی۔ پھر گویا ہوا۔

"وہ چوری بھی بتا دیجئے۔ آج تو عجیب عجیب انکشافات سے واسطہ
پڑ رہا ہے ---- جی !؟"

نازلی نے ذرا تامل کے ساتھ کہا۔

"ابھی جب میں آپ کے پاس آ رہی تھی تو دروازے کے پاس
کھڑی ہو گئی۔ میرے کانوں میں ایک نغمہ گونجا۔

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

اس نغمہ میں درد کی ٹیسیں تھیں، سوز کی خلش تھی، ایسا شعر کیوں
آپ کی زبان پر ؟"

روفی نے قدرے تبسم کر کے جواب دیا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ گنگنانے کو جی چاہ رہا تھا جو شعر یاد
وہی ہی باقی رہا ڈاکٹر صاحب کا انکشاف، سو اگر وہ درست بھی ہو تو
کا اس پہ بس کب ہے ؟"

نازلی نے اختلاف کرتے ہوئے اعتراض کیا۔

"کیوں نہیں ہے؟"

روفی نے قدرے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"ایک ہنستا ہوا آدمی اپنی ہنسی تو آسانی سے روک سکتا ہے لیکن ایک روتا ہوا آدمی اپنا گریہ مشکل سے روک سکتا ہے!"

نازلی نے پوچھا۔

"لیکن کوئی روئے کیوں؟"

روفی نے بڑی بے ساختگی کے ساتھ جواب دیا۔

"روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں رلائے کیوں؟"

نازلی ہنسنے لگی، پھر اس نے سوال کیا۔

"بے شک ہزار بار روئیے اگر کوئی رلائے ——— کون رُلاتا ہے

روفی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا۔

"درد دل کی نشان دہی آپ ہی کر سکتی ہیں۔ میں نہیں کر سکتا۔"

کہتے کہتے روفی کی آنکھیں جھک گئیں۔ وہ نازلی سے نظر نہ ملا سکا، اور یہی کیفیت نازلی کی بھی ہو گئی۔

عجیب بے تکی سی فضا قائم ہو گئی تھی۔ دونوں خاموش تھے اور خاموشی بڑھ رہی تھی، لیکن ڈاکٹر مستری نے اچانک تشریف لا کر یہ مشکل رفع کی اور دونوں کو اپنی باتوں میں الجھا لیا۔

(۱۲)

ڈاکٹر مستری بڑی دیر تک بیٹھے اور گپ شپ کرتے رہے۔ روحی
طور پر نازلی کے سامنے روحی کو ہر حالت میں خوش اور ہشاش بشاش رہنے
کی ہدایت کرنے آئے تھے۔ روحی نے انہیں چھیڑتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب کوئی ایسا انجکشن لگا دیجئے کہ ہمیشہ خوش رہا کروں
کوئی ایسی دوا تجویز کر دیجئے جو مجھے ہمیشہ ہشاش بشاش رکھے!"

ڈاکٹر نے قہقہہ لگایا اور فرمایا۔

"یقیناً ایک زمانہ ایسا آئے گا جب اسی طرح کے انجکشن بھی
ہو جائیں گے اور دوائیں بھی!"

روحی نے بڑی سادگی سے کہا۔

"اسی زمانے کا نہایت بے چینی کے ساتھ میں انتظار کر رہا ہوں

ڈاکٹر صاحب نے ارشاد فرمایا۔

"لیکن رومی صاحب وہ زمانہ ہماری اور آپ کی زندگی میں تو آئے
...ہی!"

رومی نے ویسی ہی سادگی اور سنجیدگی سے کہا۔

"پھر مجبوری ہے بات ــــــ عشق آخر عشق ہے تم کیا کرو ہم کیا
...!"

ڈاکٹر صاحب بے ساختہ چونک پڑے۔

"کیا کہا آپ نے رومی صاحب، عشق؟ اس موقع پر عشق کا کیا
...!"

رومی ہنسنے لگا۔

"جی ڈاکٹر صاحب، گھبرائیے نہیں عشق سے میرا مطلب ہے غم!"

ڈاکٹر صاحب اس جواب سے مطمئن ہو گئے۔ فرمایا۔

"انسان کی قوتِ ارادی سب کچھ کر سکتی ہے۔ ذرا تجربہ کر کے تو
...ب اگر فیصلہ کر لیں کہ خوش رہیں گے تو کیا مجال جو غم پھٹکے بھی
...ے پاس!"

...اس وقت ڈاکٹر صاحب سے شاید بحث کرنے پر تلا ہوا تھا۔

"...آدمی کی قوتِ ارادی بھی بیمار ہوتی ہے!"

...ب کے لئے بحث و گفتگو سے زیادہ دلچسپ مشغلہ خود اپنا

...جواب دینے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ اطلاع ملی

خان بہادر ابو محمد صاحب کا فون آیا ہے ۔ خان بہادر کسی زمانہ میں ...
ڈیپارٹمنٹ کے سیکریٹری رہ چکے تھے ۔ گو اب انہوں نے پنشن لے لی ...
لیکن ڈاکٹر صاحب ان کا ویسا ہی لحاظ رکھتے تھے ۔ لہذا فون کی اطلاع ...
ہی اٹھ کھڑے ہوئے ۔

"مسٹر روفی ذرا دیر کے لئے اجازت دیجئے !"

روفی نے بے دلی کے ساتھ کہا ۔

"جائیے ___ لیکن جلدی تشریف لے آئیے گا"

ڈاکٹر صاحب جاتے جاتے رک گئے ، پوچھا ۔

"کوئی کام ہے ؟"

روفی کو اندیشہ پیدا ہوا کہیں فون کو فراموش کر کے اسی وقت ...
بیٹھ جائیں ۔ اس نے بات بناتے ہوئے کہا ۔

"ڈاکٹر صاحب میں آپ کا ایک پورٹریٹ بنانا چاہتا ہوں ۔ ...
ہیں اتنا وجیہہ اور شاندار آدمی میری نظر سے آج تک نہیں گزرا"

ڈاکٹر صاحب خوش ہو گئے ۔ فرمایا ۔

"شکریہ !"

اور تشریف لے گئے ۔

(۲۲)

ڈاکٹر مستری اور رونی کے مابین گفتگو ہوتی رہی اور نازلی خاموش بیٹھی رہی اس نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ ان کے تشریف لے جانے کے بعد کہنے لگی۔

"رونی صاحب آپ کے ہنسنے کی کوشش سے ڈاکٹر مستری دھوکا کھا سکتے ہیں۔ میں نہیں کھا سکتی ہاں"

رونی ہنسنے لگا۔ اس نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"پہلے یہ بتائیے اتنے دن آپ کہاں رہیں ——— ؟"

نازلی نے طنز کرتے ہوئے کہا۔

"گویا آپ ہر روز میرا انتظار کرتے رہتے تھے ؟"

رونی نے اس طنز کا ذرا بھی اثر نہیں لیا۔ جواب دیا۔

"کرتا تو تھا! ہر وقت آہٹ پہ کان در پہ نظر رہتی تھی۔"

نازلی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ثبوت دیجیے، اگر آپ سچے ہیں؟"

روفی نے بے بسی کے ساتھ کہا۔

"سچا تو ہوں لیکن ثبوت کی بھی ضرورت پڑے گی یہ میں نے سوچا نہیں تھا!"

نازلی نے التفات کی نظر سے اسے دیکھا اور گویا ہوئی۔

"اچھا زیادہ پریشان نہ ہوئیے، میں ثبوت نہیں مانگتی!—— لیکن اپنے سوال کا جواب ضرور چاہتی ہوں!"

روفی کچھ سوچنے لگا۔ پھر کہنے لگا۔

"آپ نے کیا سوال کیا تھا مجھ سے؟"—— شاید یہ کہ میں مغموم کیوں رہتا ہوں؟"

نازلی نے اقرار میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں میرا یہی سوال تھا، اور آپ کو اسی کا جواب دینا ہے!"

بغیر کسی جھجک کے روفی نے کہا۔

"اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے!"

اس صاف گوئی پہ نازلی کو حیرت ہوئی۔ اس نے کہا۔

"لیکن میں تو جواب لے کر رہوں گی۔ اور آپ جانتے ہیں جب میں کسی بات کا تہیہ کر لیتی ہوں تو پھر——"

رومی مسکرانے لگا۔ اس نے کہا!

"جی ہاں خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ مجھ سے زیادہ اس حقیقت کو اور
کرا جانے گا! شاذر کے سارے ویرانِ تمام میں یہی ایک تجربہ تو مجھے
ہوا ہے جس میں کہ مس ہمیرا احمد لیاب رہتی ہیں!" ——— آپ نے تہیہ کر لیا تھا کہ
تو لامکان مجھے اپنا مرقع نہیں کھینچنے دیں گی۔ اور میں کچھ نہ کر سکا!"

نازلی نے ٹوکا۔

"پھر انعام کیسے مل گیا تھا آپ کو رومی صاحب؟"

رومی ہنسنے لگا۔

"خوب یاد رکھا اس واقعہ کو آپ نے! بہرحال وہ ایک مستثنیٰ واقعہ
ہے ورنہ آپ نے ویران جنگل میں، چلچلاتی ہوئی دھوپ میں،
دھار بارش میں، کس کس طرح مجھے ناکوں چنے چبوائے ہیں اور
نے اٹیچی کے تھیلے میں برش اور رنگ کی دنیا سمیٹے کس کس طرح
کے پیچھے دوڑا ہوں۔ اس کا جواب صرف میرے پاؤں کے
ہی دے سکتے ہیں!"

نازلی نے شوخ تبسم کے ساتھ کہا۔

"تو آپ شاعری کر رہے ہیں نہ ہوئے مجروح صاحب، ورنہ
کہہ ڈالتے آپ کے آبلۂ پا پہ!"

رومی نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"ہائے کہاں ہر گز کمبخت، بہرحال بڑا اچھا درست تھا!"

نازلی نے برجستہ کہا۔

بڑا اچھا احمق بھی تھا، وہ تو مجھے دعا دیجئے، ورنہ کلثوم نے اس کا کم از کم ایک آنکھ ضرور پھوڑ دی ہوتی! —— لیکن واقعی روفی صاحب اس شخص کے دلچسپ ہونے میں شبہ نہیں —— کیسی رونقیں رہا کرتی تھیں۔ کیسے جمگھٹ، کیسی مجلسیں، وہ زمانہ تو اب خواب وخیال ہو گیا! آپ کو دیکھ لیتی ہوں تو گذرا ہوا زمانہ پھر یاد آجاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم ڈاکٹر مستری کے نرسنگ ہوم میں نہیں، اخلاق صاحب کی لق ودق حویلی میں نہیں وہیں شاذو میں، گل کدے ہی میں بیٹھے ہیں۔ جیسے وہ بیتا ہوا زمانہ پھر واپس آگیا ہے جیسے وہ بھولی ہوئی یادیں پھر سے واقعہ بن گئی ہیں، جیسے زمانہ آگے بڑھنے کے بجائے اُلٹے قدموں پیچھے ہٹ رہا ہے۔

روفی غور سے نازلی کی باتیں سنتا رہا۔ پھر بولا:

"واقعی؟ —— سچ کہہ رہی ہیں آپ؟ کیا آپ کو شاذو سے گل کدے سے واقعی اتنی دلچسپی تھی؟ وہاں کے دوران قیام میں تو میں نے کبھی ایسا نہیں محسوس کیا!"

نازلی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا:

"وہاں تو واقعی میرا احساس اتنا شدید نہیں تھا لیکن وہاں سے نکل گئے تب یہ احساس ابھرنا شروع ہوا اور جب سے آپ تشریف لائے ہیں، نہ جانے یہ احساس کیوں اتنا شدید ہو گیا ہے!"

روفی نے قدرے متبسم ہو کر کہا۔

"شاید میری گزشتہ مظلومیت پر آپ کو ترس آرہا ہوگا!"
نازلی نے یہ بات رد کرتے ہوئے کہا۔

"بس اب اتنے زیادہ مظلوم بھی نہ بنیئے، ہمارے ہوسٹل بھر کو انگلیوں
ے میں نے ہی تو نچا رکھا تھا۔ جن مجروح صاحب کو آج ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں
ں یاد کیا جا رہا ہے اور جن کو بہت اچھے دوست ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا
ہے ان غریب کی بھی کیا گت، نہ بنی آپ کے ہاتھوں ــــ کہیئے
صاحب یہ باتیں بھی یاد ہیں آپ کو؟"

ادی نے پھر ایک ٹھنڈی سانس لی اور حسرت آمیز لہجہ میں کہا۔
"پھر مٹیئے اسی ذکر کو ــــ نہ سنا جائے گا ہم سے یہ فسانہ ہرگز!"

شیشہ و سنگ

کیا کیا ہوا ہے ہم سے جنوں میں نہ پوچھئے
اُلجھے کبھی زمیں سے کبھی آسماں سے ہم

(۱)

...ی کو نرسنگ ہوم سے آئے ہوئے ابھی صرف ایک دن گزرا تھا۔
...ے بہت اچھا تھا۔ ڈاکٹر مستری نے اسے چند ضروری احتیاطوں
...ہاری رکھنے کی اجازت دے دی تھی۔ آتے ہی اس نے پہلا
...ی کو از سرِ نو مرتب کر ڈالا۔ سارا دن اسی کام میں صرف ہو گیا۔
... اس نے کہا۔
...ے نرسنگ ہوم جانے کی تیاریاں شروع کر دیں؟"
...نے لگا۔ اس نے کہا۔
...ال فرض ہے!"
...رار کرتے ہوئے کہا۔
...کا ایسے فرض کی ضرورت نہیں۔ جائیے غسل کر آئیے

چاٹ سکے، لیے میں نے کہہ دیا ہے۔ پھر ذرا گھومنے چلیں گے!"

روفی نے کام ختم کیا اور باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب، جو حکم ہو!"

نازلی اور روفی ساتھ ساتھ مہمان خانے میں آ گئے۔ یہ روفی کا کمرہ تھا جس میں
وہ ٹھہرا تھا۔ نازلی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جلدی سے فارغ ہو جاؤ۔ نہا دھو کر، میں انتظار کر رہی ہوں۔ چائے
بھی یہیں آ جائے گی!"

ساتھ ہی غسل خانہ تھا۔ روفی غسل کرنے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد
نازلی اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ ٹہلتے ٹہلتے اسی میز کی طرف گئی جہاں روفی کی کچھ کتابیں
کچھ کاغذات، کچھ برش اور ناتمام تصویریں، کچھ نامکمل مرقعے بندھے ہوئے پڑے
تھے۔ وقت گزاری کے لیے نازلی نے انہیں الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کیا
نظر کی تصویریں تھیں۔ وہاں سے وہ ہٹنے ہی والی تھی کہ میز پر رکھے ہوئے
جیب سے ایک تصویر کا ذرا سا حصہ باہر نکلا ہوا نظر آیا۔ ہاتھ بڑھا کر اسے
تو اسی کی تصویر تھی اور غالباً بالکل تازہ۔ کیونکہ وہ اسی لباس میں بیٹھی دکھائی
جو زیب تن ہوئے تھی جس میں کہ پہلے دن کھینچی گئی تھی۔
بڑی دیر تک وہیں کھڑے کھڑے تصویر دیکھتی رہی۔ تصویر
تھی جیسی روفی کے موقلم سے توقع کی جا سکتی تھی۔ خطوط کا ابھار، اور
تیکھا پن، اور قطع وضع، جیب، انداز، ہر چیز ایک باکمال نقاش کی تخلیق معلوم
ہوتی تھی۔ تصویر کے نیچے پنسل سے ایک شعر لکھا ہوا تھا

یہ بھی آداب محبت نے گوارا نہ کیا
ان کی تصویر بھی آنکھوں سے لگائی نہ گئی

شعر ابھی اچھی طرح پڑھ بھی نہ سکی تھی کہ آہٹ سی ہوئی یہ محسوس کر کے دی آرہا ہے۔ جلدی سے تصویر کو وہیں رکھا اور پھر آ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ اتنے دی برآمد ہوا۔ اور اس کے آتے ہی نادرہ بھی چائے کی ٹرے لے کر آ گئی۔
وں نے اطمینان سے بیٹھ کر چائے پی۔ پھر نازلی نے کہا۔
"آئیے ذرا دولت پور کے مضافات کی سیر کر لیجئے چل کر!"
روفی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ساتھ ہو لیا۔ باہر کار تیار تھی۔ دونوں سامنے ٹ پر بیٹھ گئے۔ نازلی نے کار ڈرائیو کی۔ اور کئی میل تک چلنے کے بعد غ کے سامنے جا کر روکی۔ اور کار سے اترتے ہوئے کہا۔
"یہ ہمارا باغ ہے!"
فی نے کار کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔
"بہت شاندار ہے!"
زلی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔
"جب آپ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں تو بے ساختہ مجھے مجروح صاحب
تے ہیں"
فی نے ساتھ ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔
"ح صاحب کے خوش قسمت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ آپ انہیں
یں ___ لیکن اس وقت کیوں یاد آئے؟"

نازلی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ نے اس باغ کو صرف شاندار کہنے پر اکتفا کیا ——

اور مجروح ہوتا تو کیا کہتا!؟"

"ایک پھڑکتا ہوا شعر، ایک زوردار قصیدہ! —— بالآخر آپ بھی

شعر کہنا شروع کر دیجئے۔ ورنہ ایسے الفاظ نہ استعمال کیا کیجئے جن سے ا

مرحوم کی یاد آجایا کرے!"

"نہیں بھائی۔ بیچارے کو مرحوم نہ کہئے۔ ابھی اسے زندہ رہنا ہے۔

جانے کس کس سے عشق لڑانا ہے۔ سرد آہیں بھرنی ہیں۔ شب بیداری کا

ہے۔ اختر شماری سے جی بہلانا ہے۔ اب تک، اس نے زیادہ سے زیادہ

عشق کئے ہوں گے۔ ایک ہزار مرتبہ عشق کرنے سے پہلے اگر وہ مر گیا۔ تو

کیجئے قبر میں بھی اس کی پیٹھ نہیں لگے گی۔ اور روزِ حشر خدا سے وہ شکایت

کرے گا کہ کیوں اس قدر جلدی بلا لیا گیا؟"

نازلی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس نے کہا۔

"زمانہ کے ساتھ ساتھ آدمی بھی بدل جاتا ہے۔ اب مجروح

سنجیدہ ہو گئے ہوں گے۔ کسی سے شادی کر لی ہو گی۔ ممکن ہے ایک آدھ

باپ بھی بن گئے ہوں!"

روفی نے نازلی کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔

"سنجیدہ ہونا، شادی کرنا، ایک آدھ بچے کا باپ بن جانا تو

کام ہے لیکن مجروح صاحب کا نہیں ——"

نازلی پھر ہنس پڑی ۔

"تو کیا مجروح صاحب آدمی نہیں ہیں آپ کے نزدیک ؟"

رونی نے انکار میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جو آدمی ہے وہ مجروح نہیں ہو سکتا۔ جو مجروح ہے وہ آدمی نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں میں وہی فرق ہے جو زمین اور آسمان میں ہے!"

نازلی نے رونی کو ڈراتے ہوئے کہا۔

"کہہ دیجئے جو چاہے غریب کو، اگر کبھی ملاقات ہوئی تو یہ ساری باتیں آپ کی ایک ایک کر کے بتا دوں گی!"

"ایسا غضب بھی نہ کیجئے گا۔ ورنہ میری جان کو آجائے گا وہ ظالم!"

"لیکن وہ ہیں کہاں ؟"

"کچھ پتہ نہیں —— کئی خط لکھے مگر جواب ندارد —— ہوگا کسی دیوار کے سائے کے تلے میر —— !"

بڑی دیر تک رونی اور نازلی باغ کی گلگشت میں مصروف رہے۔ باغ میں ہر طرح کے پھول تھے۔ بعض تو بڑے نادر اور کمیاب، ایک تختۂ گل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رونی نے کہا۔

"کسی روز ذرا فرصت سے یہاں آئیے تو ایک تصویر بنا ڈالوں آپ کی، تختۂ گل بھی فخر کرے اپنی قسمت پہ!"

نازلی کچھ جھینپ سی گئی۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت دیر ہو گئی۔ گھر پہنچتے پہنچتے اندھیرا ہو جائے گا۔ آئیے چلیں!"

(۲)

حویلی پہنچتے پہنچتے دولت پور کو اندھیرے نے اپنی چادر میں لپیٹ لیا تھا۔ حویلی بجلی کے قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔ کار فراٹے بھرتی ہوئی حویلی کی طرف بڑھ رہی تھی کہ راستے میں گل بانو کا مکان نظر آیا۔ وہ اپنے شوہر سے باہر دروازے کے سامنے بیٹھی ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ گل باز خاں ایک چھوٹا سا ڈنڈا لیے کھیل رہے تھے۔ ذرا پرے ہٹ کر دو بڑی بڑی بھینسیں بندھی تھیں جنہیں رستم کی ماں چارہ کھلا رہی تھی۔ اور وہ ناند میں منہ ڈالے پورے انہماک کے ساتھ دم کے کوڑے سے مکھیاں بھگا بھگا کر دانے میں مصروف

نصیبن رونی نے کہا۔

"دیکھئے! یہ کنبہ کتنا خوش ہے ——— آپ ہی کی بدولت!"

نازلی نے اسٹیئرنگ پہ ہاتھ رکھے رکھے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! اور حضرِ طریقت کی بدولت بھی جو گمراہوں کو سیدھے راستے پہ لا کر
کھڑا کر دیتا ہے!"

اتنے میں حویلی آ گئی۔ دونوں ساتھ ساتھ کار سے اُترے۔ رومی اپنے
... خانے والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اور نازلی خوشی کا جھولا جھولتی تیز تیز سیڑھیاں
... لگی۔ اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ برآمدے میں اخلاق سگار منہ میں دبائے
... ہے۔ اسے دیکھ کر نازلی کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا۔ اس نے کہا۔
"ارے آپ آ گئے؟ بڑی دیر لگا دی۔ ہر روز انتظار رہتا تھا آپ کا!"
اخلاق نے اس خیر مقدم سے بظاہر کوئی خوشگوار اثر نہیں قبول کیا۔ وہ ویسے
... سگار منہ میں دبائے دبائے بولا۔
"... ال میں آ گیا —— کہاں گئی تھیں تم؟"
نازلی نے بے جھجک جواب دیا۔
"ذرا باغ تک سیر کرنے۔ رومی صاحب بھی ساتھ تھے!"
اخلاق نے اس طرح کھڑے کھڑے کہا۔
"... ہے وہ نرسنگ ہوم میں داخل ہو گئے تھے۔ ابھی ذرا دیر ہوئی خیریت
... آیا تھا ڈاکٹر مستری کا ——"
... ہنستے ہوئے کہا۔
"... ٹی بی کے مریض رہ چکے ہیں نا بیچارے۔ وہاں بارہ پندرہ دن
... حد تک ٹھیک ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر مستری نے چند معمولی احتیاطوں
... کی باقاعدہ اجازت دے دی ہے۔ ڈاکٹر مستری بڑے

اچھے آدمی ہیں۔ ان کی بہت مشکور رہوں۔ بڑی اچھی طرح دیکھ بھال کی انہوں نے رومی صاحب کی۔“

اخلاق برآمدہ کے ستون سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اور سگار کا دھواں اُڑا رہا تھا۔ اس نے کہا۔

”رومی صاحب کی صحت اگر ایسی تھی۔ تو انہیں ملازمت نہ کرنی چاہیئے تھی!“

نازلی سہم گئی، اس نے جواب دیا۔

”لیکن اب تو اچھے ہیں!“

اخلاق نے کچھ تامل کے ساتھ کہا۔

”لیکن مجھے شبہ ہے کہ وہ کام نہ کر سکیں گے ——!“

نازلی نے یہ شبہ رفع کرتے ہوئے جواب دیا۔

”کہہ تو رہی ہوں اب اچھے ہیں۔ ڈاکٹر نے کام کی اجازت دے دی ہے۔ اچھے تو پہلے بھی تھے اب زیادہ اچھے ہیں۔ صبح سے شام تک آپ کی کچہری سنوارتے رہے!“

ان باتوں سے اخلاق کی تشفی نہیں ہوئی۔ اس نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔

”شاید —— خیر دیکھا جائے گا، ہاں یہ گل بانو کا کیا معاملہ ہے“

نازلی کی تیوری چڑھ گئی۔

”گل بانو کا معاملہ کیا ہوتا؟“

روبیہ کہ اس کی گائیں بھینسیں ڈیری فارم سے خارج کر دی گئیں۔ اس کا شوہر
بھی برطرف کر دیا گیا!"

نازلی نے اقرار کر لیا۔

"ہاں! میں نے حکم دیا تھا!"

"حکم" کا لفظ سن کر اخلاق کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

"لیکن ڈیری فارم اور دوسرے کاروباری معاملات میں صرف ایک
آدمی کا حکم چل سکتا ہے اور ظاہر ہے وہ شخص میں ہی ہو سکتا ہوں!"
نازلی نے بات کو مذاق کے پیرایہ میں ٹالنے کی کوشش کرتے ہوئے
کہا۔

"لیکن میرا حکم تو نافذ بھی ہو گیا۔ —— گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر"
اخلاق نے اس دلچسپ جملہ سے کوئی لطف نہیں لیا۔ اس نے فیصلہ کن
لہجہ میں کہا۔

"میں نے منیجر صاحب کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ گل بانو کے شوہر کو ہمارا
نوٹس دے دیں۔"

نازلی تقریباً چیخ پڑی۔

"نوٹس کیسا؟ —— کس بات کا نوٹس؟"

اخلاق پھر ٹہلنے لگا۔ اس نے جواب دیا۔

"اگر یہ کنبہ ہمارے شرائط پر نہیں رہ سکتا تو دولت پور سے
چلا جائے۔ یہاں وہی رہ سکتا ہے۔ جو ہمارے احکام کی پابندی

کر سکے !"

نازلی نے ایک کرب کے ساتھ دریافت کیا۔

"گویا گگی بانو اور اس کے شوہر رستم کے لئے دو راستے ہیں یا تو وہ اپنا ذریعہ رزق آپ کے ڈیری فارم کے حوالے کر کے ملازمت کریں۔ ورنہ اپنے آبائی اور قدیمی وطن سے رخصت ہو جائیں؟"

بغیر کسی تکلف اور جھجک کے اخلاق نے کہا۔

"ظاہر ہے میرا مطلب یہی ہے اور یہی ہو سکتا ہے۔"

نازلی نے پوچھا۔

"گویا میرا فیصلہ، میرا حکم، ایک حرف غلط تھا۔ جسے آپ کے حکم نے آپ کے فیصلے نے مٹا دیا۔"

اخلاق نے تحمل اور بردباری کے ساتھ کہا۔

"اس قدر جذباتی نہ بن جایا کرو نازلی، اختیارات واحکام کے سلسلہ میں میرے اور تمہارے حدود الگ الگ ہیں۔ مجھے تمہاری حدمیں نہیں داخل ہونا چاہیئے تمہیں میرے حد میں داخل ہونے سے اجتناب کرنا چاہیئے!"

نازلی ایک بل کھاتی ہوئی ناگن کی طرح لہراتی ہوئی بولی۔

"لیکن ایک اور حد ہے، انسانیت کی، اسے جو توڑے کا ٹو کا جائے گا خواہ وہ کوئی ہو خواہ وہ — ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر!"

اخلاق نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ نازلی نے کہا۔

"بہر حال ایک بات کان کھول کر سن لیجئے —

اخلاق نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"میرے کان بھی کھلے ہیں اور آنکھیں بھی، —— کہو!"

نازلی کا چہرہ فرطِ غضب سے تمتما اٹھا۔ اس نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر میں یہاں ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتی۔ رگل بانو
ئب نے ازراہِ مراحمِ خسروانہ ۲۴ گھنٹہ کا نوٹس دیا ہے۔ لیکن مجھے اتنی مہلت
درکار نہیں۔ رگل بانو سے پہلے ہی یہاں سے رخصت ہو جاؤں گی——!"

اخلاق پھٹی پھٹی آنکھوں سے نازلی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا یہ روپ
نے آج تک نہیں دیکھا تھا، اس انداز گفتگو کا، —— خواہ وہ
کی کیوں نہ ہو —— تحمل اس کے لئے آسان نہ تھا۔ غصے سے
لگا لیکن اپنے پر قابو پاتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

نے بہت مختصر سا جواب دیا۔

نے آج تک کبھی بھی آپ سے لاطینی زبان میں گفتگو نہیں

یہ کہہ کر وہ تیزی سے اپنے کمرہ میں داخل ہو گئی۔

وقت تک اخلاق ہکا بکا کھڑا رہا! —— گویا وہ ہوا میں اڑ رہا
—— گویا زمین پاؤں تلے سے نکلی جا رہی ہے!

وہ اپنے آفس میں گیا۔ وہاں مینیجر صاحب رونق افروز تھے۔ ان

"دو سہاآپ نے منیجر صاحب، گگی بانو یا اس کے شوہر کو کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں !"

یہ کہہ کر اخلاق باہر نکل آیا۔ اور منیجر صاحب حدِ نظر تک تصویرِ حیرت بنے اسے دیکھتے رہے۔ کیونکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جس سختی اور درشتی سے انھوں نے رستم اور گگی بانو کے بارے میں اپنے حکم ناطق کی تعمیل پر زور دیا تھا۔ یہ لب و لہجہ اس سے قطعاً مختلف تھا یہ ایک شکست خوردہ کا لب و لہجہ تھا۔

بے ساختہ منیجر صاحب کے ذہن میں ایک سوال اُبھرا۔

"دو کیا نواب صاحب پٹ گئے بیگم صاحبہ کے ہاتھوں !"

اور وہ مسکرانے لگا۔ اور گنگنانے لگا۔

عشق از ہیں بسیار کرد ست؟

اخلاق وہاں سے رخصت ہو کر نازلی کے کمرہ میں پہنچا۔ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ نادرہ کی مدد سے نازلی اپنا سامان پیک کرا رہی ہے۔ کئی بنڈل تیار ہو چکے ہیں۔ اور باقی تیار ہو رہے ہیں۔ سارے کمرے میں ساریاں، جمپر، بلاؤز، پیٹی کوٹ اور دوسرے ملبوسات بکھرے پڑے ہیں۔ اخلاق آکر خاموشی کے ساتھ دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ اور یہ منظر دیکھنے لگا۔ نہ نازلی نے توجہ کی نہ نادرہ کچھ بولی۔ دونوں اپنے کام میں لگے رہے۔

اخلاق نے سرگوشی کے لہجہ میں کہا۔

"نازلی ——"

نازلی نے سر اُٹھائے بغیر اپنے کام میں مصروف رہتے ہوئے کہا۔

"فرمائیے ——

اخلاق نے پوچھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

نازلی نے جواب دیا۔

"میں نے جو کہا تھا۔ جو آپ دیکھ رہے ہیں!"

اخلاق نے اور زیادہ نرم لہجہ میں کہا۔

"تم اس قدر جلد مشتعل ہو جاتی ہو۔ یہ آج معلوم ہوا"

اس نے اسی طرح اپنا سامان پیک کرتے ہوئے کہا۔

"آپ اتنے پست انداز میں بھی اپنے زیردستوں کی قسمت کا فیصلہ کر

اور انہیں جلاوطن کر سکتے ہیں۔ یہ افسوس ناک اور جگر خراش حقیقت بھی

طور پر مجھے ابھی تھوڑی دیر پہلے معلوم ہوئی!"

اخلاق اس کے پاس آ کر فرش پہ بیٹھ گیا۔

"کیا ہم میں صلح نہیں ہو سکتی؟"

نازلی نے اس کی طرف دیکھے بغیر تیکھے انداز میں کہا۔

"بالکل نہیں!"

اخلاق نے وہ بنڈل جو نازلی کے ہاتھ میں تھا اپنی طرف گھسیٹتے ہوئے

"اگر میں اپنا حکم واپس لے لوں تو بھی نہیں؟"

تھوڑی دیر کے بعد نازلی نے اب اس کی طرف دیکھا۔

"یعنی ——— ؟"

اخلاق نے وہی الفاظ دہرائے جو ابھی تھوڑی دیر پہلے نازلی نے کہے تھے۔

"میں لاطینی میں گفتگو نہیں کر رہا ہوں!"

نازلی کے ہونٹوں پر خفیف سا تبسم اُبھرا۔ اخلاق نے کہا۔

"بگن بالند اور اس کے شوہر کو کوئی نوٹس نہیں دیا جائے گا!"

نازلی کا چہرہ پھول کی طرح کھل اُٹھا۔

(۳)

بظاہر نازلی اور اخلاق میں صلح ہو گئی ۔ لیکن اس صلح کی بنیاد بہت کمزور تھی
ایک بات پر اڑ گئی تھی ۔ اخلاق صرف نگی بانو کی حد تک بہت سے مصالح
نظر رکھ کر صلح پر مجبور ہو گیا تھا ۔ لیکن یہ صلح اصولی نہ تھی یعنی اخلاق نے نازلی
تسلیم نہیں کیا تھا کہ وہ اس کے معاملات میں مداخلت کر سکتی ہے ۔ اس
باریکی دخل دے سکتی ہے ۔ اس کی سرگرمیوں میں مخل ہو سکتی ہے ۔
فیصلوں اور نظریوں کے عمل درآمد میں رکاوٹ بن سکتی ہے صرف
ریات ، ایک انفرادی معاملہ سمجھ کر اخلاق نے صلح کر لی تھی ۔
عرصہ تک تو نازلی اس غلط فہمی میں مبتلا رہی کہ اس نے اصل فتح حاصل
بہت جلد اس خود فریبی کی حقیقت اس پر واضح ہو گئی ۔ شروع
اخلاق کو صرف ایک شوہر کی حیثیت سے ، ایک عاشق کی حیثیت

سے، ایک آرٹسٹ کی حیثیت سے دیکھا تھا۔ اور ان حیثیتوں میں سے کوئی
حیثیت بھی اس کے لیے غیر پسندیدہ نہیں تھی۔ لیکن جب ایک انسان کی حیثیت
سے دیکھنا شروع کیا تو آنکھیں کھل گئیں اور وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئی کہ ایک
انسان کی حیثیت سے اخلاق کتنا پست انسان ہے؟ ملازموں کے ساتھ
اس کا آقایانہ سلوک، کاشتکاروں کے ساتھ اس کا بے دردانہ رویہ۔ ڈیری
فارم کے مزدوروں کے ساتھ اس کی سفاکانہ روش اور اس سے بڑھ کر یہ
کہ جلب منفعت کے لئے کاروبار کی ترقی کے لئے زیادہ سے زیادہ دولت
جمع کرنے کے لئے نہ بے ایمانی میں تامل، نہ جھوٹ اور فریب سے تکلف،
اس امید پر کہ دس ہزار کا منافع ہوگا۔ دو ہزار، تین ہزار، چار ہزار، پانچ
ہزار تک بے دریغ بطور رشوت، بطور نذر، بطور کمیشن دے دینے میں
بیباک، نہ ماتھے پر بل۔ نہ جبیں پہ شکن، لیکن اگر کوئی مزدور دس روپے
پیشگی مانگ لے تو صاف انکار، کوئی ملازم اضافۂ تنخواہ کا مطالبہ کرے
گشتنی اور گردن زدنی، کوئی ورکر وقت مقررہ سے دو گھنٹے زیادہ کام
اور کتنے ہی دن تک کرے۔ تو بھی اسے نہ اوور ٹائم مانگنے کی ہمت نہ
دے دینے کا حوصلہ کسی نوکر سے زیادہ نہیں دو چار روپے کا بھی نقـ
ہو جائے تو درج حساب، کوئی فقیر دست طلب دراز کرے تو ای
دربانوں کی شامت آجائے۔ دور کے غریب اور خستہ حال عزیز
امداد کے طالب ہوں تو نہایت تہذیب لیکن پورے استقلال کے
معذرت۔ قومی، ملی، ملکی، وطنی، مذہبی اداروں کے کارکن اور منتظ

...یا کریں درخواست کریں۔ دریوزہ گروں کی طرح بھیک مانگیں لیکن تحریری مقفل
...بت پور میں ایک مسجد عرصہ سے نامکمل حالت میں پڑی تھی۔ یہاں کے غریب باشندے
...آباد تو رکھ سکتے تھے، لیکن اس کی تکمیل کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اخلاق روز
...ہوے گذرتا تھا۔ لیکن کبھی یہ خیال نہ آیا کہ تھوڑے سے روپے خرچ کر کے
...مکمل کرا دینا چاہیئے۔ اتفاق کی بات ایک روز صبح کے ناشتہ کے بعد،
...خلاق اور نازلی اپنی کوٹھی کے برآمدے میں بیٹھے تھے۔ اخلاق اخبار دیکھ رہا تھا
...نازلی اپنے البم پر نظر ثانی کر رہی تھی۔ اتنے میں دربان آیا۔ اس نے
...کیا۔

"مولانا صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں؟"
اخلاق نے اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا۔
"یہ کون بزرگ ہیں؟"
دربان نے بتایا۔
"دولت پور کی مسجد کے نئے امام صاحب، پرانے امام صاحب تو مر گئے
...مہینے! ——— شاید سلام کرنے حاضر ہوئے ہیں۔ پرانے امام صاحب
...بھی سلام کرنے حاضر ہوا کرتے تھے۔"
اخلاق نے سگار کا ایک زوردار کش لگایا۔
"یہ لوگ دوسروں کے وقت کی قدر کرنا بالکل نہیں جانتے۔ خیر بھیج دو"
دربان چلا گیا۔ ذرا دیر میں ایک صاحب تشریف لائے۔ عمر کوئی ۲۰۔۲۲
...سر پر رشتی کمانی ٹوپی۔ شیروانی زیب بدن، خوبصورت سی سیاہ داڑھی،

اخلاق نے مولانا کو آتے دیکھا تو مسکراتے ہوئے نازلی سے کہا۔

"روشن خیال مولانا معلوم ہوتے ہیں!"

نازلی بھی مسکرانے لگی۔ اتنے میں مولانا صاحب تشریف لے آئے۔ اور آتے ہی انہوں نے اسلام علیکم کا نعرہ لگایا۔ اخلاق مولانا کی آواز کا کرارا پن محسوس کر کے اور ان کی وضع قطع دیکھ کر متحیر ہو گیا۔ ایک بیچارے مرحوم امام تھے، جو ہمیشہ بھیگی بلی بن کر آتے تھے۔ پھٹے پرانے کپڑے، سر جھکا ہوا، آنکھ میں رعشہ۔ صورتِ سوال، کبھی دو روپے مل گئے تو پھول کی طرح کھل گئے۔ حویلی کا پرانا دستور تھا کہ امام مسجد کو دو وقتہ کھانا دیا جاتا تھا۔ بیچارے کھانے سے پہلے اس خاندان کے لئے دعائے خیر و برکت اور ترقی و عمر و اقبال کا سلسلہ جو شروع کرتے تو کھانے کے بعد تک جاری رکھتے۔ اور ایک یہ نئے مو صاحب تھے جو اپنے پیش رو سے بالکل الگ نظر آتے تھے۔ لیکن تھے بہر حال حویلی کے نمک خوار، لہٰذا برتاؤ میں رکھ رکھاؤ ضروری تھا۔ اخلاق نے ذرا گرم جوشی کے ساتھ جواب دیا۔

"وعلیکم اسلام مولانا۔ آئیے تشریف لائیے!"

مولانا آگے بڑھ کر برابر کی کرسی پر بیٹھ گئے۔ یہ گستاخی اخلاق کو ناگوار ہوئی مگر نہ اتنی کہ اس پر احتجاج ضروری ہوتا، چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ اخلاق نے کہا۔

"کہئے مولانا خیریت تو ہے؟"

مولانا نے جواب دیا۔

"الحمدللہ خیریت سے ہوں ۔"

اخلاق نے پوچھا۔

"کھانا آپ حویلی میں آکر کھاتے ہیں یا مسجد میں پہنچ جاتا ہے ؟"

مولانا کی تیوری چڑھ گئی ۔ انہوں نے جواب دیا۔

"نہ یہاں آتا ہوں نہ مسجد میں پہنچتا ہے !"

اخلاق کچھ خفیف سا ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"تعجب ہے —— ابھی معلوم کرتا ہوں یہ کیا بے ہودگی ہے ؟"

مولانا نے سوال کیا۔

"کس کی بے ہودگی نواب صاحب ؟"

اخلاق نے کہا۔

"آپ کو کھانا کیوں نہیں ملتا ؟"

مولانا نے پوچھا۔

"کیوں ملے ؟ —— کیا میں فقیر ہوں ۔ مفت کا کھانا میرے منصب
کی شان ہے ۔ نہ آپ کے لئے یہ زیبا ہے کہ لوگوں کو مفت خورا

عجیب و غریب انداز دیکھ کر اور یہ عجیب و غریب بات سن کر اخلاق
گیا ۔ قبل اس کے وہ کچھ کہے ۔ مولانا نے کہا۔

"یہاں نماز پڑھاتا ہوں ۔ قرآن کا درس دیتا ہوں ۔ اسوۂ نبی کریمؐ
لیکن اس لئے تو نہیں کہ آپ کی روٹیاں توڑ دوں ؟ مجھے پچاس

روپے تنخواہ کے ملتے ہیں۔ فی الحال یہ رقم میرے لئے کافی ہے، اس لئے کہ
مجھ پر کسی کا بوجھ نہیں ہے۔ جس روز یہ رقم ناکافی ہو گی استعفا دے کر
چلا جاؤں گا!"

اخلاق کی پیشانی پر یہ باتیں سُن کر پسینہ آ گیا۔ ایسی بیباک گفتگو اور ایک
مُلّا؟ ملائے مسجد؟ اس نے پہلو بدلا۔

"میرے دل میں آپ کی عزّت بڑھ گئی۔ واقعی عالمانِ دین کو ایسا ہی ہو
چاہئے ——— لیکن اس وقت آپ کی زحمت فرمائی کا سبب؟"

اخلاق کو توقع تھی کہ مولانا صاحب کہیں گے یونہی سلام کرنے حاضر ہو
تھا۔ لیکن مولانا نے فرمایا۔

"دولت پورہ کی مسجد نامکمل ہے۔ اسے مکمل کرا دیجئے!"

یہ برجستہ مطالبہ ایسا تھا جو اخلاق کو چکرا دیتا۔ کئی منٹ تک
اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے۔ اسے خاموش دیکھ کر مولانا نے کہا۔

"نواب صاحب آپ کے جدِ امجد کئی سو برس پہلے یہاں تشریف لا
تھے۔ لیکن ان کا انتقال ہوا، پھر ان کے بیٹے نے ان کی جگہ لی۔ یہاں تک کہ
کے والد بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ ان کے جانشین کی حیثیت
سے موجود ہیں۔ بہرحال ایک دن آئے گا جب آپ کو بھی یہ دنیا چھوڑ
پڑے گی۔ اور جس طرح آپ کے اجداد خالی ہاتھ گئے تھے آپ بھی
ہاتھ جائیں گے۔ یہ جاگیر، یہ جائداد، یہ کارخانے، یہ حویلی، یہ کو
یہ بینک بیلنس، کوئی چیز آپ اپنے ساتھ نہ لے جا سکیں گے

سب چیزیں دوسروں کے کام آئیں گی۔ تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اس گھڑی کے
آنے سے پہلے آپ کوئی نیک کام کر لیں۔ یہ حویلی آپ کے ساتھ نہیں جائے
اور عالم آخرت میں آپ کی کوئی مدد کر سکے گی۔ لیکن اگر آپ خدا کا گھر بنا دیں
تو سوچئے یہ کتنا بڑا کام ہوگا اور وہاں کتنا کام آئے گا آپ کے —— ؟"

اخلاق کے چہرے کا رنگ تیزی سے بدل رہا تھا لیکن مولانا بے پروائی کے
محو تکلم تھے۔ انہوں نے فرمایا۔

"خدا نے آپ کو بہت کچھ دیا ہے۔ آپ خاندانی نواب ہیں۔ رئیس ابن
رئیس ہیں۔ آپ کے پاس موٹریں ہیں، دولت ہے۔ مکانات ہیں۔ جائداد
ہے۔ نہ بھولئے کہ جس خدا نے یہ سب کچھ آپ کو دیا ہے وہ چھین
سکتا ہے لیکن اگر اپنے مصارف میں ایک مد امور خیر کی بھی آپ رکھ لیں
تو پھر آپ مزید فضل خداوندی کی توقع کر سکتے ہیں!"

اخلاق کا پیمانہ صبر لبریز ہو چلا تھا۔ اس نے غصہ کو دباتے ہوئے تلخ
لہجہ میں کہا۔

"جناب مولانا صاحب، آپ نے تو وعظ شروع کر دیا۔ برمحل وقت د
... یہ میرا گھر ہے مسجد نہیں ہے!"

مولانا نے بغیر کسی جھجک کے جواب دیا۔

"جی ہاں یہ آپ کا گھر ہے لیکن زمین کا ہر حصہ مسجد ہے۔ مسجد ایک مخصوص
عمارت کو نہیں کہتے۔ جہاں خدا کا نام لیا جائے، خدا کا سجدہ کیا جائے

اخلاق نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"تو مصلّا بچھوائیے ناں نماز بھی پڑھ لیجئے!"

مولانا نے فرمایا۔

"شکریہ! لیکن یہ نماز کا وقت نہیں ہے!"

اخلاق اور زیادہ چراغ پا ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"میں بہت مصروف ہوں کیا آپ مجھے اجازت دیں گے ——"

مولانا نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"بہتر! آپ کام کیجئے، لیکن میری گزارش کا جواب کیا ہے یہ بھی تو

ہو؟ اگر اس کار خیر کی ہمت آپ کر ڈالیں تو میں دعا دوں گا اور خدا اجر د

گا، ورنہ پھر ——

اخلاق نے قطع کلام کرتے ہوئے پوچھا۔

"ورنہ کیا ہوگا یہ بھی بتا دیجئے ——!"

مولانا نے ارشاد فرمایا۔

"ورنہ مسجد تو بہر حال بنے گی، بن کر رہے گی!"

اخلاق اپنا تبسم نہ ضبط کر سکا۔

"کس طرح؟ —— کیا آپ اپنے خزانہ عامرہ سے یہ کارنامہ

دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں؟"

مولانا صاحب نے کے لئے کھڑے ہو چکے تھے۔ انہوں نے ویسے

ہی کھڑے کھڑے کہا۔

"اس طنز کا جواب میں نہیں دینا چاہتا، لیکن مجھ جیسے بہت سے مفلس
یقیناً خزانہ جمع کر سکتے اور اسے خدا کے راستے میں خرچ کر سکتے ہیں!"
اخلاق نے قہقہہ لگایا۔

"تو پھر جلد از جلد اس تدبیر پر عمل کر ڈالیے ـــــ واقعی تجویز معقول
اس طرح آپ فائدے میں رہیں گے۔ شاید آپ کی ایک شاندار
بھی ہو جائے ـــ"

یہ کہہ کر اخلاق نے پھر ایک قہقہہ لگایا اور اخبار ہاتھ میں لے، سگار
دبائے اوپر آفس میں چلا گیا۔

نازلی نے اب تک مولانا اور اخلاق کی گفتگو میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔
نے کہا۔

"مولانا صاحب کیا کارِ خیر میں عورتیں بھی حصہ لے سکتی ہیں؟"
مولانا غصے سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ بھرائی ہوئی آواز میں

"کیوں نہیں؟ ہر کلمہ گو حصہ لے سکتا ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت،
حقوق و فرائض میں جب مرد اور عورت کو مساوی درجہ دیا ہے
نظام دینی میں وہ تفریق کیسی طرح گوارا کر سکتا ہے؟"
اٹھتے ہوئے کہا۔
"تو ٹھہریئے میں ابھی آئی!"
ویسے ہی کھڑے رہے۔ ذرا دیر میں نازلی واپس آگئی۔ اسی

نے سو سو کے پانچ نوٹ مولانا کی طرف بڑھائے اور گویا ہوئی۔
یہ میری طرف سے قبول کیجئے ——— اور اگر دوسرے ذرائع سے
آپ سرمایہ فراہم کر سکتے ہیں تو ضرور کیجئے۔ مسجد واقعی بن جائے گی۔ نواب
صاحب سے توقع بیکار ہے!"
مولانا اتنے برہم تھے کہ انہوں نے نوٹ تو قبول کر لئے لیکن شکریہ بھی
نہ ادا کر سکے۔ السلام علیکم کہہ کر چلے گئے۔
مولانا کے جانے کے بعد نازلی پھر اپنے البم کی طرف متوجہ ہو گئی
اتنے میں اخلاق باہر جانے کے لئے اوپر سے نیچے آیا اور نازلی سے پوچھ
"وہ ملا ٹل گیا؟"
نازلی نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر حقارت کی کیفیت
ہوئی۔ پھر وہ بولی۔
"شاید آپ مولانا صاحب کو پوچھ رہے ہیں؟ ——— جی ہاں وہ گئے"
اخلاق نے پھر سے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔
"نہ جاتے تو کچھ لے کر جاتے"
نازلی تلخ لہجہ میں گویا ہوئی۔
"بہر حال وہ عالم دین ہیں اور احترام کے مستحق!"
اخلاق کو پھر ہنسی آگئی۔
ایسے ٹگر گدے اور بھیک منگے نہ جانے صبح سے شام تک کتنے
رہتے ہیں۔ یہ صرف پیسہ کے بندے ہیں، کسی احترام کے سزاوار نہیں

نازلی اُلجھ پڑی -

"لیکن وہ اپنے لئے تو کچھ مانگنے نہیں آئے تھے - خود دار اتنے ہیں کہ
پ کے ہاں کا کھانا بھی نہیں کھاتے ،——"

"جی ہاں کھانا نہیں کھاتے ، لیکن روپیہ بٹورنے تشریف لے آئے ۔"

"مسجد ہی کے لئے تو —— آخر آپ اس نامکمل مسجد کو مکمل کیوں نہیں
را دیتے ؟"

اخلاق پر جیسے آج ہنسی کا دورہ پڑ رہا تھا - اس نے پھر ایک قہقہہ لگایا
"مسجد کی ضرورت ہی اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی اور اگر ہے بھی تو
یہ کار خیر کیوں کروں ، دوسرے مسلمان صاحبان کیوں نہیں جوش
ی کا ثبوت دیتے ؟ —— اس طرح کے ڈھونگ میں حصہ لینے کے
میرے پاس روپیہ نہیں ہے - آج ایک مسجد بنوا دوں ، کل ایک یتیم خانہ
دوں - پرسوں ایک خانقاہ تعمیر کرا دوں ، نا بابا اپنے بس کا روگ
——"

لی نے خاموشی اختیار کر لی - اور پھر اپنے البم کی طرف متوجہ

اق چلا گیا - جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا وہ اسے
اور نفرت کی نظر سے دیکھتی رہی -

(۴)

اخلاق کے کردار و سیرت کے جو نمونے نازلی کی نظر سے ہر روز گزرتے
رہتے تھے۔ انہوں نے اس کے دل میں اب دولت پور، حویلی۔ اور اخلاق
کے خلاف ایک عجیب طرح کی بیزاری اور نفرت کی صورت اختیار کر لی تھی
وہ سخت ترین ذہنی کشمکش کے دور سے گزر رہی تھی۔ بعض دفعہ تو ایسا ہو
کہ رات رات بھر نیند نہ آتی۔ وہ اکثر سوچا کرتی۔

میرا نباہ ایسے شخص سے کب تک ہو سکے گا؟
فطرت، سیرت، اور کردار کا یہ اختلاف جو ہمالیہ پہاڑ کی طرح ر
بدن اونچا ہوتا چلا جا رہا ہے کیا گل کھلائے گا؟ —— کیا انجام ہو
اس کا؟ ——

کیا ہم دونوں اسی طرح ایک دوسرے سے دور ہوتے

ئیں گے ؟"

کیا ہم دونوں میں سمجھوتہ نہیں ہو سکتا ؟

نہیں سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ سمجھوتہ ذاتی معاملات میں ہو سکتا ہے۔
لی معاملات میں نہیں ہو سکتا۔

اگر اشفاق کا برتاؤ میرے ساتھ اچھا نہ ہوتا۔ وہ کسی اور سے محبت
لگتا۔ وہ کسی دوسری عورت سے شادی کر لیتا تو میں سمجھوتہ کر سکتی تھی۔
ہیں برداشت کر سکتی تھی۔ لیکن میں اس مساوات، رحم، عفو اور رواداری
ن رکھتی ہوں، جو اسلام کا خاص عطیہ ہے۔ دنیا کے انسانیت کے
لیکن ہماری اس حویلی میں سب کچھ ہے مگر ان چیزوں کا گزر نہیں۔ اگر
زم ہوں یا ڈیری فارم کے مزدور، یا دولت پور کے کسان اور کاشتکار
پر ظلم ہوتا ہے۔ کسی کے ساتھ رعایت نہیں کی جاتی۔ کسی کو
ہیں سمجھا جاتا ——— کیا میں سمجھوتہ کر لوں کہ یہ سب کچھ جائز
سے ہے ؟"

فاق صاحب، میرا جیب خرچ بند کر دیجئے، مجھے ایک ایک پیسہ کو
شاید میں یہ طرزِ عمل برداشت کر لیتی۔ لیکن اپنی آنکھوں سے
کہ ڈیری فارم کی پیداوار میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ اور دام خالص
کئے جاتے ہیں۔ پھر اس پہ اکتفا نہیں کیا جاتا۔ بلیک مارکیٹ بھی
پھر اس پر بھی قناعت نہیں ہوتی۔ غلط سلط بل، بڑھی چڑھی
ساتھ رشوت دے دے کر وصول کئے جاتے ہیں۔ اور خوشی

منائی جاتی ہے کہ "انتہائی نفع" ہوا ۔۔۔۔ کیا میں سمجھوتہ کر لوں اور یقین کر لوں
کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے درست ہے / بجا ہے ؟

آخر سمجھوتہ کی صورت کیا ہے ؟

کس بات پر سمجھوتہ کیا جائے ؟

نہیں یہ ناممکن ہے، سمجھوتہ نہیں ہو سکتا ؟

پھر کیا ہو گا ؟

کیا زندگی کا قافلہ اسی طرح ایک نامعلوم منزل کی طرف چلتا رہے گا ؟

کیا بے بسی کے ساتھ میں اس قافلہ میں شریک رہوں گی ؟

کیا میں کچھ نہیں کر سکتی ؟

کیا میری قسمت پہ مہر لگ چکی ہے ؟ اور مجھے قسمت پہ شاکر ہو کر بیٹھ
جانا چاہیئے ؟ ۔۔۔۔ کیا لڑوں ! لیکن

اگر نہیں، اور یقیناً نہیں تو پھر میں کیا کروں ؟
لڑ کر کیا کروں گی ؟ ممکن ہے اس طرح حالات اور زیادہ نازک اور بدصورت
اختیار کر لیں ۔ کسی طرح کا حسب دل خواہ نتیجہ تو نہیں نکل سکتا ۔

آخر کیا کروں ؟

پھر ؟ ۔۔۔۔ پھر ؟ ۔۔۔۔ پھر ؟ ۔۔۔۔

اس ہر وقت کی ذہنی کشمکش سے کس طرح نجات حاصل کروں ؟
کچھ سمجھ میں نہ آیا ۔ آخر وہ اٹھی اور اپنی پکچر گیلری میں پہنچ گئی ۔ جہاں وانی
نہایت انہماک کے ساتھ اپنے کام میں مصروف تھا ۔ اس نے دروازے
پر کھڑے کھڑے پوچھا ۔

"کیا ہو رہا ہے روفی صاحب ؟"

روفی نے نظر اٹھا کر دیکھا تو نازلی کھڑی مسکرا رہی تھی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"آئیے تشریف لائیے!"

نازلی اندر آ گئی اور اس کی میز کے سامنے کھڑی ہو کر بولی۔

"لیجئے آ گئی، کیا حکم ہوتا ہے ؟"

روفی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھیے!"

نازلی کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ آپ کا حکم تھا؟"

اس نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں مودبانہ گذارش!"

نازلی نے اسے سگریٹ پیتا دیکھ کر ٹوکا۔

"پھر آپ نے یہ حرکتیں شروع کر دیں؟ ——— ڈاکٹر مستری نے [illegible] منع کیا تھا!"

روفی نے ایک کش لگایا اور کہا۔

"ڈاکٹر مستری نے فرمایا تھا۔ ۲۴ گھنٹے میں دس سگریٹ سے زیادہ نہ [illegible] اس ہدایت پر سختی سے عمل کر رہا ہوں!"

نازلی نے الجھتے ہوئے کہا۔

"آخر کیا مزہ آتا ہے آپ کو اس سگریٹ بازی میں ——— ؟"

رومی نے پھر ایک کش لگایا اور جواب دیا۔

"جو لوگ نہیں پیتے وہ بڑی حسرت سے یہ سوال کیا کرتے ہیں!"

نائنہ لی کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بولی۔

"حسرت سے سوال کیا کرتے ہیں۔ گویا خود ان کا جی چاہتا ہے پینے کو ۔۔۔۔؟"

رومی نے بڑی بے پروائی سے کہا۔

"ماہرینِ نفسیات کا قول تو یہی ہے!"

نائنہ لی منہ بنا کر بھولی بولی۔

"میں تو کبھی نہ پیوں۔ مجھے تو اس کے دھوئیں سے چکر آنے لگتے ہیں!"

رومی نے آخری کش لگا کر سگرٹ کو ایش ٹرے میں رگڑتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں سبزی خور لوگ جب تک گوشت نہیں کھاتے اسے دیکھ دیکھ کر بیچاروں کا جی متلایا کرتا ہے لیکن جب ایک مرتبہ کھا لیتے ہیں تو پھر بغیر اس کے لقمہ نہیں توڑتے ۔۔۔۔ بڑا جواب نہ بولئے!"

نائنہ لی پھر ہنس پڑی۔ کہنے لگی۔

"آج تو آپ کی طبیعت بہت حاضر ہے؟"

رومی واقعی اس وقت بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"اس جرم کا اقرار کرتا ہوں۔ آج واقعی میری طبیعت بہت خوش

ہے!"

نازلی نے سوال کیا۔

"مگر کس بات پر؟ یہ بھی تو بتائیے!"

روفی نے میز کی دراز کھولی اور کہا۔

"بتاتا کہ کیا کروں، دیکھ لیجئے!"

یہ کہہ کر اس نے ایک تصویر نکالی۔ یہ نازلی کی تصویر تھی جو کئی دن ہوئے اس نے نشاط باغ میں تختہ گل پر اسے بٹھا کر اپنے موقلم سے بنائی تھی۔ یوں تو اس کے نقوش و خطوط میں ہمیشہ ایک خاص قسم کی رعنائی اور تازگی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن اس مرقع کے بنانے میں تو اس نے اپنا سارا ہنر صرف کر دیا تھا۔

نازلی تصویر دیکھنے میں محو تھی۔ روفی نے کہا۔

"مجھے حیرت ہے کہ اتنی اچھی تصویر میں نے کس طرح بنا لی؟ ——"

نازلی نے تصویر کو ہاتھ میں لئے سر اٹھایا اور ایک عجیب و تفکر انداز میں کہا۔

"شاید صورت گر سے زیادہ صورت کا کمال ہے!"

اور یہ کہتے کہتے وہ جھینپ سی گئی۔ روفی نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"جو بات میں نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ آپ نے کہہ دی۔ واقعی یہی بات ہے کہ اور کی تصویر اس طرح کی نہیں بن سکتی۔ کم از کم میرے موقلم سے!"

نازلی اب تک کچھ جھینپی جھینپی سی تھی۔ اس نے کہا۔

"اب آ گئے آپ شاعری پہ؟ کئی دفعہ کہہ چکی ہوں کہ مجروح صاحب کے حق پہ ڈاکہ نہ مارا کیجئے۔ وہ اگر آپ کی طرح آرٹسٹ بننے کی کوشش کریں تو کتنا بُرا لگے گا آپ کو، پھر آپ ان کی سرحد میں قدم کیوں رکھتے ہیں؟"

روفی ہنسنے لگا اور گویا ہوا،

"آپ نے بڑی جلدی فیصلہ کر دیا ——— مجروح صاحب نے آرٹسٹ بننے کی کوشش کی تھی۔ موسیو اندرے کے کالج میں اس نے داخلہ کیوں لیا تھا؟ مگر کیا آپ کہہ سکتی ہیں کہ میں نے بُرا مانا تھا؟ پھر میرے شاعر بن جانے پر اسے اعتراض کا کیا حق ہے

آپ بھی جانتے ہیں میں بھی جانتی ہوں، موسیو اندرے اور کالج کا ہر فرد جانتا تھا کہ وہ ———

روفی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

سیکھے تھا مہ رخوں کے لئے وہ مصوری
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے

شاید آپ یہ کہنا چاہتی تھیں۔"

نازلی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جی ہاں میرا یہی مطلب تھا ——— لیکن روفی صاحب مذاق بر
واقعہ یہ ہے کہ آپ نے غضب کی تصویر بنائی ہے۔ کاش میں ایسی

بھلا!"

رومی نے ایک دوسرا سگرٹ سلگایا اور نازلی کی اعتراضی نگاہ کو بھانپتے ہوئے کہا۔

"صبح سے یہ صرف تیسرا سگرٹ ہے ——— لیکن خود را فضیحت دیگراں نصیحت! مجھے تو ٹوکا جا رہا تھا کہ مجروح صاحب کی اقلیم میں قدم کیوں رکھتا ہوں، مگر خود آپ کیا کر رہی ہیں؟"

نازلی ہنسنے لگی۔

(۵)

پچھر گیلری میں نازلی کے نقرئی قہقہے گونج رہے تھے کہ اخلاق آگیا
اخلاق کو دیکھ کر نازلی کچھ سٹ پٹاسی گئی۔ اور روفی کی بنائی ہوئی اپنی جو تصویر
اس کے ہاتھ میں تھی، وہ بے ساختہ اس کے ہاتھ سے نیچے بالکل پاؤں کے
پاس گر پڑی۔ اخلاق نے نازلی کی طرف توجہ نہیں کی۔ روفی سے کہا۔
مسٹر روفی میں نے جو آئیڈیا دیا تھا، اس کے مطابق آپ نے
تصویریں بنا کر دیں لیکن مجھے ایک بھی پسند نہیں آئی!"
روفی کی تیوری چڑھ گئی۔ اس نے کہا۔
"یا تو ان باریکیوں پہ آپ کی نظر نہیں گئی جو میں نے ملحوظ رکھی تھیں
یا پھر میرے ساتھ میرا فن بھی انحطاط کی منزل تک بڑھ رہا ہے!"
اخلاق نے مسکرانے کی کوشش کی۔ پھر کہا۔

"غالباً دوسری بات صحیح ہے!" ——— بہر حال وہ تو جو کچھ ہونا تھا ہوا۔
ایک اور ذمہ داری آپ کو سونپنا چاہتا ہوں!"
روفی نے آمادگی اور مستعدی کے ساتھ کہا۔
"ضرور ارشاد فرمائیے!"
خلاق نے کاغذات کا ایک فائل روفی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
"یہ میری کچھ ناتمام تصویریں ہیں۔ کچھ اندازہ آپ کو میرے نقوش و خطوط
سے ہو جائے گا، کچھ اِن عنوان سے جو میں نے ہر تصویر کے اوپر لکھ دیا ہے
جیسے پردا "کلوپیٹرا" ۔ "کیوپڈ" ۔ "عالمِ خیال" وغیرہ
خلاق کے ہاتھ سے فائل لے کر روفی نے ایک طرف رکھ دیا پھر گویا ہوا۔
"بہت خوب، تعمیلِ ارشاد ہو جائے گی!"
خلاق نے زور دیتے ہوئے کہا۔
"کچھ رنگ ایسا بھریئے ان تصویروں میں، کہ منہ سے بولنے لگیں!"
"کوشش تو میری یہی ہوگی۔"
"ایک درجن تصویریں ہیں!"
"کوئی مضائقہ نہیں!"
"کب تک تیار کر دیں گے آپ؟"
"خیال ہے دو مہینے میں یہ کام ختم ہو جائے گا!"
خلاق نے حیرت سے "دو مہینے میں؟ کیا کہہ رہے ہیں آپ، روفی صاحب؟"
"میں تو کوشش کروں گا کہ اس سے پہلے یہ کام ختم ہو جائے!"

"نہیں رومی صاحب پندرہ دن میں یہ کام ختم ہو جانا چاہیئے! ورنہ میرا سارا
پروگرام درہم برہم ہو جائے گا۔ خان پور میں جو نمائش ہو رہی ہے تصویروں کی
اس میں گورنر، کمانڈر انچیف، صدر مملکت سب ہی شریک ہوں گے، امریکہ
یورپ کے بھی کچھ نقاد آ رہے ہیں۔ ان کی تصویریں بھی بیتیں ہوں گی۔ میں
پھر میں اپنی یہ تصویریں نمائش میں رکھنا چاہتا ہوں!"
رومی ذرا دیر تک سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے گردن اٹھائی اور
ایک عزم کے ساتھ کہا۔
"بارہ دن میں یہ تصویریں مکمل ہو جائیں گی!"
خلاق خوش ہو گیا۔
"مجھے آپ سے اسی جواب کی توقع تھی!"
پھر اخلاق باہر جانے کے لئے مڑا۔ چلتے چلتے اس نے نازلی سے
کہا۔
"میں حمایت نگر جا رہا ہوں۔ خان بہادر وجیہہ الحسن صاحب کی
کی سالگرہ ہے چلو گی؟"
نازلی نے اسی طرح بیٹھے بیٹھے کہا۔
"میں نہیں جاؤں گی!"
اخلاق نے اصرار نہیں کیا۔ اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد
نے رومی سے کہا۔
"بارہ دن میں آپ بارہ تصویریں بنا لیں گے؟"

اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"دبانا ہی پڑیں گی۔ زندگی بیچارگی کا نام ہے!"

نازلی نے تعلق خاطر کے لہجہ میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں ڈاکٹر مستری سے شکایت کر دوں گی آپ کی!"

رومی کچھ جھلا سا گیا۔ اس نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر مستری مجھے روزگار نہیں دے سکتے نہ ہماری حکومت ابھی اس قابل
ہے کہ بیکاروں کو بے روزگاری کا الاؤنس دے سکے۔ کسی کمپنی میں میرا بیمہ
یں ہے کہ اپنی ادا شدہ رقم پر اس سے کچھ قرض لے سکوں۔ آپ
یئے اس صورت میں مجھ جیسا آدمی تعمیل حکم کے سوا اور کیا کر سکتا ہے؟
ارہ ہی — جسے نصیب ہر روز سیاہ ہیرا سا

نازلی نے گفتگو کا موضوع بدل دیا۔

"جو تصویریں نواب صاحب نے آپ کی ناپسند کی ہیں کیا ان کی کوئی نقل
پ کے پاس؟"

رومی نے میز کی دراز کھولی اور ایک لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے

"یہ بھی دیکھ لیجئے!"

لی نے ان تصویروں پر ایک نظر ڈالی اور واپس کر دیں۔ رومی

پ کی کیا رائے ہے ان کے بارے میں؟"

وہ مسکراتی ہوئی کہنے لگی۔

"سخن فہمی عالم بالا معلوم شد ——— !"

دونوں ایک ساتھ ہنس پڑے۔

(۶)

کچھ دیر تک نازلی روبی کے پاس اور بیٹھی، پھر اٹھ کر چلی آئی۔ تھوڑی
۔۔بعد اخلاق بھی آگیا۔ اس کے ساتھ منیجر صاحب بھی تھے۔ اخلاق اس
وقت غصہ میں، اور تیز تیز گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔
"ابھی الجھنوں سے بچنے کے لئے میں نے یہ ڈیری فارم شہر میں نہیں
۔۔یں قائم کیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا۔ اسٹرائیک بغاوت، سرکشی اور
۔۔ے جرائیم یہاں تک بھی پہنچ جائیں گے۔ ان کمبختوں کو جنہیں دو وقت
۔۔کی میسّر نہ تھی۔ باقاعدہ تنخواہ مل رہی ہے مگر یہ قانع نہیں ہیں۔"
۔۔ صاحب اتنی دیر تک کی خاموش تائید پہ قانع نہ ہو سکے۔ انہوں
۔۔ بھی گردن کو جنبش دی۔
"۔۔ الٹے لگلا بھگت ہوتے ہیں یہ دیہات کے لوگ بھی!"

اخلاق کو اور شہ مل گئی۔

"آج یہ اوور ٹائم مانگ رہے ہیں۔ کل یہ بونس کا مطالبہ کریں گے۔

پرسوں پراویڈنٹ فنڈ چاہیں گے، اترسوں گریجویٹی کی طلب ہوگی۔ اور

پھر شاید آخری مطالبہ یہ ہو کہ ہمیں ڈیری فارم کا پارٹنر بنایا جائے۔ بلکہ

منیجنگ ایجنسی دے دی جائے۔"

منیجر صاحب کو تائید مزید کا پھر نہایت خوشگوار موقع ملا۔

بجا ارشاد ہوا لیکن ——

اخلاق کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"لیکن کیا ——؟ کہیئے کہیئے۔ لیکن کیا؟"

منیجر صاحب نے نگاہ نیچی کر کے کہا۔

"یہ ہمارا ڈیری فارم شہر ہی میں ہونا چاہیئے تھا۔"

اخلاق کی پیشانی پر بل بدستور قائم تھے۔

"یہ کیسی بات؟ یہ نیا اور بے تکا خیال کیوں آیا آپ کے دل میں

منیجر صاحب نے رکتے رکتے کہا۔

"وہاں ایک مرتبہ نہیں دس مرتبہ اسٹرائک کر دیتے۔ آسانی

ہمیں ہر طرح کا دوسرا اسٹاف مل سکتا تھا۔ لیکن یہاں؟ بھلا یہاں کو

آسکے گا؟"

اخلاق سوچنے لگا۔

"ہوں —— گویا آپ کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسٹرائک ہو

ری رہنا مشکل ہو جائے گا؟"

منیجر صاحب نے اقرار میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں میرا مطلب یہی ہے۔ واقعی سخت دشواری پیش آئے گی۔"

اخلاق نے سوال کیا۔

"پھر کیا کرنا چاہیئے آپ کی رائے میں؟"

منیجر صاحب نے تامل کرتے ہوئے جواب دیا۔

"فی الحال تو یہ مطالبہ مان لینا چاہیئے۔ فیکٹری ایکٹ کا تقاضہ بھی یہی

اخلاق کو دفعتاً جلال آ گیا۔

"نہیں میں ڈیری فارم بند کر دوں گا مگر یہ مطالبہ نہیں مانوں گا۔ اور یہ
ٹری ایکٹ کا نام کیوں لیا؟ کیا دولت پور میں میری مرضی کے خلاف
ئی قانون چل سکتا ہے؟"

حب نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"ہاں بالکل نہیں چل سکتا لیکن لیبر آفیسر ـــــ"

ق نے اتنے زور کا قہقہہ لگایا کہ ایک لمحہ کے لئے منیجر صاحب کو اس
غی صحت پر شبہ ہونے لگا۔

"حب آپ بے وقوفی کی حد تک سادہ لوح ہیں۔ خدا کے
ر اس وقت تو مداخلت کر سکتا ہے جب اس تک کوئی شکایت
کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ یہ مطالبہ کرنے والے لیبر آفیسر کے

بجائے خود ہمارے پاس فریاد لے کر آئیں۔ ہم اس کا فیصلہ کریں! یہ
ہمارے مہرے بن جائیں،
منیجر صاحب تصویر حیرت بنے منہ کھولے یہ تقریر سنتے رہے۔ پھر
اظہار عجز کرتے ہوئے فرمایا۔
لیکن یہ کس طرح ہو سکتا ہے، میں نہیں سمجھ سکا؟"
اخلاق کا تمسخر اور استہزا کا موڈ اب تک قائم تھا۔ اس نے ہنستے
ہوئے سوال کیا۔
"ان کا مطالبہ کرنے والوں کا لیڈر کون ہے؟"
منیجر صاحب نے بتایا۔
"غفور ــــ صاحب بڑا شورہ پشت آدمی ہے۔ وہ تو ٹریڈ یونین
قائم کرنے کی فکر میں ہے!"
اخلاق نے کچھ سوچتے ہوئے اور خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔
"غفور ــــ وہی شکور کا بیٹا؟ جو اندھوں میں کانا راجہ ہے۔
انٹرمیڈیٹ فیل ہے؟"
منیجر صاحب نے اثبات میں جواب دیا۔
"جی ہاں وہی ــــ آفت کا پرکالا ہے کمبخت!"
"تو ایسا کیجئے اسے میرے پاس بھیج دیجئے!"
منیجر صاحب تعمیل حکم کے لئے رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے
اخلاق نازلی سے مخاطب ہوا۔

بھئی یہ ردفی صاحب تو بڑے سست آدمی ہیں۔

نازلی نے خشک لہجہ میں جواب دیا۔

"تو پھر نکال دیجئے!" ہمارا گھر کوئی محتاج خانہ تو ہے نہیں!"

اخلاق نے حیرت سے نازلی کی طرف دیکھا پھر گویا ہوا۔

"آج آخری چانس میں نے دیا ہے۔ اگر بارہ دن کے اندر کام مکمل نہ ہو گیا، تو واقعی مجھے یہی کرنا پڑے گا!"

نازلی کہنے لگی۔

"لیکن مفت میں بارہ دن کی تنخواہ کا بارِ عظیم کیوں برداشت کریں گے ہے! ظاہر ہے اس مدّت میں وہ کام نہیں کر پائیں گے۔ پھر آج ہی انہیں رخصت کر دیجئے؟"

اخلاق نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ منیجر صاحب اور ان کے غفور آگیا۔ اخلاق نے غفور پہ ایک نظر ڈالی۔ پھر مسکراتے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

"ارے تم؟ ——"

اور قبل اس کے کہ وہ کوئی جواب دے۔ اخلاق نے منیجر صاحب ڈالا۔

"آپ اس کی شکایت کر رہے تھے؟ اس کی؟ جس کا خاندان سات سے ہمارا وفادار چلا آرہا ہے؟ جس کے آباؤ اجداد نے ہمارے کے پسینے پر اپنا خون بہایا ہے؟ جس کے باپ کو خلد آشیاں

ابا جان مرحوم ہمیشہ بھائی کی طرح عزیز رکھتے تھے ! اس سے شاکی ہیں آپ ! کل کو آپ میری شکایت کرنے بھی بیٹھ جائیں گے ۔ شاباش منیجر صاحب شاباش ، اب مجھے غور کرنا ہوگا کہ آیا آپ منیجری کر بھی سکتے ہیں یا نہیں ! اگر یوں ہی اس وقت میں نے اسے نہ بلا لیا ہوتا اور آپ کے بہکاوے میں اگر میں اسے برخاست کر دیتا۔ یا اس کے لئے کوئی سزا تجویز کر دیتا تو مجھے کتنی شرمندگی ہوتی ؟ ـــــ حد کر دی بھئی آپ نے لاحول ولا قوۃ ،

اس تقریر دل پذیر سے ایک طرف غفور کا پلیہ زمین پہ گڑا جا رہا تھا۔ دوسری طرف منیجر صاحب اس آزردگی بے سبب سے سہمے جا رہے تھے۔

اخلاق کھڑا ہو گیا ۔ اس نے غفور کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر نہایت مشفقانہ لہجہ میں پوچھا ۔

" تمہیں کوئی شکایت تھی تو منیجر صاحب کا واسطہ تلاش کرنے کی کیا ضرورت تھی ۔ سیدھے میرے پاس کیوں نہ چلے آئے ؟"

غفور کا یہ عالم تھا کہ وہ زمین میں گڑا جا رہا تھا ۔ اخلاق نے پوچھا ۔

" کیا شکایت ہے تمہیں ؟"

غفور نے معذرت آمیز لہجہ میں جواب دیا ۔

" سرکار بات تو بہت معمولی سی ہے ۔ ہم لوگوں کی تنخواہ بھی معمولی ہے پھر کئی کئی گھنٹے روزانہ زیادہ کام کرنا پڑتا ہے ۔ اس کا اوور ٹائم بھی نہیں ملتا ۔

اخلاق پھر کرسی پہ بیٹھ گیا ۔ اس نے کچھ دیر تک سر جھکائے رہنے

کے بعد منیجر صاحب سے کہا۔

"دیکھوں منیجر صاحب یہ غفور کیا کہہ رہا ہے! —— کیوں غفور کیا تنخواہ ملتی ہے تمہیں؟"

غفور نے بتایا۔

"چالیس روپے، دس روپے الاؤنس۔ پچاس روپے۔"

اخلاق پھر کھڑا ہو گیا۔ اس نے منیجر صاحب کو گھورا۔ پھر کہا۔

"ظلم —— منیجر صاحب غفور کو اس مہینہ سے سو روپے ملیں گے ... روپے سال ترقی۔ دو سو تک کا گریڈ، پچیس روپے الاؤنس، اب ...پروائزر کا کام کرے گا۔ اور ہاں اس کے دوسرے ساتھیوں کی تنخواہ ... پندرہ روپے ماہوار کا اضافہ کر دیجئے۔ فارم ابھی تک خسارہ میں ...ہے۔ ذرا حالت سنبھل جائے تو پھر ان سب کا گریڈ مقرر کیجئے۔ اور ...م کی سکیم پر بھی غور کیجئے۔"

پھر وہ غفور سے مخاطب ہوئے۔

"جب تمہیں کوئی شکایت ہو سیدھے میرے پاس آؤ۔ کوئی ضرورت ...نے پر بے تکلف مجھ سے کہو۔ میرا دروازہ ہر وقت تمہارے ...کھلا ہے۔"

پھر وہ نازلی سے مخاطب ہوا۔

"...میں آج نشاط باغ میں ایک پارٹی دی ہے میں نے کلکٹر صاحب ...بلانا بھی ضروری ہے!"

غفور اور منیجر صاحب رخصت ہو گئے۔ غفور ایک حاکم کی طرح چل رہا تھا۔ منیجر صاحب کا چہرہ لٹکا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہے تھے غفور اور اس کے ساتھی تو کیا مہرے نہیں لگے میں واقعی مہرہ بن گیا —— پٹا ہوا مہرہ!

ان دونوں کے جانے کے بعد اخلاق نے سگار سلگاتے ہوئے اور نازلی کو اعتماد میں لیتے ہوئے کہا۔

"اب تماشہ دیکھنا!"

نازلی نے بے دلی سے پوچھا۔

"کیا ابھی جو دلچسپ تماشہ دیکھ چکی ہوں اس سے بھی اچھا کوئی ہونے والا ہے؟"

اخلاق نے وفورِ مسرت سے بے قابو ہوتے ہوئے کہا۔

"اب یہ غفور میرے اور سرکش مزدوروں کے مابین سدِ سکندری کا کام دے گا۔ اب طوفان آئیں گے لیکن مجھ سے نہیں غفور سے ٹکرائیں گے۔ میں نے کتے کے آگے ہڈی ڈال دی ہے۔ اب دوسرے کتے اسے بھنبھوڑ کھائیں گے۔ اور اس عرصہ میں جب یہ جنگِ زرگری میں مبتلا ہوں گے رفتہ رفتہ میں سارا اسٹاف بدل ڈالوں گا۔"

نازلی نے پوچھا۔

"کیا غفور کو بھی نکال دیں گے؟"

اخلاق نے فاتحانہ لب و لہجہ میں جواب دیا۔

دراصل سب سے پہلے نکالتا لیکن اب سب سے آخر میں نکالوں گا ٹیکنک
ناضروری ہے۔ اور ایک فنکار کسی حالت میں بھی ٹکنیک کو نظر انداز نہیں
کرسکتا۔"

اخلاق اپنی دسی ہو رہی پارٹی میں شرکت کے لئے لباس بدلنے چلا گیا
بھی لباس تبدیل کرنے اپنے کمرہ میں پہنچ گئی۔ لیکن اس وقت اس کے
عجیب حالت ہو رہی تھی۔ اخلاق کی ٹکنیک نے اسے حد درجہ پریشان
تھا۔ وہ سوچ رہی تھی یا اللہ میں کہاں آکر پھنس گئی ہوں؟
یہ شخص آدمی ہے یا بلا؟ اس کے ساتھ یہ پہاڑ سی زندگی کس طرح بسر
اس طرح تو میں بیمار پڑ جاؤں گی۔ دق ہو جائے گی مجھے، خون تھوکنے
لگوں۔ یہ ظلم مجھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس مکاری، چالاکی، اور
کا ناٹک میں نہیں دیکھ سکتی۔ میں ایک شیر کے ساتھ ایک بھیڑیئے
ایک سانپ کے ساتھ زندگی بسر کر سکتی ہوں لیکن ایک منافق
نہیں، ایک خود غرض، حریص، لالچی اور انسانیت کش کے ساتھ
کا عمر بھر جہنم میں رہنے کے برابر ہے۔ مجھ سے بڑھ کر بد قسمت
میں ایسے شخص کی بیوی ہوں، رفیقۂ حیات ہوں۔ ساری زندگی
عمر بسر کرنے پر مجبور رہوں۔ کتنا اچھا ہوتا اگر یہ شخص امیر
لئے ایک غریب اور فاقہ مست فن کار ہوتا۔ اس کے
کے، پھٹے پرانے کپڑے پہن کر، دکھ جھیل کر، تکلیف اٹھا
خوش رہتی، —— یا اللہ کیا میرے مقدر میں خوشی بالکل

نہیں ہے؟"

اتنے ہی اخلاق تیار ہو کر آ گیا۔

"آؤ بھئی چلیں، ہم میزبان ہیں ہمیں پہلے پہنچنا چاہیئے"

نتالی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ ساتھ ہو لی۔

(۷)

نشاط باغ کی پارٹی بہت کامیاب رہی، صرف کلکٹر صاحب ہی نہیں
بہت سے معززین، حکام پولیس اور مالکان کارخانہ جات تشریف
ے۔ اخلاق اور نازلی دروازے پر کھڑے مہمانوں کی پیشوائی کر رہے
اق کا چہرہ پھول کی طرح کھلا ہوا تھا۔ وفورِ مسرت سے شبد قبا ٹوٹے
تھے۔ نازلی بھی مسکرا رہی تھی لیکن اس کے تبسم میں افسردگی جھلک
ہے یہ تبسم محض از راہِ اخلاق ہو،

جب تمام مہمان آگئے تو باقاعدہ پارٹی شروع ہوئی۔ گفتگو، ہنسی،
چہچہے، طنز، تعریفیں، غیر حاضر لوگوں پر نکتہ چینی حاضر الوقت
تعریف و ستائش، ——— من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو!
اشفاق بھی اس مجمع میں موجود تھے۔ یہ اشفاق صاحب اخلاق کے

نیازمند خصوصی تھے۔ اخلاق بھی ہمیشہ بڑے اخلاق و تپاک کا برتاؤ کران سے
کرتا تھا۔ حسب موقع و مصلحت کبھی کبھی نوازبھی دیتا تھا۔ اشفاق نے پوچھا
"کہیے نواب صاحب ڈیری فارم تو ماشاء اللہ خوب چل رہا ہے۔
رئیس طبقہ میں کاروبار کی ابتدا کرکے اور اسے اتنے شاندار پیمانہ پر کامیابی
سے ہمکنار کرکے آپ نے بڑا نام پیدا کر لیا ہے۔ ابھی چند روز کی بات ہے
نواب صاحب پالن پور کے در دولت پہ ایک کام سے گیا تھا۔ بڑی دیر
تک آپ کا ذکرِ خیر رہا۔ وہ تو آپ کی شخصیت سے بے انتہا متاثر ہیں۔"
اخلاق نے سراپا انکسار بن کر کہا۔
"یہ نواب صاحب کی ذرّہ نوازی ہے۔ وہ میرے بزرگوں میں ہیں
بڑے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کیا ہی کرتے ہیں"
اشفاق نے یہ دلیل تسلیم نہیں کی۔
"نہیں نواب صاحب آدمی کا کمال خود اپنی داد لے لیتا ہے۔ مجھے
تو حیرت ہے اتنی مختصر سی مدّت میں آپ کے ڈیری فارم نے کیسی نمایاں
اور ممتاز حیثیت حاصل کر لی ہے۔ بڑے بڑے ڈیری فارم جو برسہا برس
سے کام کر رہے تھے۔ قسمت کو رو رہے ہیں۔ آپ نے اس طرح لیٹاڈ یو
دی ہے ان غریبوں کی!"
اخلاق نے ایک قہقہہ لگایا اور گویا ہوا۔
"بھئی اشفاق میاں آپ کہتے ٹھیک ہیں لیکن ——،

جو گزرتے ہیں داغ پہ صدمے
آپ بندہ نوازنہ کیا جانیں

اشفاق نے تشویش کی کیفیت اپنے اوپر طاری کرتے ہوئے سوال کیا۔
"کیا بات ہے نواب صاحب!"
اخلاق نے ایک آہ سرد کے ساتھ جواب دیا۔
"چھوڑیئے اس قصہ کو!"
اشفاق مچل گیا۔

"نہیں نواب صاحب آپ کو بتانا پڑے گا۔ اگر میں آپ کے کسی
...کوں تو خوشی ہو گی مجھے ———!"
اخلاق نے ادھر ادھر دیکھ کر سرگوشی کے طور پر جواب دیا۔
"بات یہ ہے کہ ہمارے ڈیری فارم میں ایک شخص ہے غفور، تھوڑا
...ھا لکھا ہے، اوّل درجہ کا بدمعاش، ہمارے کارکنوں اور مزدوروں
...تا رہتا ہے، اوور ٹائم دو، مزدوری بڑھاؤ، اجرت میں اضافہ
...الاؤنس مقرر کرو۔ ورنہ ہم اسٹرائیک کر دیں گے، ہڑتال کر دیں گے
...رپورٹ کر دیں گے، حکام بالا کے سامنے پول کھول دیں گے۔
...افسروں سے مخبری کر دیں گے۔ یہ کر دیں گے، وہ کر دیں گے۔
...یہ تو خیر مان بھی لیا جائے لیکن یہ ظالم تو ادھار کھائے بیٹھے
...نے پر!"

...کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔
...غفور کو جانتا ہوں!"
...چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔

"آپ جانتے ہیں اس بدمعاش کو؟ پھر تو آپ میری مشکل حل کر سکتے ہیں۔ اگر ایک مرتبہ زیادہ نہیں صرف چند روز کے لئے یہ گرفتار ہو جائے اور وہاں ذرا اگر اس کی مار پڑ جائے پھر یہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ اور اس کے ساتھی بھی راہِ راست پر آجائیں گے!"

اشفاق نے ذرا سنجیدگی سے کہا۔

"نواب صاحب آپ غلط سمجھے ہیں۔ میں غفور کو اس حیثیت سے نہیں جانتا کہ وہ بدمعاش ہے بلکہ اس حیثیت سے جانتا ہوں کہ وہ ایماندار آدمی ہے ابھی کوئی دو مہینے کی بات ہے، ایک قیمتی زیور تھانے میں یہ کہہ کر جمع کرایا کہ یہ مجھے راستے میں پڑا ملا ہے۔ اس پر ہمارے سپرنٹنڈنٹ صاحب بہت خوش ہوئے اور زیور کے مالک سے سفارش کی کہ اسے انعام دیا جائے مگر اس بندہ خدا نے انعام لینے سے بھی انکار کر دیا۔ آپ کی خاطر اگر میں ہاتھ ڈال بھی دوں اس پر تو معاملہ طول پکڑ جائے گا۔ کوئی اور تدبیر کیجئے اسے راہِ راست پر لانے کی!"

اخلاق کو اندھیرے میں پھر روشنی کی کرن نظر آئی۔ پوچھا۔

"اور کیا تدبیر ہو سکتی ہے اشفاق صاحب؟"

اس نے جواب دیا۔

"جو مطالبات معقول اور حدود قانون کے اندر ہوں انہیں مان لیجئے تو بہتر ہے، نواب صاحب اب زمانہ بدل رہا ہے لوگ بدل رہے ہیں تہذیب بدل رہی ہے، اصول بدل رہے ہیں، اقدارِ حیات بدل رہے

یہ خیال دل سے نکال دیجئے کہ اب بھی وہ سب کچھ ہو سکتا ہے جو آج سے
...دہ پہلے تک ممکن تھا ــــــ"

اخلاق پر جیسے اوس پڑ گئی۔ اس نے گردن لٹکا کر کہا۔
"آپ ٹھیک کہتے ہیں چنانچہ ان لوگوں کے مطالبات بڑی حد تک
...نے تسلیم کر لئے ہیں!"
...شفاق خوش ہو گیا۔

"نواب صاحب میری طرف سے دلی مبارک باد قبول کیجئے۔ میرے
...آپ کی عزت بڑھ گئی۔ جو تعلقات جبر یا ڈر، رعب، دہشت پہ قائم
...وہ زیادہ عرصہ تک نہیں چل سکتے۔ نہ پولیس کی لاٹھی چارج سے نہ فوج
...سے نہ حکومت کے لامحدود اختیارات سے، لیکن جو تعلقات افہام و تفہیم
...داد و ستد جن کی بنیاد ہو۔ باہمی یگانگی اور منفعت جن کی اصل
...پا مرتے ہیں اور نفع رساں بھی، آپ مطالبات نہ مانتے، میں غفور
...بند کر دیتا۔ ہڑتال ہوتی، اور وہ کسی طرح توڑ دی جاتی تو کیا ہوتا؟
...کے بعد پھر کوئی غفور پیدا ہوتا۔ پھر وہی ہنگامہ آرائی شروع ہو
...اور معقول مطالبات مان کر آپ نے ایک بڑی اچھی اور
...قائم کر دی۔ اب غفور بندۂ بے دام بن جائے گا۔ اور اس کے
...کے ساتھ آپ کا کام کریں گے۔"
...تقریر کو اخلاق نے مگر اس سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ لہٰذا جواب
...ذرا دیر طبیعت پر جبر کر کے کھڑا رہا کہ اتنے میں ایک صاحب کو

دیکھ کر خواہ مخواہ ان کی طرف لپکا تاکہ اشفاق سے نجات ملے۔ اشفاق بھی آگے بڑھ گیا۔ اور پارٹی کے دوسرے شناساؤں سے گپ شپ میں مشغول ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب اخلاق واپس آیا تو نازلی ایک بت کی طرح خاموش کھڑی تھی۔ وہ انسردہ سا تبسم بھی رخصت ہو چکا تھا۔ پارٹی کے ختم ہونے کے بعد جب اخلاق اور نازلی حویلی کی طرف موٹر میں بیٹھ کر واپس چلے تو اخلاق نے کہا۔

کتنی شاندار رہی آج کی پارٹی بھی!"

نازلی پہلے تو چپ رہی، پھر اس نے کہا۔

"جی ہاں، بہت زیادہ، لیکن آپ غفور کو گرفتار کیوں کرانے کے درپے تھے۔ ابھی ذرا دیر پہلے آپ نے اسے ترقی دی۔ اس کے ساتھیوں کی تنخواہ میں اضافہ کیا۔ اس کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کیا۔ اور اب یہاں اتنی سی دیر میں بدمعاش ہو گیا؟"

اخلاق نے جیب سے سگار نکال کر سلگایا۔ پھر کہا۔

"نازلی خدا کے لئے ان معاملات کے بارے میں نہ سوچا کرو۔ نہ گفتگو کیا کرو — رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند تم یہ نہیں سوچتیں یہ سارے پاپڑ میں کس کے لئے بیل رہا ہوں؟ کیا وہ تمہارے سوا کوئی اور ہے؟"

نازلی نے زہرخندہ کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں ہرگز اتنی خود غرض نہیں ہوں کہ اپنے لئے آپ کی عاقبت خراب

کروں۔ یقین کیجئے مجھ میں قناعت بھی ہے۔ اگر خدانخواستہ ضرورت پڑے تو میں فاقے بھی کر سکتی ہوں۔ پھٹے پرانے کپڑے بھی پہن سکتی ہوں —"

اخلاق نے ایک زور کا کش لگایا اور زہر سے بھری ہوئی ایک نگاہ ہوٹل پر ڈال کر باہر کے بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھنے لگا۔

(۸)

اخلاق کی فطرت، کردار اور سیرت کے جو نمونے ہر روز نازلی کی نظ
گزر رہے تھے ان سے وہ سخت خلجان اور ذہنی کوفت میں مبتلا ہو گئی تھی۔
رفتن نہ پائے ماندن والا معاملہ تھا۔ کئی بار جی چاہا کہ دولت، لپ رسے چلی جا
لیکن سوال پیدا ہوتا کہاں جائے؟ باپ کے ہاں؟ خود اپنی ذات سے وہ
ہی کہیں گے۔ لیکن نئی اماں جان؟ کیا وہ بھی برداشت کر لیں گی؟ انہیں
وجود کانٹے کی طرح کھٹکے گا۔ طنز، تعریض تشنیع کے تیروں سے
کر دیں؟ ان میں اور ابا جان میں لڑائی ہو گی۔ گھر جہنم کا نمونہ بن جائے
اتنی خود غرض تو نہیں ہو سکتی کہ اپنی عافیت کی تلاش میں باپ کا گھر
وہ بے چارے بوڑھے ہیں، انہیں مجھ سے زیادہ سکون کی ضرور
مجھے ان کی پُرسکون زندگی میں خلل نہیں ڈالنا چاہیئے۔ پھر کیا کروں

زہرا کے ہاں چلی جاؤں؟ وہ یقیناً دیدہ و دل فرشِ راہ کریں گی، جو محبت وہ میرے ساتھ کرتی ہیں کیا کوئی ماں اپنی اکلوتی لڑکی سے کرے گی۔ بھائی صاحب (شفقت) بھی میرا بڑا خیال کرتے ہیں۔ ہر طرح سے دلجوئی کریں گے۔ لیکن دنیا کیا کہے گی؟ یہی نا کہ نازلی شوہر کا گھر چھوڑ کر بہن کے گھر آ پڑی۔ اور ویسے بھی میری خودداری اس کی متحمل نہیں ہو سکتی کہ خواہ مخواہ اپنا بوجھ بہن اور بہنوئی پہ ڈال دوں۔

پھر کیا کروں؟ —— کہاں جاؤں؟ کہاں نہ جاؤں؟ کس کے پاس دوائے دردِ دل ڈھونڈنے جاؤں؟

بڑی دیر تک نشاط باغ سے واپس آنے کے بعد نازلی یہی باتیں سوچتی رہی۔ بظاہر وہ ریڈیو سنتی رہی۔ اخلاق کی باتوں کا جواب دیتی رہی۔ نادرہ کے لئے مختلف قسم کے احکام صادر کرتی رہی۔ سالومن صاحب تشریف لائے ان کی خاطر تواضع کرتی رہی۔ قہقہوں میں شریک رہی۔ باتوں میں شریک رہی لیکن اس کا دل کہیں اور تھا۔ خیالات کہیں اور تھے۔ وہ خود کہیں اور تھی —— جانے کہاں؟

سالومن اس کے ذہنی اضطراب کو تاڑ گیا۔ اس نے کہا۔

"بیگم صاحب آج آپ کچھ افسردہ اور مضمحل نظر آ رہی ہیں۔ اخلاق سے لڑائی تو نہیں ہو گئی؟"

نازلی ہنسنے لگی۔

"نہیں سالومن صاحب، ہم لڑتے نہیں —— کیا مسز سالومن آپ سے لڑتی ہیں؟"

سالومن نے ایک قہقہہ لگایا اور کچھ فخر اور کچھ مسرت کے جذبہ کے ساتھ جواب دیا۔

"جی بہت زیادہ اور جب لڑتی ہیں تو اتنی خوفناک ہو جاتی ہیں کہ ڈر لگنے لگتا ہے ان سے!"

نازلی نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

پھر آپ انہیں موقعہ ہی کیوں دیتے ہیں کہ خفا ہوں اور لڑیں؟

سالومن نے بڑی سادگی سے کہا۔

انہیں موقع دینے کی کیا ضرورت ہے وہ خود اتنی ذہین ہیں کہ جب چاہتی ہیں موقع پیدا کر لیتی ہیں۔ اور پھر ذرا ہی دیر میں گھر میدانِ جنگ بن جاتا ہے ——— ایک راز کی بات کہوں!

نازلی نے کچھ تعجب کے ساتھ سالومن کی طرف دیکھا۔ پھر بولی۔

"کہتے کیوں نہیں؟ ——— فرمائیے،

سالومن نے اور زیادہ معصومیت کے ساتھ کہا۔

"آج میرا ارادہ گھر جانے کا نہیں ہے؟"

نازلی نے تپاک اور گرم جوشی کے ساتھ کہا۔

"نہ سہی یہ بھی آپ کا گھر ہے شوق سے رہیے!"

سالومن نے التجا کے لہجہ میں کہا۔

لیکن یہ بھی تو پوچھئے کہ میرا ارادہ آج گھر جانے کا کیوں نہیں ہے؟

نازلی نے بے پروائی کے ساتھ کہا۔

کسی کے بھی معاملات میں دخل دینا مجھے پسند نہیں۔ لیکن اگر آپ بتانا چاہتے ہی ہیں تو بتا دیجئے!

سالومن نے بے بسی کی تصویر بن کر کہا۔

"بات یہ ہے بیگم صاحبہ آج ایلڈا پھر خفا ہے اور میرا خیال ہے اب …ر میں گیا تو پٹے بغیر نہیں رہونگا!"

نازلی اور اخلاق دونوں زور سے ہنس پڑے۔ اخلاق نے سوال …یا۔

"…آخر اس قدر ڈرتے کیوں ہو مسٹر سالومن اس سے؟ کیا وہ کوئی ہوّا ہیں؟"

سالومن نے جواب دیا۔

"نہیں نواب صاحب، آپ ایلڈا کو نہیں جانتے۔ ہوّا اس کے سامنے …ہے؟ جیسے شیر کے سامنے بلی!"

اخلاق نے قہقہہ لگایا

"بزدل کہیں کے، مردوں کا نام ڈبو دیا تم نے!"

سالومن اس طنز سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوا۔

"…فرمایا آپ نے، فخر کیجئے اپنی قسمت پہ کہ آپ کو نازلی بیگم جیسی شریف …ت میسر آئی ہے۔ اگر کہیں آپ ایلڈا کے شوہر ہوتے تو یا پاگل خانے …یا قبرستان میں، یا جیل میں پھانسی پانے والے قیدیوں … میرا دل ہے کہ ہٹلر کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہوں مگر آپ کے …ر کے سامنے اف بھی نہیں کرتا!"

اخلاق نے سگار دانتوں تلے دباتے ہوئے کہا۔

"احمق ہو اچھے خاصے، یہ بھی کوئی زندگی ہے!"

سالومن نے سوال کیا۔

"آپ ہوتے میری جگہ تو کیا کرتے؟"

اخلاق نے بے تامل اور بغیر کسی جھجک کے کہا۔

"سب کچھ!"

سالومن نے پھر سوال کیا۔

مثلاً؟ کچھ تو کہیے حضور والا!

اخلاق نے اور زیادہ بے جھجک ہو کر کہا۔

"پہلے سمجھاتا ——"

"نہ سمجھتی تو کیا کرتے؟"

"پھر اس کی خوب ٹھکائی کرتا!"

"ارے یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں نواب صاحب آپ بیٹے ... پر ہاتھ اٹھاتے؟ اپنی بیوی کو مارتے؟"

"ہاں، کیوں نہیں؟ جو جیسا کرے گا ویسا بھگتے گا!"

اچھا مان لیا، لیکن فرض کیجیے آپ کی پٹائی بھی بے اثر رہتی پھر کیا کرتے آپ؟"

"پھر میں دوسری شادی کر لیتا نہایت ٹھاٹھ سے!"

"نواب صاحب یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"کیا آپ نے سنا نہیں ؟"

"سن تو لیا۔ مگر —— اسے کیا کروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا!"

"(سنجیدگی سے) واقعی میں دوسری شادی کر لیتا!"

"بہت اچھا جناب آپ دوسری شادی کر لیتے، پھر وہ بھی جب چاہتی چلی آتی، ہنگامہ آرائی کرتی، اودھم مچاتی، پھر آپ کا طرزِ عمل کیا ہوتا ؟"

"پھر میں اسے طلاق دے دیتا!"

"(ٹھنڈی سانس بھر کر) طلاق —— لیکن نواب صاحب میں نے اس کے ساتھ زندگی کے پندرہ سال گزارے ہیں۔ کیا اس طویل مدت کی رفاقت کوئی قیمت نہیں رکھتی بتائیے!"

"یہ جذباتی باتیں ہیں، اور میں اصولی معاملات میں جذبات کی پیروی نہیں کرتا!"

"لیکن یہ تو سوچئے طلاق پانے کے بعد اس غریب کا کیا حشر ہوتا ؟"

"(ہنستے ہوئے) اس قدر مظلوم ہونے کے بعد جب آپ مسز سالومن سے اتنی ہمدردی کر رہے ہیں۔ تو صاف صاف اقرار کیوں نہیں کر لیتے کہ اسے محبت کرتے ہیں!"

نواب صاحب بات تو یہی ہے، —— میں ابلڈا سے محبت کرتا ہوں ویسی ہی جتنی آپ نازلی بیگم سے کرتے ہیں!"

"لیکن اس محبت کے باوجود جو مجھے نازلی سے ہے اگر وہ مسز سالومن کے اختیار کرتی ہیں، تو یقیناً میرا طرزِ عمل وہ نہ ہوتا جو آپ کا ہے!"

"کیا طرزِ عمل ہوتا آپ کا؟"

"کیا آپ ابھی میرے خیالات سن نہیں چکے ہیں؟"

"ہاں سن چکا ہوں ——"

پھر دفعتاً وہ نازلی کی طرف دیکھنے لگا جس کا چہرہ شرم، غیرت اور بیرگ

سے سرخ ہو رہا تھا اور کہا۔

"نازلی بیگم آپ سن رہی ہیں، نواب صاحب کی باتیں؟"

وہ ذرا رکھائی سے بولی۔

"جی ہاں سن رہی ہوں!"

سالومن نے پوچھا۔

"اگر ایلیڈا کے سامنے میں اس طرح کے خیالات ظاہر کرتا تو وہ میرا گ

گھونٹ دیتی۔ آپ پھر بھی نواب صاحب سے محبت کرتی ہیں!"

نازلی نے ترشی سے جواب دیا۔

"میں نے تو ان سے کبھی بھی محبت نہیں کی!"

یہ ایک بم کا گولا تھا!

سالومن کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا!

اخلاق کا ایک رنگ آتا ایک رنگ جاتا تھا۔

نازلی اتنی پرسکون نظر آ رہی تھی جیسے اس کے کندھے سے بہت

بوجھ اتر گیا ہو۔

سالومن نے محسوس کر لیا کہ گفتگو نے کتنا سنگین اور خطرناک رخ اختیا

کر لیا ہے ۔ اس نے چاہا بگڑی بات بن جائے ۔ کہنے لگا ۔

"ہر محبت کرنے والی عورت اعترافِ محبت سے گریز کرتی ہے ۔"

یہ کہہ کر سالومن نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا ۔ لیکن اس قہقہہ کی
...میں اس نے سنا نازلی کہہ رہی تھی ۔

"مجھے آپ کے اس انکشاف سے کوئی دلچسپی نہیں ۔ ممکن ہے آپ
...ل صحیح ہو اور ہر محبت کرنے والی جھوٹ بولنا بھی ضروری سمجھتا ہو ۔ لیکن
...ے بارے میں کہہ سکتی ہوں کہ میں نے آج تک جھوٹ نہیں بولا ، جو
...ت سچ ہی کہا ہے !"

سالومن کے پاؤں تلے سے زمین نکلی جا رہی تھی ۔ وہ سخت پریشان
...یا ہو گیا ؟ گفتگو نے یہ رخ کیوں اختیار کر لیا ؟ اس کا نتیجہ کیا ہو گا ؟ انجام
...ر وہ نازلی کی طبیعت سے افتادِ مزاج کا اندازہ رکھتا تھا لیکن یہ تو وہم
...ی نہیں تھا کہ وہ اتنی صاف گو ہو سکتی ہے کہ نواب صاحب کے
...رو کہنے لگی کہ میں ان سے محبت نہیں کرتی ۔!
...گو نے یہ خطرناک رخ دسی کی وجہ سے اختیار کر لیا تھا ۔ اس نے محض
...اور تفریح کے لئے ابلہا کی ستم رانیوں کی حکایت نمک مرچ لگا
...دوسرے کو کیا معلوم تھا ۔ یہ حکایت سن کر نواب صاحب یوں گل
...لگے ، اور نازلی اسی طرح پہلے پہ دہلا دکھائے گی ۔ اور معاملہ اتنی نازک
...کر لے گا ۔ کہ بنائے نہ بن سکے ۔ اس پر سکتہ کی سی کیفیت طاری
...نواب صاحب کے سرخ چہرے کی طرف دیکھتا تھا ۔ ان کی چشم

آتش فشاں کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی نازلی کے باوقار اور تیکھے چہرے
پر نظر ڈالتا تھا۔
نہ یہ ممکن تھا کہ بیٹھا رہے، نہ یہ ممکن تھا کہ اُٹھ جائے۔
بیٹھا رہے تو کیا کرے؟ کیا کہے؟
اُٹھ جائے تو کہاں جائے؟ اور جو گرہ اپنی حماقت سے ڈال چکا ہے
اسے کیونکر کھولے؟
تقریباً ایک منٹ تک سناٹا سا چھایا رہا۔ سب چپ تھے۔ اخلاق گم
سم، نازلی خاموش، سالومن مضطرب، اتنے میں نادرہ کافی لے کر آئی۔
سالومن کو اندھیرے میں گویا اُمید کی کرن نظر آئی۔ اس نے سوچا اب کافی کا
دور چلے گا۔ اور ٹیبل ٹاک اس ـــــ برہم فضا کو خوشگوار ماحول میں تبدیل
کر دے گی۔
اس نے کافی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"بڑے وقت سے کافی آگئی۔ بہت جی چاہ رہا تھا میرا، اس وقت
کافی پینے کا! ـــــ نازلی بیگم شوق کیجئے!"
نازلی بیگم شوق کیجئے۔ یہ کہنے سے سالومن کا مطلب یہ تھا کہ وہ کافی
بنائے اور حاضرین میں تقسیم کرے۔ حاضرین صرف تین ہی تھے۔ ایک خود نازلی
دوسرا اخلاق اور تیسرا سالومن صاحب اخلاق کی طرف نازلی پیالی بڑھائے
گی تو پھر دو چار مزاحیہ جملے کہہ کر نازلی کو خوش کرے گا۔ اور اخلاق کا موڈ
بدل دے گا!

لیکن خیالات کا دل کشا محل اُن کی آن میں زمین پہ آ رہا۔

نازلی نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

آپ ہی شوق کیجئے اس وقت ایسی رات کو کافی نہیں پیتی!"

یہ کہا اور چلی گئی۔ ایک مرتبہ پھر سالومن ہکّا بکّا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

نازلی کے جانے کے بعد سالومن نے اخلاق سے کہا۔

"ہم نے بیگم صاحبہ کو خفا کر دیا۔ میں اپنی حماقت کا اعتراف کرتا ہوں۔

...ی غلطی مان لیجئے۔ ایک خاتون کے سامنے اور وہ بھی نازلی بیگم جیسی

...خاتون کے سامنے ہمیں اس طرح باتیں نہیں کرنی چاہیئے تھیں۔"

سالومن کافی بنا رہا تھا۔ اور اپنی کہے جا رہا تھا۔ کافی بنا کر جب اس نے

...طرف بڑھائی تو کرسی خالی تھی۔ اخلاق صاحب تشریف لے

...تھے۔ اور سالومن صاحب ایک مرتبہ پھر دریائے حیرت میں غوطے

...تھے۔

(۹)

اس روز کی بدمزگی کے بعد سالومن صاحب دولت پور سے اس طرح غائب ہو گئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ، اخلاق بھی ڈیری فارم کے کاموں میں بظاہر ایسا اُلجھا رہا کہ اسے نازلی کے پاس جانے اور اس سے باتیں کرنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ خود نازلی اس طرح "دردِ سر" میں مبتلا ہو گئی کہ خواب گاہ سے باہر نہیں نکلی۔ اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ اخلاق کیا کر رہا ہے۔ سالومن م... کا کیا حال ہے؟ اور روزی کس دور سے گذر رہا ہے۔ بس نادرہ بیٹھی پاؤں دبایا کرتی یا اِدھر اُدھر کی خبر سنایا کرتی۔ کبھی کوئی کہانی شروع کر دیتی۔ کبھی کچھ گنگنانے لگتی۔ وقت پر ناشتہ اور کھانا لے آتی۔ بار بار باہر نکلنے، سیر کرنے اور گھر کی چہل پہل میں حصہ لینے کی ترغیب دیتی لیکن نازلی جواب میں اپنا... پکڑ لیتی اور کہتی۔

"بہت دکھ رہا ہے ! —— نہیں نادرہ آج نہیں کل دیکھا جائے گا !"

اور بات پھر ٹل جاتی !

اس طرح کئی دن گزر گئے —— بے کیف، اُداس، افسردہ !

آج نادرہ نے نازلی کے پاؤں پکڑ لیے۔

"سرکار میرا کہنا مانئے۔ خدا کے لیے ذرا تو باہر نکلیے !"

نازلی اس وقت موڈ میں تھی مان گئی۔ اور آکر برآمدہ میں بیٹھ گئی۔ آج کئی ...کے بعد اس نے اخبارات دیکھے "دی سٹی ٹائمز" میں اس نے آرٹ اگزیبیشن ...پڑھی۔ معلوم ہوا دو دن کے بعد نمائش شروع ہو رہی ہے نمائش کی خبر ...تھی اس کا ذہن ان تصویروں کی طرف منتقل ہوا جو اخلاق نے ردنی کو ...کے لیے دی تھیں اور جنہیں لے کر وہ خود نمائش میں شرکت کے لیے ...والا تھا۔

...ٹی اور سیدھی پکچر گیلری میں پہنچی۔

...میز پر جھکا، ہتھیلی پر سر ٹیکے، آنکھیں بند کیے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ ...س کر کے اس نے سر اٹھایا تو نازلی کھڑی مسکرا رہی تھی۔ وہ اٹھ

... —— آئیے تشریف رکھیے !"

مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔

"...بے مروت ہو گئے ہیں آپ ردنی صاحب !"

...نے بھی اور اضطراب کے ساتھ پوچھا۔

"یہ آپ نے کیسے جانا؟"

وہ زیرلب تبسّم کے ساتھ گویا ہوئی۔

"میں اتنے دن تک آپ کے پاس نہیں آئی۔ آپ نے خبر بھی نہ لی کہ
کہ جی رہی ہوں یا مر گئی؟"

ونی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا۔

"یہ بات تو نہیں ہے روز آپ کی خیریت دریافت کرتا رہتا تھا!"

"کس سے؟ کس مخبر سے؟"

"نادرہ سے، ابھی اس نے بتایا تھا آپ درد سر میں مبتلا ہیں!"

"مگر آپ دو منٹ کے لئے خیریت دریافت کرنے بھی نہیں آسکے!"

"بہت جی چاہتا تھا کہ آؤں لیکن کیسے آتا؟"

"(تیوری چڑھا کر) کیوں؟ کیا روکا تھا کسی نے آپ کو؟ کیا میرے پاس
ویٹنگ کارڈ بھیجنے کی ضرورت تھی؟ اپائنٹمنٹ لازمی تھا؟ میری خواب گاہ
کے دروازے پہ چوکی پہرا تھا؟ ——— آخر رکاوٹ کیا تھی؟"

"نہیں یہ تو کچھ نہیں تھا لیکن میرے لئے یہ مناسب نہیں تھا!"

"وہی تو پوچھتی ہوں کیوں؟ ——— کیوں مناسب نہیں تھا!"

"جب بھی میں نے ارادہ کیا نہ جانے کیوں میرے قدم رک گئے!"

"کوئی وجہ ہوگی تو ضرور!"

"وہ وجہ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ گو آپ میری لاکھ ہمدرد ہیں
گو مجھے آپ سے کتنا ہی تعلق خاطر ہو لیکن میں بہر حال میں ہوں آپ پھر

ب ہیں!"

"ذرا وضاحت کیجئے —— یعنی؟"

"یعنی یہ کہ آپ آپ ہیں، میں میں، —— آپ نواب صاحب کی بانوئے
ہیں، اور میں ان کا ملازم!"

"دیکھئے روفی صاحب اگر آئندہ آپ نے یہ روش قائم رکھی یا اس
ی باتیں کیں تو گو مجھے بے انتہا صدمہ ہوگا لیکن پھر کبھی میں آپ سے
وں گی!"

"میں نے غلط کہا ہے؟"

"(برہمی کے ساتھ) بالکل غلط کہا ہے —— جھوٹ، —— آپ
ی ہیں، میں نازلی ہوں۔ ہم دونوں میں اخلاق، انسانیت اور شرافت
پر جو رشتہ قائم ہو چکا ہے وہ بے انتہا مقدس ہے وہ اس دنیا
سے زیادہ قیمتی ہے وہ کبھی اور کسی قیمت پر بھی شکست نہیں
بے شک اس حویلی میں میری حیثیت بقول آپ کے "بانوے
ہے اور آپ نواب صاحب کے باتنخواہ آرٹ سیکرٹری ہیں
بانوے محترم بعد میں ہوں، نازلی پہلے ہوں۔ آپ نواب صاحب
سیکرٹری بعد میں ہیں، مسٹر روفی پہلے ہیں۔ نازلی اور روفی جو کچھ
تھے وہی آج ہیں وہی کل بھی رہیں گے۔ وہی زندگی کا آخری سانس

تک رہیں گے !"

نازلی یہ تند و تیز گفتگو کرنے کے بعد اُٹھ کھڑی ہوئی اس نے کہا۔

روہت کہیے رونی صاحب آپ اپنی غلطی تسلیم کرتے ہیں یا نہیں!

رونی نے پیشانی کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

"نہ صرف تسلیم کرتا ہوں بلکہ معافی بھی چاہتا ہوں !"

نازلی کھکھلا کر ہنس پڑی اور پھر سے بیٹھتی ہوئی بولی۔

"بہت بھلے آدمی ہیں آپ، —— ہاں یہ تو بتائیے آپ نے نواب صاحب کی فرمائش پوری کر دی! تصویریں بنا لیں ؟"

رونی نے افسردہ لہجہ میں مختصر سا جواب دیا۔

"جی ہاں بنا لیں !"

نازلی نے اشتیاق کے ساتھ دریافت کیا۔

"تو کیا میں ان کے دیدار سے محروم رہوں گی ؟"

رونی نے اور زیادہ افسردہ لہجہ میں کہا۔

"کیا کیجئے گا دیکھ کر ؟"

نازلی اصرار کے ساتھ گویا ہوئی۔

"واہ، —— ضرور دیکھوں گی، دکھائیے !"

رونی کو کھانسی کا ایک نہایت سخت دورہ پڑا گلے کی رگیں اُبھر آئیں
چہرہ سُرخ ہو گیا۔ پیشانی پہ پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
یسے دم نکل جائے گا۔ نازلی کئی منٹ تک بے بسی کے ساتھ تصویرِ اضطراب
یہ دل خراش منظر دیکھتی رہی۔ کھانسی کے ہر ٹھسکے پہ ایسا معلوم ہوتا
جیسے اس کا دل سینہ توڑ کر باہر آجائے گا۔ آخر کئی منٹ کے بعد دورہ
ختم ہوا پھر کئی منٹ تک وہ لمبے لمبے سانس لیتا رہا۔ پھر اس نے کمزور
میں کہا۔

میری یہ کھانسی گواہ ہے۔ میرا خون آلود بلغم جو کل سے کئی بار
ہے گواہ ہے، میری وہ بارہ راتیں گواہ ہیں جو میں نے اس
کاٹی ہیں، میرے وہ بارہ دن گواہ ہیں جو میں نے اس کمرے میں
رے ہیں، میرے وہ کئی فاقے گواہ ہیں جو مصروف کار اور
کے باعث مجھے کرنا پڑے کہ میں نے پوری محنت کی، میں نے
دیانت کے ساتھ ادا کیا۔ میں نے اپنی طرف سے کوئی کسر
رکھی۔ لیکن ——

کا سانس پھر پھول گیا۔ نازلی نے جلدی سے اُٹھ کر پانی کا
دیا۔ اس نے گھونٹ گھونٹ کر کے سارا گلاس ختم کر دیا۔
پوچھا۔

"لیکن ــــ رونی صاحب؟"

رونی نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

"چھوڑیئے اس قصہ کو!"

نازلی نے اصرار کیا۔

"بتایئے رونی صاحب ــــ لیکن؟"

ان تصویروں میں سے صرف چار نواب صاحب کو پسند آئیں۔ و
بھی کسی حد تک باقی آٹھ مزید ترمیم اور تبدیلیوں کے لیئے واپس کر دی
یہ کام آج ہی شام کے پانچ بجے تک ختم ہو جانا چاہیئے ۔کیونکہ سات بجے
شام کی گاڑی سے وہ اور سالومن صاحب خان پور تشریف لے جا رہے
ہیں ۔ سیٹ بک ہو چکی ہے ۔ آپ کے آنے سے پہلے یہی سوچ رہا تھا
یہ معجزہ پانچ بجے تک کس طرح انجام پا سکے گا؟ گھڑی دیکھیئے، اب پا
بجنے میں صرف آدھا گھنٹہ باقی ہے۔ سارا وقت اسی سوچ میں گزر گیا

نازلی نے مطمئن لہجہ میں کہا۔

"تو کیا ہوا! اپنی صحت کا حال بیان کر کے معذرت کر دیجئے

رونی نے بے بسی کے ساتھ کہا۔

"جس لب و لہجہ میں آج انہوں نے مجھ سے گفتگو کی ہے، اس
بعد کسی طرح کی معذرت کرنا ذلیل ہونا ہے۔ وہ اپنے فیصلہ میں ا

...ش میں اس قابل ہوتا کہ استعفا دے سکتا۔ یہ ملازمت چھوڑ
سکتا ——"

یہ کہتے کہتے روفی کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں۔

نازلی کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ خود اس کی آنکھوں میں بھی
...آرہے تھے لیکن پی گئی۔ اس نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔
اچھا روفی صاحب زیادہ پریشان نہ کیجئے۔ وہ ناپسند تصویریں میں
...دیکھ لوں ذرا!"

روفی نے میز کی دراز کھولی۔ اور ایک لفافہ جس میں اخلاق کی ناپسندیدہ
...ریں رکھی تھیں، نازلی کی طرف بڑھا دیں۔
...یجئے، آپ بھی دیکھ لیجئے!"

نازلی غور سے وہ تصویریں دیکھنے لگی۔ ایک ایک تصویر اس نے
...غور سے دیکھی۔ اور ویسے ہی انہیں لفافہ میں رکھ دیا ——
...اپنے بالکل سامنے رکھ کر بولی۔

...نی اچھی تو ہیں یہ تصویریں ——!"
...نے آہ سرد کے ساتھ کہا۔
...س کی نظر سے ہر شخص تو نہیں دیکھ سکتا!"
...کراتی ہوئی بولی۔

دیکھنا پڑے گا نہیں دیکھ سکتا تو اپنی آنکھیں پھوڑ لے!"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اخلاق اندر آ گیا۔ اسے دیکھ کر روفی کھڑا ہو گیا۔ اخلاق کے لباس سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ باہر جانے کے تیار ہو کر آیا ہے۔ اور در واقعہ بھی یہی تھا۔ سامان سفر کار میں رکھا جا چکا تھا۔ اور وہ روفی کے پاس محض تصویریں لینے آیا تھا۔ اس نے روفی سے ترش۔ اور آقایانہ لہجہ میں پوچھا۔

"تصویریں ہو گئیں؟"

قبل اس کے کہ روفی جواب دے۔ نازلی نے کہا۔

"روفی صاحب کی طبیعت خراب ہے۔ میں نے انہیں کام کرنے سے منع کر دیا ہے۔ انہیں کم از کم ایک ماہ تک مکمل آرام کرنا چاہیے پھر کھانسی آنے لگی ہے۔ بلغم میں خون بھی کئی دفعہ آ چکا ہے۔ ڈاکٹر مستری نے کام کی اجازت دی تھی لیکن اعتدال کے ساتھ، مگر آپ کے حکم اور اپنی فرض شناسی سے مجبور ہو کر یہ تصویریں دن رات ایک کر کے انہوں نے بنائیں جو کچھ اور جیسی کچھ بننا تھیں بن گئیں۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا!"

اخلاق نے تیوری چڑھا کر نازلی کو دیکھا۔ پھر روفی سے مخاطب ہو

"میں نے آپ سے سوال کیا ہے!"

روفی کے لیے اب کھڑا رہنا ممکن نہ تھا۔ اس کے پاؤں لڑکھڑا

گئے۔ کرسی کے دستِ انداز پہ ہاتھ ٹیک کر آخر وہ بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔
واقعی مجھ میں سکت نہیں ہے اب مزید کام کرنے کی۔
اخلاق نے اور زیادہ ترش لہجہ میں کہا۔

"میرا گھر نہ سینی ٹوریم ہے نہ ہسپتال، نہ محتاج خانہ، اگر آپ کام نہیں کر سکتے تو استعفادے دیجئے۔!"

روفی کا چہرہ سرخ ہو گیا لیکن اس نے اپنے جذبات پہ قابو پاتے ہوئے نرم اور ملائم لہجہ میں لیکن بے بسی اور حسرت کے ساتھ پوچھا۔
"استعفادے دوں؟"
اخلاق نے جواب دیا۔

"میرے خان پور سے واپس آنے تک بہرحال آپ کو فیصلہ کر لینا چاہیئے آپ کام کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو پوری پابندی اور باقاعدگی سے کرنا پڑے گا، نہیں تو نہیں!"
نازلی پھر بول پڑی۔
"آج سے روفی صاحب یہاں کام نہیں کریں گے!"
روفی حیرت سے نازلی کی طرف دیکھنے لگا۔ اخلاق نے برہم لہجہ میں کہا۔
"تم ان کی وکالت کیوں کر رہی ہو؟"
وہ بھی تند لہجہ میں گویا ہوئی۔

"خدا کی اس وسیع دنیا میں میرے سوا اُن کا کوئی نہیں ہے۔ یہ میرے دوست ہیں، میرے ساتھی ہیں، میرے محسن ہیں۔ اتنے نازک موقعہ پر میں انہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتی، انہیں مرتا نہیں دیکھ سکتی۔ ان کے لئے میں وہ سب کچھ کروں گی جو ایک انسان ایک انسان کے لیے کر سکتا ہے!"

روقی ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم نازلی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اخلاق نے نفرت بھری نظروں سے نازلی کو دیکھا اور ایک جھٹکے کے ساتھ باہر جانے کے لئے مڑتے ہوئے کہا۔

"بہر حال روقی صاحب، میرے آنے تک آپ کوئی آخری رائے قائم کر لیجئے!"

طوفان

گریۂ طوفان رکاب، نالۂ محشر عناں
بے سروساماں اسدؔ، فتنہ سرانجام ہے

(۱)

اخلاق کے جانے کے بعد۔ نازلی کئی دن تک رونی سے نہ ملی۔ آج کئی
ے بعد وہ آئی۔ رونی کام میں منہمک تھا۔ یکایک ایک مرتبہ پھر اس پہ کھانسی
ید دورہ پڑا۔ پھر گلے کی رگیں پھول گئیں۔ چہرہ سرخ ہو گیا، دم گھٹنے لگا۔ نازلی
کے ساتھ اٹھی اور رونی کے پاس آکر کھڑی ہو گئی اور اس کی پیٹھ
ی ذرا سکون ہوا تو رونی نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی اور
سے سانس لینے لگا۔ آنکھیں بند تھیں۔ پیشانی پسینہ سے تر تھی اور
پڑا ہوا تھا۔ نازلی اسی طرح کھڑی رہی ذرا دیر کے بعد پھر اسے
ایسا اندازہ ہوا۔ جیسے وہ بلغم تھوکنا چاہتا ہے۔ اس نے اٹھنے
ن کر باہر جا کر تھوک آئے لیکن اٹھا نہ گیا ذرا سا اٹھ کر بیٹھ گیا۔
ل دہی کے لہجہ میں کہا۔

"بیٹھے رہئے میں ابھی اگال دان لاتی ہوں!"
جب تک وہ منع کرنے کی کوشش کرے نازلی جا چکی تھی۔ ذرا دیر میں
اگال دان لے کر آ گئی۔ اور اس کے منہ کے پاس لگا کر کھڑی ہو گئی۔ اس
نے تھوکا ——— بلغم کم خون زیادہ تھا۔
نازلی کانپ گئی۔ اس نے جلدی سے اگال دان نیچے رکھ دیا۔ رونی نے
رومال سے منہ پونچھا اور پھر ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔
"خون ضرور آیا ہوگا!"
نازلی نے جھوٹ بولا۔
"خواہ مخواہ ——— اب ہر وقت خون ہی آیا کرے گا!"
رونی نے ضد کی۔
"میرے منہ کا مزہ کہہ رہا ہے۔"
نازلی نے پھر تردید کی۔
"آپ تو وہم کرتے ہیں خون وون کچھ نہیں ہے!"
رونی خاموش ہو گیا۔ نازلی اسی طرح کھڑی تھی۔ رونی نے ا...
ممنون نگاہوں سے دیکھا اور کہا سا ہوا۔
"کھڑی کیوں ہیں، بیٹھ جائیے!"
وہ پھر سامنے والی کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ رونی نے خفیف آواز...
"آپ تو خواہ مخواہ لٹھ پڑ گئیں نواب صاحب سے!"
وہ تیوری چڑھا کر لیٹ گئی۔

"آپ یہ باتیں نہ سوچئے۔ میں نے وہی کہا جو مجھے کہنا چاہیئے تھا!"
روفی نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس طرح؟"

وہ بولی،

"دل کی بات جب زبان پہ آتی ہے تو وہ طرح بے طرح نہیں دیکھا کرتی"
روفی گویا ہوا

"مجھے اندیشہ ہے وہ آپ سے بھی خفا ہو جائیں گے!"
وہ تنک کر بولی۔

"تو کیا کریں گے؟ میں کون سی ان سے خوش ہوں!"
روفی پہ سنجیدگی طاری ہوگئی "یہ کیا کہا آپ نے؟"
وہ اپنے ناخن کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"آپ نے کہا تھا وہ آپ سے خفا ہو جائیں گے۔ میں نے جواب دیا
... کون سی خوش ہوں ان سے ——— کہیئے سن لیا آپ نے، یا پھر ایک
...ہرا دوں!"

...رفی نے ناصحانہ لہجہ میں کہا۔
"...نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیئے!"
...مسکرانے لگی۔

"...جناب ناصح مشفق صاحب کیوں ایسا نہیں ہونا چاہیئے؟"
...دن پیوری میں نوک جھونک ہو ہی جاتی ہے۔ اس کا اثر دیر تک

نہیں رہنا چاہیئے!"

"نوک جھونک ———

"میاں بیوی ———"

یہ الفاظ دوہرا کر نازلی خاموش ہو گئی۔ پھر اس نے بڑی تیزی سے کہا

"یہ مہمل الفاظ ہیں۔ بے معنی، بے مطلب!"

روفی حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"نازلی بیگم ———"

نازلی جیسے اس وقت اس سے بھی لڑنے کو تیار تھی۔

"مجھے نازلی بیگم نہ کہا کیجئے!"

روفی چکرا سا گیا، اس نے پوچھا۔

"پھر کیا کہا کروں؟"

نازلی نے جواب دیا۔

"صرف نازلی اور نہ کچھ نہیں، ایک دفعہ آپ سے کہہ چکی ہوں۔ جس طرح شادی میں ہم ایک سطح پہ تھے اسی طرح ہمیں ملنا چاہیئے۔ اگر ہم یں سے کوئی ایسا نہیں کر سکتا تو اسے ملنا بھی نہ چاہیئے!"

بڑی مشکل سے روفی مسکرایا۔ اس نے کہا

"لیجئے آپ تو مجھ سے بھی خفا ہو گئیں!"

وہ بولی۔

"ہاں واقعی آپ نے مجھے خفا کر دیا۔ حالانکہ میرا دل نہیں چاہتا آپ سے خفا ہونے کو؟"

یہ کہہ کر وہ مسکرا دی۔ رونی نے کہا۔

"اچھا معاف کر دیجئے!"

وہ اور زیادہ مسکراتی ہوئی بولی،

"کر دیا معاف ـــــ لیکن اب ایسی غلطی نہ ہو!"

رونی نے کہا۔

"اتنا بے وقوف بھی نہیں ہوں کہ بار بار ایسی مہلک غلطی کروں"

نازلی ہنسنے لگی۔

"آپ کی باتیں نہیں جاتیں!"

رونی خاموش ہو گیا۔

ذرا دیر کے بعد نازلی نے پوچھا۔

"یہاں کب تک بیٹھے رہیں گے آپ؟"

اس نے جواب دیا۔

"ابھی بہت دیر بیٹھوں گا، شاید رات گئے تک؟"

نازلی نے سوال کیا۔

"کیوں؟ وجہ؟ سبب؟"

وہ گویا ہوا۔ "کچھ اور کام کر ڈالوں ـــ"

نازلی اٹھ کھڑی ہوئی اس نے رونی کا ہاتھ پکڑ کر کرسی سے

اور بولی۔

"شکریہ آپ کے اس کام کا، ـــــ آپ چلئے اپنے کمرہ میں آرام

کیجئے، پھر آپ کو ڈاکٹر مستری کے ہاں چلنا ہے۔ جلدی سو رہیئے تاکہ صبح ٹھیک وقت پہ آنکھ کھل جائے۔ اگر ضرورت ہوئی تو ممکن ہے پھر ان کے نرسنگ ہوم میں دس بیس دن رہنا پڑے!"

روفی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے نازلی کے ساتھ چلتا رہا۔

(۲)

صبح ناشتہ کے بعد نازلی تیار ہو کر کپڑے بدل کر سیدھی روفی کے کمرے میں پہنچی، ڈاکٹر مستری کو فون پر اس نے پہلے ہی اس کی صحت کی کیفیت سے آگاہ کر دیا تھا، اور انہوں نے کہا تھا۔

"بیگم صاحبہ میں پہلے ہی کہتا تھا۔ یہ شخص خود کشی پر تلا ہوا ہے۔ آخر کب تک بچائیں گی اِسے؟"

اور نازلی نے بھرّائی ہوئی آواز میں جواب دیا تھا۔

"بہرحال آپ کو ان کا علاج کرنا ہے!"

ڈاکٹر مستری کا کام ہی یہ تھا کہ مریضوں کا علاج کریں۔ آمادہ ہو گئے

"بہت بہتر! لے آیئے، لیکن سن لیجئے، انہیں تمام اصولوں اور

قاعدوں کی پابندی کے ساتھ کم از کم ایک ماہ، اور ہو سکتا ہے یہ مدت دو یا تین مہینہ تک بھی وسیع ہو جائے۔ یہاں رہنا پڑے گا!"

نازلی نے جواب دیا۔

"ایسا ہی ہوگا، میں انہیں لے کر ابھی آئی!"

پھر اس نے فون بند کر دیا۔

لیکن روفی کے کمرے میں پہنچ کر وہ حیران رہ گئی۔ نہ روفی تھا نہ اس کا سامان نظر آرہا تھا۔ نہ بکس نہ بستر، نہ چرمی تھیلا۔

ایسا معلوم ہوا جیسے پاؤں تلے سے زمین نکلی جارہی ہے۔ بے کلی کے ساتھ باہر نکلی۔ اتفاق سے نادرہ دروازے ہی پر مل گئی۔ اس نے جو نازلی کو دیکھا پریشان ہو گئی بے ساختہ کہہ اٹھی۔

"میری سرکار کیا ہوا؟" آپ کے چہرے کا کیا حال ہو رہا ہے؟"

وہ بہت زیادہ اضطراب کے ساتھ بولی۔

"بھاڑ میں ڈال میرے چہرے کو ——— روفی صاحب کہاں ہیں!"

نادرہ نازلی کے ساتھ پھر کمرہ میں آگئی۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"کہاں چلے گئے ——— جائیں گے کہاں منہ ہاتھ دھونے گئے ہوں گے!"

نازلی نے بگڑتے ہوئے کہا۔

"دیوانی کہیں کی ——— کیا اپنے ساتھ بستر کو، بکس کو اور

سامان کو بھی منہ ہاتھ دھلانے لے گئے ہیں ـــــ؟ اور دیکھ غسل خانہ کا دروازہ چوپٹ کھلا پڑا ہے۔"

وہ حیرت کا اظہار کرتی ہوئی بولی "ہاں سرکار۔ پھر کہاں گئے؟"

نازلی کو سارا کمرہ گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ جلدی سے کرسی پہ بیٹھ گئی۔

"نادرہ جاکر ذرا دربان سے تو پوچھ!"

نادرہ آمادگی اور مستعدی کے ساتھ گویا ہوئی۔

"ابھی آئی پوچھ کر میری سرکار!"

نادرہ چلی گئی۔ اور نازلی اس کا انتظار کرنے لگی۔ اس وقت ایک منٹ ایک ایک برس ہو رہا تھا۔ کبھی وہ اٹھ کھڑی ہوتی کبھی دروازے ...س جاکر نادرہ کی راہ دیکھنے لگتی۔ کبھی ٹہلنے لگتی۔ کبھی کمرے کے مختلف ...ا کھڑی ہو کر اس طرح چپ چاپ کھڑی ہو جاتی جیسے یہاں کوئی ...ے۔ اور وہ اس کی تلاش کر رہی ہے۔ پھر آکر وہ اسی میز کے سامنے ...اں روفی بیٹھا کرتا تھا۔ امنڈ امنڈ کر اس کی آنکھوں میں آنسو ...رہا تھا۔ وہ ضبط سے کام لے رہی تھی۔ اب تک حلقۂ چشم سے ...ک آنسو بھی باہر نہیں نکلنے دیا تھا۔

...رودیوار چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔ روفی گیا۔ روفی چلا گیا۔ اب ...گا۔ اب وہ کبھی نہیں آئے گا۔ لیکن وہ اسی شدت کے ساتھ ...ین دلانے کی کوشش کر رہی تھی نہیں روفی نہیں گیا۔ وہ

کبھی نہیں جائے گا۔ وہ یہیں ہے یہیں رہے گا!"

اتنے میں ہانپتی کانپتی نادرہ آئی۔ اس نے کہا۔

"سرکار وہ تو گئے!"

نازلی چیخ پڑی،

"کہاں گئے؟ کیوں گئے؟ کس نے جانے دیا انہیں؟"

اور اب آنسو نہ رک سکے، ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

نادرہ نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"سرکار وہ تو رات ہی کو چلے گئے۔ گیارہ بجے کی گاڑی سے دربا

ہوئے سے ہیں نے کہا بھی، تو نے کیوں جانے دیا۔ وہ کہنے لگا۔ کیا وہ بچے

تھے کہ میں انہیں روک لیتا!"

نازلی کرسی پر اس طرح بیٹھ گئی۔ جیسے گر پڑی ہو۔ اس نے در

بھرے لہجہ میں کہا۔

"وہ گئے!"

نادرہ کے لئے جواب دینا ضروری تھا۔

"جی سرکار گئے ـــــ یہ خط دے گئے ہیں!"

دو خط تھے ـــ نازلی نے جھپٹ کر وہ خط لے لئے!

(۳)

بڑی دیر تک وہ اس قابل نہ ہو سکی کہ صورتِ حالات کا صحیح اندازہ لگا سکتی۔ گم صم، پھٹے پھٹے دیدوں سے خط ہاتھ میں لیے نادرہ کو تکتی رہی۔

نادرہ نے اس کی توجہ ہٹانے کے لیے کہا۔

"سرکار یہ خط تو پڑھ لیجیے۔ دیکھئے کیا لکھا ہے!"

نائلہ چونک پڑی۔

پھر اس نے پہلا لفافہ کھولا جو اخلاق کے نام تھا!

جناب والا

جاتے وقت آپ فرما گئے تھے کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل میں فیصلہ کر لوں۔ سو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے آخری فیصلہ کر لیا۔ اس خط کو میرا استعفا تصور کیجیے۔

نہ آپ کو میری خدمات کا اعتراف کرنے کی ضرورت ہے، نہ مجھے
آپ کا شکریہ ادا کرنے کی۔ رسمیات کے نہ آپ قائل ہیں نہ میں۔ نہ آپ اس کے
قائل ہیں کہ میں نے کوئی خدمت انجام دی ہے۔ نہ اس برتاؤ پر جو آپ کا
میرے ساتھ رہا ہے میں شکریہ ادا کرنے کی کوئی وجہ دیکھتا ہوں۔

میں نے جتنا عرصہ آپ کے ہاں کام کیا ہے، اس کا حساب کرنا۔
اور اس مدّت کی تنخواہ کا طلب کرنا میں دیانت کے خلاف سمجھتا ہوں۔
جب میں آپ کو مطمئن ہی نہیں کر سکا تو اجرت اور تنخواہ کیا سوال!

خاکسار
سعدی

——

یہ خط پڑھ کر نازلی نے پھر لفافہ میں رکھ دیا ——
پھر دوسرا لفافہ کھولا۔ یہ اس کے نام تھا!

نازلی

میں اب جا رہا ہوں،
اب تم مجھے کبھی نہیں دیکھو گی۔
تمہارے کان میں اب میرا نام کبھی نہیں پڑے گا۔
میں ایک حرف غلط تھا جسے زمانہ نے مِٹا دیا —— اور حرفِ غلط
ہوتا ہی اس لیے ہے کہ اسے مٹا دیا جائے۔
اچانک اور یکایک تم سے ملاقات ہوئی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے
میری روٹھی ہوئی زندگی مجھے واپس مل گئی۔
جینے اور زندہ رہنے کا جی چاہنے لگا۔

نازلی!

اب مجھ میں کچھ نہیں رہا۔ بہت جلد وہ دن آنے والا ہے جب میں
س دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا لیکن مرنے سے پہلے کیا کان میں چپکے سے
یک راز کی بات سنو گی؟

نازلی —— میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ آج سے نہیں ہمیشہ سے
ا دن سے جب شاذر میں پہلے پہل میں نے تم کو دیکھا تھا!
میرے اور تمہارے درمیان پستی اور بلندی کا رشتہ ہمیشہ سے قائم
شاذر میں بھی یہ رشتہ قائم تھا۔ دولت پور میں بھی قائم رہا۔
شاذو میں تم سب سے زیادہ اکل کھری لڑکی تھیں جس سے کوئی چالا
لا شخص بھی اظہار محبت کی جرأت نہ کر سکا۔ پھر بھلا میں بے چارہ
ت کہاں سے لاتا؟ مجروح جیسا پیشہ ور محبت کرنے والا بھی
ے سامنے ہمیشہ گھگھیا گھگھیا کر رہ گیا۔ کیا مجال ہے جو حرف مطلب
اس کی زبان پہ۔ شاذو کا دور اس طرح ختم ہوا کہ ہم بیلو اندر
یں مبتلا ہوئے میں حالات کا شکار ہوا۔ رخت سفر باندھے
یا تم ایسی گئیں کہ پھر شاذو کی سرحد میں تم نے قدم نہ رکھا۔
نے کے بعد بھی ہمارے درمیان پستی اور بلندی کا جو رشتہ پیدا
قائم رہا۔ تم ایک نواب عالی جناب کی بالو۔ محترم بن گئیں۔
ں ٹھوکریں کھاتا رہا اور آخر ایک روز گرتا پڑتا تمہارے آستانے

بظاہر اس آستانے پہ ایک دولت مند شخص کا آرٹ سیکرٹری بن کر آیا تھا — اپنی روزی کمانے پیٹ بھرنے،

لیکن کیا واقعہ بھی یہی تھا؟

کیوں نازلی کیا واقعہ بھی یہی تھا؟"

نہیں واقعہ یہ نہیں تھا۔

پھر کیا تھا؟

قدرت کتنی ہی سنگدل ہو، کبھی کبھی مہربان بھی ہو جاتی ہے۔

مجھ پہ بھی مہربان ہو گئی۔

اس آستانے پہ مجھے آب و دانہ نہیں لایا تھا قسمت لائی تھی!

ایک عاشق ناکام کی قسمت!

ایک لب گور محبت کرنے والے کا مقدر!

میں یہاں آیا۔

میں نے تمہیں دیکھا —— اور پالیا

نازلی میں نے تمہیں پالیا

میرا پالینا کیا تھا؟

ع چاہیں تو تم کو چاہیں دیکھیں تو تم کو دیکھیں
خواہش دلوں کی تم ہو آنکھوں کی آرزو تم

میں نے تمہیں چاہا۔ میں نے تمہیں دیکھا۔ تمہیں چاہ کر، تمہیں دیکھ کر میں نے دل کی خواہش پالی۔ میری آرزوئے ختم اور حسرت دل پوری ہو گئی۔

اس سے زیادہ مجھے اور کیا چاہیئے تھا! ؟

یہ میری آخری آرزو تھی، یہ میری آخری خواہش تھی۔ خدا کا شکریہ منہ سے ادا کروں کہ یہ آرزو اور خواہش پوری ہو گئی۔

اب میں کتنے سکون سے مرنے کے لئے تیار ہوں اس کا اندازہ شاید میرے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ کر ہی نہیں سکتا۔ کسی شخص کو پھانسی کے تختے سے اُتار لاؤ۔ اسے اتنی خوشی نہ ہوگی جتنی مجھے اس موت کے تصور سے ہو رہی ہے۔

میں نے تم سے کبھی اظہارِ محبت نہیں کیا!

اس لئے کہ اپنی اوقات سے واقف تھا۔ کبھی کبھی خود ہی تم سے عشق کرنے پر اپنا مذاق اُڑایا کرتا تھا — دیکھئے آپ کو، اور آپ کے گھر کی صورت — چلے ہیں نازلی سے عشق کرنے۔

لیکن محبت عجیب چیز ہے اس کا اظہار کیا جائے یا نہ کیا جائے جس نشیمن میں ایک مرتبہ اس کے قدم پہنچ جائیں، پھر وہاں سے نہیں نکلتی — کسی طرح نہیں نکلتی!

نکل ہی نہیں سکتی!

میں نے تم سے کبھی اظہارِ محبت نہیں کیا، لیکن کرتا رہا — کرتا رہوں گا!

پوچھ سکتی ہو، جو گستاخی — اظہارِ محبت کی — کبھی مجھ سے ہو نہیں ہوئی وہ اب کیوں ہو رہی ہے؟ کیا میں اب بھی خاموش نہیں

لما تھا؟ آخر ضرورت کیا تھی اس لفظ کو زبان پہ لانے کی؟

تسلیم کرتا ہوں یہ میری غلطی ہے لیکن نازنین تم ویسے بھی بڑی وسیع
ب ہمدرد، مہربان اور شریف طبیعت ہو گیا ایک لب گور شخص
ی گستاخی معاف نہ کرو گی؟"

بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی دلیل کی محتاج نہیں ہوتیں۔
یہ بات بھی کچھ ایسی ہی ہے ۔ اپنی اس گستاخی کو درست اور بجا ثابت
کرنے کے لیے میں کوئی دلیل نہیں دے سکتا۔ لیکن ایک انجانی قوت
ہے جو اس کے ارتکاب پہ مجھے مجبور کر رہی ہے۔

دولت پور میں تم نے ایک پرانے ساتھی کے ساتھ جو برتاؤ کیا جو
سلوک اس کے ساتھ روا رکھا جس طرح اس کی دیکھ بھال کی جس طرح اس کی
تیمارداری کی جس طرح اسے موت کے پنجے سے چھڑانے کی کوشش کی جس
طرح اس پہ ترس کھا کر اپنے رفیق حیات تک سے لڑ گئیں۔ کیا اس احسان
کو کبھی بھول سکوں گا؟

میں ہر ذلت سہہ کر بھی تمہارا آستانہ ہرگز نہ چھوڑتا لیکن میں تمہارے
مزاج اور طبیعت سے واقف ہوں۔ تم جیسی کھری اور بے لاگ طبیعت
لاکھ دو لاکھ میں بھی مشکل سے کسی کی ہوگی۔ یہاں رہ کر محنت کیے بغیر چارہ
نہ تھا اور میں بڑی خوشی سے محنت کرتے کرتے مرنے کو تیار تھا لیکن تمہارا
رحم، تمہارا ترس، تمہارا اخلاق، تمہاری شرافت اسے برداشت نہ کر سکتی
تھی کہ مجھے محنت کرنے دو۔ تمہارا یہی جذبہ تھا۔ جس نے تمہیں نواب صاحب

سے الجھنے تک پہ آمادہ کر دیا۔؟

اگر تم سے مجھے محبت نہ ہوتی تو بھی اخلاق و انسانیت کا تقاضا یہ تھا کہ تمہاری زندگی تلخ ہو جانے کا سبب میں نہ بنوں۔ نہ کہ اس صورت میں کہ تم سے محبت کا مدعی ہوں۔ کس طرح یہ گوارا کر لوں۔ کہ تمہارے اور نواب صاحب کے تعلقات میری وجہ سے تلخ ہو جائیں —— اس شخص کے لئے جو چند روز میں موت کی ابدی نیند سو رہا ہوگا۔ ایک ایسی زندگی کی بربادی میں حصہ لینا جو زندگی کا شاندار حق رکھتی ہے کیا شیوۂ محبت ہے ؟"

لہذا میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں اس آستانے سے ہٹ جاؤں چنانچہ میں جا رہا ہوں۔

کہاں جا رہا ہوں۔؟

یہ مجھے خود نہیں معلوم اس دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جو میری جہاں میں یہ سمجھ کر قدم رکھ سکوں کہ اس پہ میرا حق ہے۔

چلتے چلتے تمہارا شکریہ بے اختیار لب پہ آ جاتا ہے ——

اگر رسم ہے تو اس رسم کے برتنے پہ اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔ اگر یہ آواز ہے تو دل کی آواز کون روک سکا ہے آج تک!؟

رویؔ

(۴)

نازلی نے خط پڑھا اور بے اختیار اس کی چشم خوں فشاں سے سیلاب اشک جاری ہو گیا۔

نادرہ یہ منظر دیکھ کر بے قرار ہو گئی۔ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"میری سرکار! ——"

اور پھر وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ خود اس کی آنکھوں سے موسلادھ بارش کی طرح آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

بڑی دیر تک یہ کیفیت قائم رہی۔ نہ کوئی اسے تسلی دینے والا تھا۔ نہ دل جوئی کرنے والا۔ آخر وہ اٹھی اور اپنے کمرے میں گئی یہاں تازہ اخبارات اس کے منتظر تھے۔

خاص دولت پور سے تو کوئی اخبار نہیں نکلتا تھا۔ شہر سے آتے تھے۔ اور آتے آتے دس بج جاتے تھے۔ آج اس کا جی نہ چاہا کہ اخبارات پر ایک سرسری نظر بھی ڈال لے۔ لیکن بے اختیار اس کی نظر پہلے صفحہ پر گئی تو وہ ٹھٹک کر رہ گئی۔ کچھ دیر تک ویسے ہی قریب کھڑی اخبار کو تکتی رہی پھر اسے اُٹھا کر پڑھنے لگی۔

اخبار کے پہلے صفحہ پر اخلاق کی تصویر چھپی تھی۔ اور اس کے نیچے لکھا تھا۔

نواب اخلاق احمد جنہیں قدرت نے یگانہ خصوصیات عطا کئے ہیں۔ وہ بیک وقت ایک بڑے جاگیردار، ایک کامیاب صنعت کار اور کامل آرٹسٹ ہیں۔ خان پور کی نمائش میں جن کی تصاویر پر پہلا اور دوسرا انعام ملا ہے۔ نواب صاحب کے حالات اور انعامی تصاویر صفحہ ۸ پر ملاحظہ فرمائیے۔

نازلی نے آٹھواں صفحہ اُلٹا۔ تین کالم کا ایک مضمون اخلاق کی ...ت اور حالات و سوانح پر تھا۔ اور ایک مضمون کا عنوان تھا۔ ...ر آرٹسٹ اخلاق کی تصویریں!"

...یہ مضمون کوئی پانچ کالم میں تھا۔ لکھنے والے نے جو یقیناً کوئی ماہر ...تھا پوری فیاضی کے ساتھ اسے وقت کا بہت بڑا فن کار ثابت کیا ...نمائش میں اس کی جو تصویریں پیش ہوئی تھیں۔ ان پر ایک ایک کر کے

فنکارانہ تبصرہ کیا تھا۔ جن دو تصویروں پر انعام ملا تھا۔ ان کے تمام پہلوؤں
پر نہایت جامع اور مانع تبصرہ کیا تھا۔

ان تصویروں میں سے پہلا انعام جس تصویر پر ملا تھا۔ وہ ان آٹھ
تصویروں میں سے ایک تھی جنہیں اخلاق نے سخت ناپسند کیا۔ اور بعد میں
بغیر کسی ترمیم کے نازلی نے وہ تصویریں بھی بیگم اخلاق کے نام سے سیکرٹری
نمائش کو بھیج دی تھیں۔ اور دوسرا انعام اس تصویر پر ملا تھا جو اخلاق کی پسندیدہ تھی۔
اخلاق کی تصویر پر فاتحانہ تبسم رقص کر رہا تھا۔ ایک مرتبہ پھر نازلی
نے یہ تصویر دیکھی۔ اور نہایت حقارت سے یہ اخبار ایک طرف پٹک دیا
اور نادرہ سے کہا۔

"لے جاؤ یہ اخبارات یہاں سے —— ہٹاؤ!"

نادرہ نے اخبار دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

"ارے سرکار چھپ گئے ——"

نازلی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اخبار لے کر چلی گئی

(٥)

چند ہی روز میں نازلی کا چہرہ اُتر گیا۔ وہ بیمار سی معلوم ہونے لگی۔ نادرہ لاکھ
ی بہلانے کی کوشش کرتی۔ وہ نہ منہ سے بولتی نہ سر سے کھیلتی۔ نادرہ سخت
ان تھی۔ کہ آخر اس طرح کیسے کام چلے گا۔ کہیں خدانخواستہ سرکار بیمار
وئیں۔

ایک دن کی بات ہے صبح کا وقت تھا۔ نازلی اپنے کمرے کے سامنے
یں ایک آرام کرسی پر دراز کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ اتنے میں نادرہ
اس کے کان میں گونجی۔
رکار دیکھئے تو سہی کون آیا ہے ؟"
ازلی نے سر اُٹھا کر دیکھا تو نسرین کھڑی مسکرا رہی تھی۔
ازلی اسے دیکھتے ہی کتاب ایک طرف پھینک کر اُٹھ کھڑی ہوئی

اور لپٹ گئی جاکر بہن سے۔

"آپا، میری آپا!"

اس کی آواز لرز رہی تھی اور آنکھیں پُرنم تھیں۔

نسرین نے شفقت اور محبت کے ساتھ اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"چل منہ دیکھی کہیں کی ——— کبھی بھولے سے بھی یاد کیا اتنے طویل عرصہ میں تو نے مجھے؟"

نازلی نے معذرت آمیز لہجہ میں جواب دیا۔

"آپا تم کیا جانو میں کس دَور سے گذر رہی ہوں؟ یہ زندگی میرے لئے موت سے بدتر ہے۔ میں مرجانا چاہتی ہوں!"

نسرین نے نازلی کے دونوں گالوں پہ ہتھیلی رکھ کر اُس کا منہ اپنی طرف کر لیا۔ پھر بولی۔

"تو مرجانا چاہتی ہے؟ میری زندگی میں؟ ——— کیوں ری؟"

پھر دفعتاً حیرت، تعجب، اور دہشت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اس نے کہا۔

"لیکن یہ تیرا حال کیا ہو رہا ہے؟" ——— کیا بیمار تھی کچھ؟"

نازلی نے جواب دیا۔

"نہیں آپا بیمار تو نہیں تھی، اچھی خاصی ہوں۔"

نسرین کو یقین نہ آیا۔

"لڑکی تو مجھے جُل دے رہی ہے۔ مان لوں گی تجھے سچا؟ میں اُڑتی چڑیا بھی پہچان لیتی ہوں، تو تو ابھی بچّہ ہے!"

سامنے سے کوئی چڑیا اپنے پنکھ ہلاتی گزری۔ نازلی نے اس کی طرف تکتے ہوئے کہا۔

"بتاؤ آپا، یہ کونسی چڑیا اُڑی جارہی ہے؟"

نسرین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب تو کچھڑے گی — تیرا سر اُڑا جارہا ہے!"

نازلی خفا ہو گئی۔

"وہ میرا سر کیوں ہوتا۔"

پھر وہ نادرہ سے جو پاس ہی کھڑی ہوئی تھی بولی۔

"اری بگی ذرا چائے اور ناشتہ تو لے آ، آپا کے لئے!"

نسرین نے کہا۔

"نہیں ناشتہ نہیں، صرف چائے!"

نازلی اسے لے کر برآمدہ سے کمرہ میں آ گئی۔

(۶)

دو روز کے بعد اخلاق بھی آگیا ــــــ مسرور، کامیابی کے نشہ سے مخمور،

فخر و ناز کے جذبہ سے چُور!

نسرین نے اس کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ کئی دن تک دونوں میں کوئی خاص بات چیت نہیں ہوئی۔ ایک روز نسرین اخلاق کے دفتر میں پہنچی اور ر ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد کہنے لگی۔

"میں نازلی کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی!"

اخلاق کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"کیوں؟ ــــــ آپ خود کیوں نہ رہیے یہاں جب تک جی چاہے!"

وہ تیکھے لہجہ میں گویا ہوئی۔

"معاف کیجئے، اچھو نازلی نے یہاں رہ کر سکھ پالیا ہے کچھ میں پالوں گی۔
کیا تم نے میری بہن سے شادی اس لئے کی تھی کہ اس کی جان لے لو؟"
اخلاق کو غصہ تو بہت آیا۔ لیکن اس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ وہ
بولا۔

"یہ آپ نے کیسے جانا کہ میں ان کی جان لینا چاہتا ہوں؟"
نسرین اور زیادہ ترش لہجہ میں گویا ہوئی۔
"خدا کو دیکھا نہیں عقل سے پہچانا ہے!"
اخلاق مسکرانے لگا۔
"میں نے معمول سے کبھی دلچسپی نہیں لی۔ اس لیے یہ توقع نہ کیجئے
آپ کا یہ کراس ورڈ میں حل کر لوں گا!"
نسرین نے جواب دیا۔
"مجھے کیا ضرورت ہے معمے میں باتیں کرنے کی؟"
اخلاق کے پاس بھی جواب تیار تھا۔
لیکن اس وقت تو یہی کہہ رہی ہیں آپ!
نسرین چہک کر بولی۔
میں پوچھتی ہوں کیا نازلی اس گھر میں جب آئی تھی۔ اس کا رنگ
ایسا ہی تھا۔ اس کی صحت ایسی ہی تھی۔؟ وہ اتنی ہی افسردہ، مضمحل اور اداس
تھی۔ آپ نے جب اسے دلہن بنا کر بھیجا تھا۔ تو وہ کوہ قاف کی پری تھی۔ اور اب؟
مرجھایا ہوا پھول۔ اس کے ہونٹ صرف تبسم سے آشنا تھے، لیکن کیا

اب بھی وہ مسکراتی ہے ؟ میں اتنے دن سے ہوں ۔ میں نے آج تک اسے مسکراتے نہیں دیکھا ۔ اس کی صحت کتنی اچھی تھی ۔ لیکن اب یہ سوں کی بیمار معلوم ہو رہی ہے ۔ ہنسنا ، ہنسانا ، خوش رہنا اس کی زندگی کا مشغلہ تھا مگر اب وہ ہنسنا بھول ـــــ چکی ہے ۔ وہ میری سب سے قیمتی پونجی تھی ، میں اپنی آنکھوں سے یہ منظر نہیں دیکھ سکتی ۔ نہ اس کی جدائی اتنی پہ خردش تھی کہ یہ اندیشہ ہوتا کسی کے ساتھ بھاگ جائے گی ۔ نہ وہ کسی غریب اور رفاقہ زدہ گھرانے کی لڑکی تھی جسے بَر نہ ملتا ہو ، میں نے تمہیں انسان سمجھ کر ، شریف سمجھ کر ، اس کا ہم مذاق سمجھ کر اسے تم سے بیاہا تھا ۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم اس کی جان کے لاگو ہو جاؤ گے ، میں در گزری ایسی امارت سے ، میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گی ۔ وہاں یہاں سے زیادہ عیش و آرام سے رہے گی ۔"

اخلاق خاموشی سے نسرین کا یہ اعلان جنگ سنتا رہا ۔ پھر اس نے کہا ۔

"کچھ مجھے بھی عرض کرنے کی اجازت ہے ؟"

وہ پُر غضب لہجہ میں بولی ۔

"کسی کی زبان پر میں نے کچھ تالا تو لگا نہیں دیا ہے ، لیکن بہر حال میرا فیصلہ اٹل ہے !"

اخلاق کا اخلاق اب تک قائم تھا ۔

"کیا آپ سمجھتی ہیں نازلی کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے میں نے

وہ بیزاری کے ساتھ بولی۔

"نہیں تم نے کیوں، میں نے اس کی یہ گت بنا دی ہے — کیا کہا
زیادتی؟ کیا تم اس کے ساتھ زیادتی بھی کر سکتے ہو؟ جب تک میں زندہ
ہوں، اور شفقت صاحب کی جان میں جان ہے، کوئی اسے ٹیڑھی آنکھ
سے تو ذرا دیکھے!"

"اوہو آپ تو بے حد برہم ہیں — سوال یہ ہے کہ میری کیا
خطا ہے؟"

"پھر میری خطا ہے؟"

"میں اپنا جرم معلوم کرنا چاہتا ہوں!"

"تمہارا جرم یہ ہے کہ تم نے اپنے طرزِ عمل سے، اپنے برتاؤ سے
ادھ موا کر دیا، اس کی خوشی چھین لی۔ وہ چنچل اور چونچال لڑکی، اب
سنجیدہ ہو گئی ہے جیسے برسوں کی بڑھیا!"

قبل اس کے کہ اخلاق جواب میں کچھ کہے، نسرین بولی۔

"میں نے یہ سوچ کر بیاہا تھا کہ تم دونوں ہم مذاق ہو، بڑے مزے
سے نبھ جائے گی۔ لیکن اب میں محسوس کرتی ہوں تمہارے اور اس کے مذاق
میں بعد المشرقین ہے، وہ ہمدرد ہے، نیک ہے، خوب سیرت ہے،
... ہے، سخی ہے، فیاض ہے، عفو و احسان اس کی سرشت ہے،
... سے اسے عشق ہے لیکن تم؟ تم سفاک ہو، بیدرد ہو، سخت مزاج
... ہو، کنجوس ہو، اپنے اقتدار و اختیار سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو۔

غریبوں کو ستاتے ہو۔ مجبوروں کو دکھ دیتے ہو۔ بددیانتی کے ساتھ نفع
حاصل کرتے ہو۔ تم اس قابل ہو کہ نازلی تمہارے پاس رہے ؟"
اخلاق نے سوال کیا۔
"غالباً یہ بیش بہا نادر معلومات آپ کو نازلی ہی سے حاصل ہوئے
ہوں گے ؟"
بے تامل نسرین نے کہا۔
"اور کیا مجھ پہ وحی اُترتی ہے ؟ الہام ہوا ہے مجھے ؟ — لیکن
میں جانتی ہوں وہ جھوٹی نہیں ہے !"
"گویا خود بھی آپ کے ساتھ جانے پہ رضامند ہیں !"
"ہاں بے شک !"
اگر وہ جانا چاہیں گی تو میں نہیں روکوں گا، لیکن میں ان سے گفتگو
کر لینا چاہتا ہوں !"

(۷)

دوسرے روز اخلاق نے اپنی اور نسرین کی گفتگو کا حوالہ دیئے بغیر
ی سے پوچھا۔
"کیا تم دولت پور سے جا رہی ہو اپنی آپا کے ساتھ؟"
اس نے ذرا دیر خاموش رہ کر جواب دیا۔
"جی ہاں، میں نے یہ فیصلہ کیا ہے!"
"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کیوں؟"
اس سوال کا جواب میں نہیں دینا چاہتی!"
با واپس آنے کا ارادہ ہے؟"
الحال تو نہیں ہے!"
عرصہ بعد سہی — اندازاً کب تک

"کوئی مدّت متعین کرنا مشکل ہے میرے لئے!"

"کیا واقعی ہم دونوں کے درمیان ایک خلیج پیدا ہو چکی ہے؟"

"اس سے کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے؟"

"کیا میں نے تمہاری راحت و آسائش کا خیال نہیں رکھا؟ اپنے اس فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی ہوئی مجھ سے؟"

"یہ شکایت تو نہیں ہے مجھے آپ سے؟"

"لیکن کچھ اور شکایت ہے؟ مثلاً کیا؟"

"مثلاً یہ کہ میرے آپ کے اصولِ زندگی، افتادِ مزاج، اندازِ حیات اور نقطۂ نظر میں زبردست فرق ہے۔ اتنا زیادہ کہ وہ —— کسی طرح دور نہیں ہو سکتا —— تم یہی کہنا چاہتی ہو؟"

"ہاں میرا مطلب یہی ہے!"

"لیکن زندگی، میاں بیوی، ایک گاڑی کے دو پہیئے ہوتے ہیں، دونوں کو ساتھ ساتھ چلنا پڑتا ہے۔ شکایت تو مجھے بھی ہے تم سے کہ تم نے میرا ساتھ نہیں دیا!"

"اور دے بھی نہیں سکتی، بدقسمتی سے ہمارے درمیان کوئی مشتر چیز نہیں ہے، آپ کے نزدیک وہ سلوک بالکل جائز تھا، جو آپ نے گل بانو کے ساتھ کیا، غفور کے ساتھ مفاہمت کرنا۔ اسے اپنے سا سے جدا کرنا، انعام اور اضافۂ تنخواہ کا لالچ دینا۔ پھر اسی دن اور ا لمحہ انسپکٹر اشفاق کے ذریعہ اسے گرفتار کرانے کی کوشش کرنا۔ شاید

نزدیک تدبر کا شاہکار تھا ۔ سالوں سے سازش کر کے مال میں ملاوٹ کرنا
پھر اس کی بلیک مارکیٹ کرنا ۔ بڑے بڑے بل بنانا اور رشوت دے کر انہیں منظور کرانا
اور جیب بھرنا ایسا کارنامہ ہے جس پہ یقیناً آپ فخر کرتے ہوں گے ۔ روڈنی جیسے
یکتائے روزگار فن کار کے ساتھ ملازموں کا سا برتاؤ کرنا، اس کی توہین کرنا ۔
سے ڈانٹنا اس کی صحت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس سے دن رات کام لینا
نت کرتے کرتے اس کا خون تھوکنے لگنا ۔ اور آپ کا، کام لینے پہ اصرار کرنا
س کی بہترین تصویروں کو انتہائی بدذوقی کے باعث بدترین قرار دینا
ر انہیں اپنے نام سے نمائش میں بھیجنا ۔ پسند کی ہوئی تصویروں پہ دوسرا
ر ناپسندیدہ تصویروں پہ پہلا انعام حاصل کرنا اور خوشی سے پھولا نہ سمانا
ارات میں اپنے تعریف و توصیف سے بھرے ہوئے مضامین شائع
۔ اپنے فوٹو کی اشاعت کرانا ۔ اور جس کی محنت ، جس کے فن جس کے
لم کے باعث آپ کو انعام ملا ۔ آپ کی شہرت میں اضافہ ہوا ۔ آپ پر
ن چھپے ، آپ کی تصویر چھپی اُسے انعام دینے کے بجائے اس کی تنخواہ
ک لینا ، اس کی خبر نہ لینا ۔ بے تامل اس کا استعفا منظور کر لینا ۔ دولت
نامکمل مسجد کے لیے ایک پیسہ بھی چندہ نہ دینا اور بیچارے مولانا کو
دینا ۔ یہ سب باتیں آپ جیسے نواب عالی وقار کے لیے شاید زیبا ہوں
کن سے ہر بات میرے دل میں حقارت ، نفرت ، اور بیزاری ہی
کر سکتی ہے ۔ میں اس اصولِ زندگی سے نفرت کرتی ہوں میں اس
سے نفرت کرتی ہوں ۔ میں اس دولت سے ، اس نفع سے ، اس

امارت سے، اس نوابی سے انتہائی نفرت کرتی ہوں۔ آپ ہی بتائیے ہم دونوں کس طرح ایک ساتھ رہ سکتے ہیں؟ کس طرح ایک گاڑی کے دو پہیے بن سکتے ہیں؟"

"ہاں مجھے یاد آیا، تم مجھ سے محبت بھی تو نہیں کرتیں۔ یاد ہے سالومن سے جو گفتگو کی تھی تم نے؟"

"خوب اچھی طرح یاد ہے، اور وہ الفاظ میں پھر دوہرا سکتی ہوں — لیکن آپ شاید بھول گئے کہ آپ نے سالومن سے میری موجودگی میں، اپنی بیوی کی موجودگی میں، ایک عورت کی موجودگی میں اخلاق۔ ایٹی کیٹ، اور مروت کو بالائے طاق رکھ کر کیا کچھ کہا تھا۔ آپ کے نزدیک ایک مرد کو حق ہے کہ جب چاہے اپنی بیوی کو پیٹنے لگے۔ جب چاہے اسے طلاق دے دے، جب چاہے اس پر سوکن لے آئے۔ کیا ایسے مرد سے محبت کی جاسکتی ہے؟ میں اگر آپ سے محبت کرتی ہوتی تو پھر نفرت کرنے لگتی!"

"ہاں مجھے یاد ہے لیکن میں تمہاری طرح ضد سے کام نہیں لیتا۔ اعتراف کرتا ہوں کہ یہ میری غلطی تھی؟ — اب یہ بتاؤ کیا ہمارے درمیان جو خلیج پیدا ہو گئی ہے وہ پٹ سکتی ہے؟ جو اختلافات ہیں وہ دور ہو سکتے ہیں؟ جو تلخی اور بدمزگی پیدا ہو گئی ہے وہ ختم ہو سکتی ہے!"

"یہ آپ کے اختیار میں ہے!"

"میرے اختیار میں؟ — تو بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں؟ تم کیا چاہتی ہو؟"

"صرف ایک بات!"

"ایک نہیں ایک ہزار ــــ لیکن کہو بھی تو!"

"آپ بدل جائیے، اپنے آپ کو تبدیل کر لیجئے!"

"بھئی میں کیا کروں؟"

"آدمی بنئے، آدمی کا دکھ سمجھئے، خدا نے آپ کو ضرورت سے بہت ...ہ دیا ہے۔ اس پر قناعت کیجئے۔ ناجائز طور پر روپیہ کمانا ترک کر دیجئے۔ ...ت پور کے غریبوں کے کام آئیے۔ اپنے ملازموں کو، نوکروں کو، خادموں کو ...ی جیسا انسان سمجھئے، ان سے اچھی طرح پیش آئیے۔ ان سے کوئی نقصان ...ے تو ان کی تنخواہ جو ان کی زندگی کا کمزور سہارا ہے نہ کاٹیے۔ غلطی کس ...یں ہوتی؟ آدمی ہی سے ہوتی ہے لیکن معمولی سی غلطی پر یا اتفاقی ...نخواہ کاٹ لینا۔ سزا دینا۔ موقوف کر دینا بڑا ظلم ہے کہ جب یہ واقعات ...یں تو دل لرز جاتا ہے!"

"...ر یہ مطالبہ ہے تمہارا؟"

"...ی ہاں اگر آپ اس راستے پر آجائیں تو ہماری تلخیاں ختم ...ں!"

"...ر میں ایسا کیوں نہ کروں کہ ایک ٹرسٹ بنا کر اپنی املاک و ...ے حوالے کر دوں۔ اور جو آمدنی ہوتی ہے اس کا بڑا حصہ مکہ ...ں کے لیے بھیج دیا جایا کرے۔ باقی یہاں دولت پور میں لگ جایا ...یا کرے۔ مولانا صاحب سے میں معافی مانگ لوں۔ وہ مجھے

مسجد کا مؤذن بنا لیں۔ پانچوں وقت میں اذان دیا کریں۔ وہ نماز پڑھایا کریں
صبح شام لوگوں کے گھروں سے ملا جی کی حیثیت سے کھانا مانگ کر لایا کریں۔
تر مال مولانا صاحب کھا لیا کریں۔ بچا کھچا ہم دونوں زہر مار کر لیا کریں؟"

"مجھے آپ سے اسی جواب کی توقع تھی!"

"لیکن مجھے تم سے ایسے احمقانہ مطالبہ کی ذرا بھی توقع نہ تھی!"

"ٹھیک ہے تو پھر آپ کو آپ کا راستہ مبارک، مجھے میرا ——!"

"تو واقعی تم نے یہاں سے رخصت ہو جانے کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

"جی ہاں!"

"اچھا تم جا سکتی ہو!"

"شکریہ!"

"میرے گھر کا دروازہ تمہارے لیے ہمیشہ کھلا رہے گا۔ جب چاہو واپس
بھی آ سکتی ہو!"

"مزید شکریہ!"

"یقیناً یہاں سے جانے کے بعد تم اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرو گی!"

"میں یہ تسلیم نہیں کر سکتی کہ آپ پیشین گوئی کا حق رکھتے ہیں!"

"تمہارے بھلے کو کہہ رہا ہوں —— تم دولت پور سے جا رہی ہو
مسز بیگم بڑے چاؤ سے تمہیں لے جا رہی ہیں۔ لیکن چند ہی روز میں تمہیں
کر لو گی کہ اپنا گھر اپنا ہوتا ہے۔ دوسرے کا گھر دوسرے کا۔ یہاں تمام شکا
کے باوجود تم حاکمانہ اقتدار رکھتی ہو۔ وہاں خاص اپنائیت کے باوجود تم

ہو گی۔ مظلوم ہو گی، دوسروں کے رحم و کرم پر ہو گی!"

"کیوں ایسا کیوں ہو گا؟"

"لیکن ایسا کیوں نہیں ہو گا؟"

"اوّل تو آپ سے زیادہ میں آپا (نسرین) اور بھائی صاحب (شفقت) کی عادت اور ان کے مزاج طبیعت کو جانتی ہوں۔ یہاں میں گل بانو کو حویلی میں نہیں بلا سکتی۔ وہاں اگر کسی فقیر کو بھی میں بلا لوں تو بھائی صاحب اور آپا محض میری خاطر سے اسے سر پہ بٹھانے کو تیار ہو جائیں گے۔ یہاں مجھے حاکمانہ اقتدار ہے لیکن تجوری کی کنجی آپ کے پاس ہے۔ وہاں بقول آپ کے میں زیرِ دست مظلوم ہوں گی لیکن وہی ہو گا جو میں چاہوں گی!"

"کب تک؟ کتنے دن؟"

"عمر بھر!"

"یہ خوش فہمی ہے جلد رفع ہو جائے گی!"

"فرض کیجئے یہ خوش فہمی ہے اور جلد رفع ہو جائے گی۔ لیکن آپ نے سمجھا کیا ہے؟ کیا میں جاہل ہوں؟ ان پڑھ ہوں؟ ناتراشیدہ ہوں؟"

"تو کیا نوکری کرنے کا ارادہ بھی ہے ___؟"

"باعزت طریقہ پہ روزی کمانے میں حرج کیا ہے؟"

"گویا تم اس کے لیے بھی تیار ہو کہ اگر جی چاہے تو نوکری کر لو؟"

"بے شک!"

"لیکن میں اسے برداشت کر سکوں گا؟ میری غیرت اسے برداشت

کر سکے گی؟ کیا میں اپنی توہین گوارا کر لوں گا؟" —— اگر ایسا ہوا ——
"اگر ایسا ہوا تو آپ دوسری شادی کر لیں گے، یا مجھے طلاق دے
دیں گے، شاید پیٹنے پر بھی آمادہ ہو جائیں؟ —— یہی نا؟"
"نازلی میرے ضبط کا زیادہ امتحان نہ لو!"
"پھر بہتر یہ ہے کہ اب گفتگو کا سلسلہ ختم کر دیا جائے!" جتنی زیادہ دیر
تک گفتگو جاری رہے گی اتنا ہی زیادہ آپ کے ضبط کا امتحان نازک
صورت اختیار کرتا چلا جائے گا —— شاید آپ فیل ہو جائیں!"
"تم مجھ پر طنز کرتی ہو؟ —— شاید تمہیں شفقت پر غرّہ ہے۔ تمہارے
نزدیک وہ بڑا آدمی ہوگا لیکن میری نگاہ میں وہ ایک مچھر ہے جسے
جب چاہوں مسل سکتا ہوں!"
"نمرود کا خیال بھی یہی تھا۔ لیکن انجام کیا ہوا، میں اور آپ دونوں
جانتے ہیں!"
دگرگوں کر نازلی ——
"خفا نہ ہوئیے، بہتر یہی ہے کہ ہم خوشگوار ماحول میں ایک دوسرے
سے الگ ہوں۔ تجربہ نے ثابت کر دیا کہ ہم دونوں نے غلطی کی جو ایک
دوسرے کے رفیقِ زندگی بنے اور اس غلطی کی جس قدر جلد تلافی ہو جائے
اتنا ہی بہتر ہے!"
"کیا مطلب؟ —— کیا تم باقاعدہ یعنی قانونی علیحدگی چاہتی
یعنی طلاق!"

"صرف میں کیوں؟ آپ کو بھی یہی چاہنا چاہیے! ہم لوگ خدا کا شکر
ہے، نہ ہندو ہیں نہ عیسائی کہ ایک مرتبہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے
تو خواہ کتنا ہی مزاج اور طبیعت میں اختلاف ہو لیکن الگ نہیں ہو سکتے۔ زندگی
جو یہ بوجھ لادے رہنے پر مجبور رہیں! الحمدللہ ہم مسلمان ہیں اور اسلام نے
اف طور پر اجازت دی ہے کہ اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ نباہ
نہیں کر سکتے تو الگ ہو جائیں۔ اسلام کا عورتوں پر یہ بہت بڑا احسان ہے،
را بہت بڑا احسان یہ ہے کہ از روئے شرع عورت طلاق کا حق خود
نے پاس رکھنے کی شرط کر سکتی ہے اور آپ کو یاد ہو گا کہ ہماری شادی
ب ہوئی تھی تو بھائی صاحب نے یہ شرط کرا لی تھی۔"(۱)

"(چونک کر) گویا پہلے ہی سے پروگرام یہ تھا!"

"پہلے سے کیوں ہوتا؟ شرع نے مجھے جو حق دیا تھا وہ میں نے
پاس رکھ لیا ہے۔" "اور پہلے سے یہ پروگرام بنانے کی ضرورت کیا تھی؟
کونسا آپ کو لوٹ لیا ہے۔ یا آپ کی جائداد اور املاک اپنے نام
ہے۔ میں تو اس پر بھی تیار ہوں کہ اگر میں نے اپنا حق استعمال کیا
ایک کو معاف کر دوں گی، اس طرح مجھے ایک لاکھ کا گھاٹا، اور
پر ایک لاکھ کا فائدہ رہے گا۔!"

باتیں ہو رہی تھیں کہ مسٹر سالومن تشریف لے آئے۔ آتے ہی فرمایا۔

---

(۱) شرع کی اصطلاح میں "تفویض" کہتے ہیں!

"بیگم صاحبہ میں نے سنا ہے آپ تشریف لے جا رہی ہیں، نسرین بیگم کے ساتھ ـــــ کیا واقعی؟"

نازلی نے بہت مختصر سا جواب دیا۔

"آپ نے ٹھیک سنا ہے!"

سالومن نے پوچھا۔

"کب ارادہ ہے؟"

وہ بولی،

"آج ہی، بس ابھی ذرا دیر میں، سامان بندھ چکا ہے!"

سالومن نے کہا۔

"میں بھی شہر جا رہا ہوں، میرے ساتھ چلیے اسٹیشن ویگن حاضر ہے!"

نازلی نے جواب دیا۔

"لیکن آپا بھی تو اپنے ساتھ کار لائی ہیں ـــــ ورنہ مجھے چلنے میں کوئی عذر نہیں تھا!"

سالومن خاموش ہو گیا۔ نازلی ذرا دیر اور بیٹھی۔ پھر اُٹھی اور آہستہ آہستہ قدم رکھتی باہر چلی گئی۔

ایسا بھی ہوتا ہے

بُھلا دیتی ہیں سب رنج و الم حیرانیاں میری
تری تمکین بے حد کی قسم، ایسا بھی ہوتا ہے

(۱)

نازلی اخلاق کے گھر سے نسرین کے ہاں آگئی۔ یہاں آنے کے بعد شفقت نسرین نے اس کا دل بہلانے کی بہت کوشش کی لیکن اس کی افسردگی دُور نہ ی اس نے اخلاق سے جب شادی کی تھی تو اس کی بنیاد محبت نہ تھی۔ اخلاق ا پرستی اور بوالہوسی نے بے شک محبت کا جامہ ظاہری طور پہ پہن لیا تھا۔ نازلی ایک لمحہ کے لیے بھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوئی کہ وہ اس سے کرتی ہے یا کر سکتی ہے۔ وہ محبت کا نہ کچھ تجربہ رکھتی تھی۔ نہ اس کی کچھ کی ہی تھی — کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا — واقعی وہ دماغی خلل ہی سمجھا کرتی تھی۔ محبت کے فلسفہ پہ کبھی بھی اس نے سنجیدگی س کیا تھا۔ نہ اس فلسفہ کو سنجیدگی سے وہ قابلِ غور سمجھتی تھی۔ کبھی کبھی جھکریا اس کے یہ تاثر سے متاثر ہو کر وہ محبت کا ارتعاش سا اپنے

دل میں ذرا دیر کے لیے محسوس کرتی تھی۔ چونکہ نہ روفی نے کبھی پیش قدمی کی نہ اس نے پیش قدمی کا موقع دیا۔ اس لئے یہ لہر اتنی ہی خفیف تھی۔ جیسے کسی پرسکون تالاب کی سطح پر ایک چھوٹی سی کنکری پھینک دی جائے۔ اور چند ننھی منی لہریں دائرے بنا کر ختم ہو جائیں۔ اور سطح پھر پرسکون ہو جائے۔

اخلاق سے اس نے شادی صرف ہم مذاقی کی بنا پر کی تھی اور اس کے نزدیک زندگی کے نباہ میں محبت کا وقتی جوش اتنا کارگر نہیں ہوتا جتنا مذاق میں متحد ہونا۔ ایک اچھے اور باذوق آرٹسٹ کی حیثیت سے وہ اخلاق کی قدر کرتی تھی وہ خود بھی اچھی اور باذوق آرٹسٹ تھی۔ اس کا خیال تھا ہم دونوں مل کر آرٹ کی خدمت زیادہ بہتر طور پر کر سکیں گے۔ اخلاق کی آرٹ گیلری دیکھ کر تو اس کا جی چاہا تھا کہ یہیں رہ پڑے۔ وہ سمجھی تھی کہ اخلاق کی رفیقہ حیات بن کر میں زندگی کا مقصد پالوں گی۔ ساحل مراد تک پہنچ جاؤں گی۔

شروع میں اس کی اُمیدیں توقع سے زیادہ پوری ہوتی رہیں۔ لیکن دولت پورہ آنے کے بعد جب زندگی کا ہنگامی دور ختم ہوا اور مستقل دور شروع ہوا تو بہت جلد اس نے محسوس کر لیا کہ اس نے دھوکہ کھایا ہے۔ اخلاق اور اس کے مذاق و مزاج میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ وہ گو عملاً کچھ زیادہ مذہبی نہ تھی لیکن ہمیشہ سے مذہب کا احترام اور مذہب کی محبت اور اقدار اسلامی کی تکریم اس کے دل میں جاگزیں تھی۔ پھر جب مطالعہ سے اس پر یہ بات واضح ہوئی کہ دنیا کے مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورتوں کو بالکل مساویانہ حقوق دئیے ہیں تو گو دل ہی دل میں

اپنی بے عملی پر نادم ہوا کرتی تھی لیکن اپنے مسلمان ہونے پر فخر بھی محسوس کرتی تھی، اس کے برعکس اخلاق کے نزدیک مذہب صرف چند فرسودہ روایات و اعمال کا مجموعہ تھا۔ وہ مذہب کا مذاق بھی اڑاتا تھا، اور مذہبی لوگوں کو حقیر بھی سمجھتا تھا ایک آرٹسٹ کبھی بھی اپنے ابنائے جنس میں پست و بلند کی تفریق کا قائل نہیں ہو سکتا۔ نہ دولت کی پرستش اس کی زندگی کا مقصد ہو سکتا ہے، نہ غریبوں، محتاجوں اور مجبوروں کو وہ اپنے اقتدار و اختیار سے فائدہ اٹھا کر ہدف ستم بنا سکتا ہے۔ خود نازلی کا جہاں تک تعلق تھا وہ اسی اصول پر عامل تھی۔ لیکن کیا اخلاق کا بھی یہی حال تھا؟ دن میں نہ جانے کے مرتبہ وہ آرٹسٹ اخلاق کے بجائے آقا اخلاق کو، سرمایہ دار، اخلاق کو، غریب آزار اخلاق کو، اقتدار پرست اخلاق کو، فرعون مزاج اخلاق کو دیکھا کرتی تھی۔ کڑھا کرتی تھی اور حیران ہوا کرتی تھی۔

میاں بیوی میں اگر محبت نہ ہو تو بھی بہر حال وہ ایک دوسرے کے رفیق …گی ہوتے ہیں۔ زندگی بھر کا پیمانِ رفاقت کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اسی …ن رفاقت کو نباہنے کے لیے ضرورت ہوتی ہے کہ دونوں ایک دوسرے …یں، ایک دوسرے کے ساتھ رعایت کریں۔ ایک دوسرے کے …ت کا لحاظ رکھیں۔ ایک دوسرے کا احترام کریں۔ بغیر اس کے سچی اور …ت رفاقت کیونکر ممکن ہے؟ —— لیکن اخلاق نے اس پیمانِ رفاقت …ہمیت نہیں دی۔ ہر معاملہ میں اس نے اپنی بات بالا رکھی۔ اپنے …ر کے چلن میں فرق نہیں آنے دیا۔ اپنی رعونت اور نخوت میں ذرا

بھی لچک نہیں پیدا ہونے دی۔ بے شک حتی الامکان اس کا طرزِ گفتگو ملائم ہوتا تھا۔
اس کے ہونٹوں پر تبسم قائم رہتا تھا لیکن اس ملائمت میں فولاد کی سختی وہ اچھی
طرح محسوس کرتی تھی، اس تبسم میں تلوار کی کاٹ اسے نمایاں طور پر نظر آتی تھی
اس کے شیریں لب و لہجہ سے بھی یہ بات صاف جھلکتی تھی کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے
جو کچھ وہ چاہ رہا ہے۔ وہ اٹل ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ وہ حرف
آخر ہے۔

بہت دنوں تک اس نے اپنی فطرت پر، اپنے مزاج پر جبر کیا۔ لیکن
کسی طرح بھی وہ اخلاق کے انداز و اطوار سے اپنے آپ کو ہم آہنگ نہ کر سکی۔
ذہنی کشمکش کے اسی دور میں روفی آ گیا۔ روفی کا خیر مقدم اس نے ایک شریف
ساتھی، ایک اچھے آرٹسٹ ایک مخلص دوست کی حیثیت سے کیا تھا اور یہ
خیر مقدم بہت پر جوش تھا اس لئے کہ شازو میں روفی کی رفاقت بہت سی
خوشگوار اور ناقابل فراموش یادوں کی حامل تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس نے
محسوس کیا روفی اسے ہمیشہ سے چاہتا ہے۔ اس سے محبت کرتا ہے۔
گو حرفِ محبت زبان پر لانے کی کبھی جرأت نہ کر سکا۔ یہ راز اگر شادی سے
پہلے کسی طرح منکشف ہو گیا ہوتا۔ تو وہ ضرور اس کی محبت قبول کر لیتی، ضرور
اس سے شادی کر لیتی۔ ضرور عمر بھر کے لیے اس سے پیمانِ وفا باندھ لیتی
لیکن اب؟ اب اس طرح کا تصور بھی گناہ تھا۔ وہ اس سے ہمدردی رکھتی
تھی اس کی خاطر کرتی تھی۔ اس کی تیمارداری کرتی تھی۔ اسے خوش دیکھنا چاہتی
تھی لیکن ایک دوست کی حیثیت سے، شوہر سے بے وفائی کر کے نہیں۔

تھی جس طرح خود اس کی توہین کرتا تھا۔ غفور، ڈیری فارم کے مزدوروں اور کارکنوں
گل بانو، رستم اور اسی طرح کے دوسرے کارکنوں پر ظلم کرتا تھا۔ اسی طرح بلکہ اس
سے بھی زیادہ سفاکی اور درندگی کا مظاہرہ وقت کے بہت بڑے آرٹسٹ
بہت اچھے انسان اور بہت شریف آدمی سے بھی کرتا تھا۔ یہ دیکھ دیکھ کر وہ
جھنجھلاتی تھی۔ غصے سے ہونٹ چبانے لگتی تھی۔ پریشان ہو جاتی تھی کبھی کبھی
تنہائی میں رونے بھی لگتی تھی۔ لیکن اخلاق کے دست ستم سے اسے نہیں
بچا سکتی تھی۔ وہ جب عاجز آگئی، عین اس وقت جب وہ اسے دوبارہ ڈاکٹر
…ری کے نرسنگ ہوم میں اپنے ذاتی خرچ سے داخلہ کا بندوبست کر چکی تھی۔
…فتہ" چلا گیا۔ لاپتہ ہو گیا۔ اس حادثہ پر اس کا دل خون کے آنسو رویا۔ لیکن
…ب حد تک اطمینان بھی ہوا۔ کم از کم اب اپنی آنکھوں سے اس کا حال زار
…ں دیکھ سکے گی پھر جب اس نے روفی کا نامۂ محبت پڑھا تو دیر تک وہ سکتے
…ہی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے
… اپنی بدقسمتی پر، اپنی مجبوری پر، اپنی بے بسی پر، ایک مرتبہ پھر اس نے
…ن کا سانس لیا کہ اب روفی اس کے سامنے نہیں ہے۔ اب اس کے
…ی نہیں ڈگمگا سکیں گے۔

…ر جب نسرین پہنچی اور اخلاق روفی کی محنت کا پھل جیب میں رکھ کر
…رحال واپس آیا اور اس نامراد کے لیے ایک لفظ بھی ہمدردی
…س کا استعفا اس نے خوشی سے قبول کر لیا اور اس کے پچھلے
… ندامت کا اظہار نہیں کیا تو پیمانۂ صبر چھلک اٹھا۔ وہ محسوس کرنے

لگی اس شخص کے ساتھ نباہ نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھیڑیئے۔ کسی ریچھ، کسی شیر کے ساتھ زندگی بسر کی جا سکتی ہے۔ لیکن اخلاق کے ساتھ نہیں ہرگز نہیں۔

پھر جب نسرین نے اسے ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔ تو جیسے اندھیرے میں بجلی چمک جاتی ہے اسے راستہ نظر آ گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ نسرین کے ساتھ جائے گی۔ اور اب اس گھر میں کبھی نہیں آئے گی —— کبھی نہیں۔

نسرین کا گھر اس کا اپنا گھر تھا۔ ہر چیز پر اسے مالکانہ اقتدار و اختیار حاصل تھا۔ کوئی بات ہو کوئی مسئلہ ہو۔ ایک مرتبہ نسرین سے کوئی بڑا معاملہ رجوع کیا گیا۔ تو وہ نازلی کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"میں نہیں جانتی، گھر کی مالک یہ ہے جو یہ کہے کر دو!"

پھر یہی بات شفقت سے رجوع کی گئی۔ اس نے بھی نازلی کی طرف اشارہ کیا اور جواب دیا۔

"ہر ہائی نس بلکہ ہر میجسٹی کا فیصلہ آخری ہے۔ ان سے پوچھو!"

نسرین سے تو وہ کچھ نہ بولی، لیکن شفقت کے الفاظ پر چڑ گئی۔ اور منہ بنا کر گویا ہوئی۔

"بھائی صاحب مجھے نہ چھیڑا کیجیے خواہ مخواہ —— میں کیوں ہوتی ہر ہائی نس یا ہر میجسٹی، آپ کے نزدیک شاید یہ بڑے شاندار الفاظ ہیں"

شفقت نے پوچھا۔

"تو کیا نہیں ہیں شاندار؟"

وہ جواب میں گویا ہوئی ۔
"ایسے کھوکھلے الفاظ آپ ہی کے نزدیک شاندار ہو سکتے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی ذہنیت غلامانہ ہے۔ ہر قوم کا ایک مزاج ہوتا ہے روایات کا ایک سانچہ ہوتا ہے وہ اس سے باہر نہیں نکل سکتی۔ دوسری قوموں کے ہاں واقعی یہ الفاظ کچھ معنی رکھتے ہیں بلکہ مانتی ہوں شاندار معنی رکھتے ہیں لیکن ہم مسلمانوں کے ہاں یہ بے معنی الفاظ ہیں۔ ہمارے ہاں تو
"ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز!"
شفقت نے کان دباتے ہوئے کہا۔
"غلطی ہو گئی۔ مجھے وہم بھی نہیں تھا کہ علامہ اقبال سے مخاطب ہوں!"
نازلی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
"دیکھ لیجئے آپا بھائی صاحب نہیں مانتے۔"
وہ بھی چڑتی ہوئی بولی۔
"یہ تو ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے ——— بڑھاپا آ گیا۔ اور بچپن نہیں گیا۔"
شفقت نے ایک قہقہہ لگایا۔ اور باہر چلا گیا۔ نسرین بھی مسکرانے لگی۔

(۲)

نازلی کو نسرین کے گھر میں کسی طرح کی تکلیف نہ تھی۔ ہر طرح کا آرام میسر تھا لیکن وہ کچھ بجھی بجھی سی رہتی تھی۔ افسردہ، مضمحل، پریشان۔ نسرین لاکھ لاکھ جتن کرتی مگر اس کے چہرے پہ مسرت کا غازہ نظر نہ آتا۔ شفقت اسے سیر کرانے لے جاتا، سینما دکھاتا۔ طرح طرح کی کتابیں لا کر دیتا مگر اس کی افسردگی میں کوئی فرق نہ آتا۔ اسی اثنا میں اخلاق صاحب نے کئی بار اس سے ملنے کی، صلح کرنے کی اور ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ ملنے پہ آمادہ ہوئی، نہ صلح کرنے پہ نہ ساتھ جانے پہ۔ اور آخر ایک — روز اس نے ایک خط کے ذریعے اسے مطلع کر دیا کہ جو رشتہ شرع نے ہمارے درمیان باندھا تھا۔ وہ شرع ہی کے ہوئے حق سے میں آج توڑتی ہوں۔ اخلاق نازلی سے تجدید روابط کا اس نہیں مجبور تھا کہ اسے چاہتا تھا۔ محبت تو کب کی اس کے طور طریقے

طور طریقوں سے مخالف دیکھ کر ختم ہو چکی تھی لیکن یہ بات ذرا معیوب سی تھی کہ بیوی طلاق لے لے ۔ اور حویلی میں آج تک ایسا ہوا بھی نہیں تھا ورنہ اس کی دلچسپی کا سامان تو چند دن بعد ہی مہیا ہو گیا تھا ۔ جب مسٹر سالومن نے ایک لیڈی آرٹسٹ مس سارا کو اس کا پرائیویٹ سیکرٹری مقرر کرا دیا تھا ۔ یہ آسٹریا کی رہنے والی تھی ۔ اور یہودی قوم سے تعلق رکھتی تھی ۔ چند ہی روز میں وہ اخلاق پر چھا گئی دونوں کی حیثیت اور سرشت بھی یکساں تھی ۔ اس لئے دونوں بہت جلد ایک دوسرے سے گھل مل گئے ۔ جیسے یہ ملاقات نئی نہ ہو پرانی ہو ۔

نازلی نے اگرچہ اخلاق کے جنجال سے نجات حاصل کر لی تھی ۔ لیکن اس کی طبع مغموم کے لیے سکون ناپید تھا ۔ اس گمشدہ پونجی کو اس نے کتابوں کے اوراق میں، البم کی تصاویر میں، سینما ہاؤس میں، تھیٹر ہال میں ہر جگہ ڈھونڈا مگر مایوسی اور ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا ۔

ایک روز اس طرح اداس اور افسردہ بیٹھی تھی کہ ڈاکیہ نے ایک ... دیا ۔ وہ سمجھی شفقت کا ہو گا لیکن پتہ پر اپنا نام دیکھ کر حیران رہ گئی ۔ جلدی کھولا ۔ اور پڑھنے لگی ۔

نازلی بیٹی !

میں اپنا سب کچھ کھو کر اور ہار کر، زندگی کی تلخیوں اور نامرادیوں ... لے کر پھر شاذرہ آگیا ہوں ۔ چاہتا ہوں یہ اجڑا ہوا گلستان پھر گل گلزار ... اپنے شاگردوں پر میں نے ایک نظر ڈالی ۔ تو صرف تم ہی ... میری تمنا تو یہی ہے کہ تم مستقل طور پر یہاں آجاؤ ۔ اور میرا ہاتھ

بتاؤ۔ لیکن سنا ہے تم نے شادی کر لی ہے۔ اور راحت کی زندگی بسر کر رہی ہو، لہذا اگر مستقل طور پر نہ آسکو تو کچھ عرصہ کے لیے سہی۔ کم از کم اس وقت تک کے لیے جب تک جبلی کی تقریب انجام نہ پا جائے۔ جس کا جشن ایک ہفتہ تک رہے گا۔ اس میں کالج کے دوستوں اور ہمدردوں کے سوا تمام طلبائے قدیم کو خاص طور پر میں نے مدعو کیا ہے۔ اس موقع پر کالج کے مستقبل کا کوئی فیصلہ یا منصوبہ بھی طے پا سکے گا۔۔۔!

نازلی کیا میں امید رکھوں کہ خط کے جواب میں تم خود آجاؤ گی؟

تمہارا خیر طلب

LIBRARY ... School

اندرے

یہ خط پا کر نازلی کی باچھیں کھل گئیں۔ سارا غم کافور ہو گیا۔ ایک نئی ترنگ پیدا ہو گئی۔ ایک نیا ولولہ انگڑائی لینے لگا۔ جیسے اس کی چھٹی ہوئی خوشی واپس مل گئی۔ جیسے اس نے جو کچھ کھویا تھا وہ سب پا لیا۔ جیسے اسے کوئی فکر تھی نہ پریشانی، جیسے اس کی کشتی حیات ہچکولے کھاتی ہوئی بالآخر ساحل مراد تک پہنچ گئی۔

اتفاق سے اس وقت نہ شفقت صاحب گھر پر تھے نہ نسرین کچھ ضروری شاپنگ کے سلسلہ میں بازار گئے ہوئے تھے۔ نازلی نے ان کا انتظار بھی ضروری نہ سمجھا اور سامان سفر تیار کرنے لگی۔

شفقت اور نسرین جب واپس آئے تو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے کہ نازلی کا سامان بندھا رکھا ہے۔ نسرین کا جیسے خون خشک ہو گیا۔ شفقت بھی سخت

پریشان ہو گیا۔ دونوں نے تقریباً متفق اللفاظ ہو کر پوچھا۔
"یہ کیا؟ کہاں جا رہی ہو۔"
وہ مسکرانے لگی اور ہومیو اندرست کا خط بڑھا دیا۔ دونوں میاں بیوی
نے ساتھ ساتھ خط پڑھا۔ نسرین نے کہا۔
"لیکن وہاں جا کر کیا کرو گی؟"
شفقت نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔
"جانے دو نسرین ——"
نسرین جل گئی۔
"ہاں آپ تو یہ چاہتے ہی ہیں۔"
شفقت کو غصّہ آ گیا۔
"میں یہ چاہتا ہوں؟ —— تمہاری وہ صرف بہن ہے۔ میری
ہے۔"
نسرین جھینپ گئی۔
"اونھ —— کیا عورتوں کی طرح بات پکڑتے ہیں!"
شفقت نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔
ہاں اس کی طبیعت بہل جائے گی۔ خیالات بٹ جائیں گے۔ وہاں
ں کے لئے یقیناً خوشگوار ثابت ہو گی۔ دیکھتی نہیں ہو۔ سوکھ کر
جا رہی ہے۔ وہاں اس کی صحت ٹھیک ہو جائے گی ——
ں!"

ان دلائل سے نسرین مطمئن ہو گئی۔

"تو آج ہی؟"

شفقت نے کہا۔

"ہاں آج ہی —— جب وہ خود وہاں جانے میں خوشی محسوس کر رہی ہے تو ہمیں رکاوٹ نہ ڈالنی چاہیئے۔ جب جی چاہے گا وہاں رہے گی جب جی چاہے گا آجائے گی۔ کیوں نازلی؟"

نازلی نے آمادگی اور مستعدی کے ساتھ کہا۔

"جی ہاں بھائی صاحب اور کیا!"

نسرین کسی طرح یوں اسے فوراً رخصت کرنے پر آمادہ نہ تھی۔

"آخر اس قدر جلدی کیا ہے؟ —— کسی کو ساتھ تو لیتی جاؤ!"

نازلی مسکرانے لگی۔

"ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت ہے کیا میں کوئی بچہ ہوں!"

نسرین نے کہا۔ "تو اور کیا ہو؟"

شفقت نے یہ جھگڑا ختم کر دیا "نازلی کے ساتھ میں جاؤں گا۔ میں پہنچا آؤں گا اسے!"

نازلی خوش ہو گئی "واقعی بھائی صاحب —— چلیں گے آپ میرے ساتھ"

شفقت نے جواب دیا "تمہارے ساتھ تو جہنم میں بھی چل سکتا ہوں —"

نازلی ہنسنے لگی۔

"دیکھیے آپا ——"

(۳۸)

شافروہیں نازلی ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔ اس کے پہنچتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے
لکے کی روٹھی ہوئی بہار واپس آگئی۔ موسیو اندرے کی خوشی حدِ بیان سے
تی اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ وہ مستقل قیام کے ارادے سے آئی ہے

جہاں نذر دینی بھول گئے اضطراب میں

نازلی کو موسیو اندرے نے وائس پرنسپل بنا دیا۔ ان کے سکرٹری کی حیثیت
اوہ کام کرتی تھی۔ اور جبلی کے سارے انتظامات تمام تر اسی کے ہاتھ میں
ب روز موسیو اندرے نے خطوط کا ایک بڑا سا ڈھیر اس کی طرف
ہوئے کہا۔ یہ ان لوگوں کے خطوط ہیں جبلی کی تقریب میں جنہیں مدعو کیا گیا
ے کے ہمدردوں کے بھی اور سابق طلباء کے بھی، ایک نظر ان پر
ب طلب خطوط کا جواب دے دو۔ باقی فائل کر دو، نازلی دلچسپی سے

اِن خطوط کا مطالعہ کرنے لگی۔ کئی خط پڑھ چکنے کے بعد دفعتہً اس کے ہاتھ میں طرح
کا خط آگیا۔ یہ منظوم خط تھا۔

میرا کالج میری قسمت میری حسرت کا مزار
یاد کرتا ہے مجھے اِہو ہو کے بے حد بے قرار
زندگی کی کلفتوں میں بھی تو یاد آتا رہا ــــــ
دِل میں تیری یاد تھی اور لب پہ تھی تیری پکار
تیرا شاعر، تیرا مجنوں آئے گا جلد آئے گا
خیر مقدم اس کا کہ یاد بدہ خوں نابہ بار
جھیل تیری میرے سیلِ اشک کی تصویر ہے
پھول تیرے میرے قلب ناشکیبا کی بہار
تیری راہیں مار پیچیاں کی طرح سمٹی ہوئی
میرا نالہ تیرے جنگل میری آہیں تیرے خار
جنگلوں کو روندکر کانٹوں سے ٹکراتا ہوا
آرہا ہے شاعرِ شیریں بیاں لیلےٰ اشکار

آخر نازلی ہنسی نہ ضبط کرسکی۔ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس وقت کمرے میں
وہ تنہا تھی۔ محسیو اندرے کسی اور طرف گئے ہوئے تھے۔ کلثوم ادھر سے
گزر رہی تھی۔ کہ اس نے نازلی کا قہقہہ سُنا۔ اُلٹے پاؤں واپس آئی۔ اور یہ
دیکھ کر حیران رہ گئی کہ نازلی اکیلی بیٹھی مسلسل ہنسے جارہی ہے۔ وہ اندر
آگئی۔ اس نے کہا۔

نازلی تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اکیلی اکیلی ہنس رہی ہو —
نازلی نے مجروح کا مکتوب منظوم اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
مبارک ہو — آپ کے لیلائے سنگار صاحب تشریف لا رہے ہیں۔
— مجروح صاحب نے تمہارا نام لیلیٰ ہی تو رکھ چھوڑا تھا۔
کلثوم نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا۔
"خدا غارت کرے اس بے حیا کو، اب تک نہیں مرا؟"
یہ کہہ کر وہ خط پڑھنے لگی اور پھر اس کا بھی وہی حال ہوا جو ابھی ذرا دیر پہلے
نازلی کا ہوا تھا۔ لیکن نازلی اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر پھر خطوں کو اُلٹنے پلٹنے
لگی۔ یکایک اس کے ہاتھ میں ایک خط آیا۔
"اخبارات میں میری نظر سے وہ مطبوعہ دعوت نامہ گزرا، جس میں جشن
... کے سلسلہ میں کالج کے سابق طلباء کو مدعو کیا گیا ہے۔ میں ایک عرصہ سے
بیکار بھی ہوں اور بیمار بھی، بیکاری نے بیمار بنا دیا۔ بیماری نے بیکار کر دیا۔
ہم بھی آدمی تھے کام کے —
یہ دعوت نامہ پڑھ کر کسی طرح بھی میں اپنے جذبات پہ قابو نہ رکھ سکا۔
... نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آؤں گا اور ضرور آؤں گا پہلے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
... ری جان لے کر ٹلے گی۔ لیکن ایک مسیح دوراں نے میرا سینہ چاک کر کے
... را ہی خارج کر دیا جو متاثر تھا کہتے ہیں اب اگر میں محتاط زندگی بسر
... تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ محتاط زندگی کا مطلب یہ ہے کہ محنت نہ کروں
... نہ کروں تو زندگی کی گرتی ہوئی عمارت کا بوجھ کیسے سنبھالوں؟

کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہلِ بزم؟
ہو غم ہی جاں گداز تو غم خوار کیا کریں!

ایک اسکول میں پارٹ ٹائم کام ملا ہے۔ ساٹھ روپے ماہوار تنخواہ ہے۔ کام تو فل ٹائم ہے۔ تنخواہ پارٹ ٹائم ہے۔ آٹھ گھنٹے کام کرتا ہوں دو گھنٹے کی تنخواہ لیتا ہوں وہ بھی کبھی دس تاریخ کو کبھی پندرہ تاریخ کو۔ بہر حال کالج مجھے بلا رہا ہے میں آؤں گا۔ شاید وہاں پہنچ کر میری مشکل آسان ہو جائے۔

کالج کے ساتھ میری زندگی کی نہایت قیمتی یادیں وابستہ ہیں۔ وہاں کے در و دیوار میرے رازدار ہیں۔ وہاں کی گلیاں اور کوچے میرے رفیق ہیں۔ وہاں کے جنگل، جھیل، آبشار، نشیب و فراز میرے دمساز رہ چکے ہیں۔ دوسری جگہوں کی زندگی کے مقابلے میں وہاں کی موت بھی میرے لیے کتنی خوشگوار ہے۔ کاش دو گز زمین مجھے وہاں مل جائے جہاں ہمیشگی کی نیند سو سکوں۔ جس سے شورِ قیامت کے سوا کوئی چیز مجھے بیدار نہ کر سکے۔

اک دل کا درد ہے کہ رہا زندگی کے ساتھ
اک دل کا چین تھا کہ سدا ڈھونڈتے رہے

خاکسار

روفی

کلثوم جب قہقہوں سے فارغ ہوئی تو اس کی نظر نازلی پر پڑی۔ تو اس کی آنکھوں سے قطراتِ اشک جاری تھے۔ کلثوم نے دیکھ لیا تھا۔ وہ کوئی خط پڑھ رہی ہے۔ وہ اس کے کندھے پر اپنے دونوں بازو ٹیک کر خود بھی روفی

کا خط پڑھنے لگی۔ پھر بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

"بے چارے روفی صاحب!"

پھر ذرا دیر خاموش رہ کر بولی۔

قسمت کے کھیل بھی کیسے نیارے ہیں۔ جو شخص اپنے کردار، سیرت ہنر، صورت اور شخصیت کے اعتبار سے جگمگاتا ہوا ہیرا تھا ہمارے کالج میں آج خدا کی اس وسیع دنیا میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اتنا بڑا فنکار اور ساٹھ روپے تنخواہ، ایسا توانا اور تندرست اور شاندار آدمی اور دق کا مریض—

نازلی موسیو اندرے سے کہو روفی کو روک لیں!"

نازلی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ آئیں تو سہی!"

(۴)

چند روز کے بعد مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے آنے والا شخص مجروح تھا۔ اس کے آتے ہی چہل پہل کا دَور بھی شروع ہو گیا۔ سب ہی نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ گویا جانِ محفل وہی تھا۔ وہی فی البدیہہ شاعری، وہی نظر بازی، وہی آہِ سحر گاہی، وہی نالۂ نیم شبی، وہی جوشِ عشق کی فراوانی، وہی تلبِ تپاں، وہی شورِ فغاں، وہی شوریدہ سری، وہی آشفتہ خاطری۔

گزشتہ اور موجودہ طلباء اور طالبات کا وہ کونسا گروہ تھا جہاں مجروح صاحب ہاتھوں ہاتھ نہ لئے جاتے ہوں اور سر آنکھوں پہ نہ بٹھائے جاتے ہوں؟

یارانِ بے تکلف کی ایک مجلس میں مجروح صاحب سے پوچھا گیا۔

"کہیئے مجروح صاحب کیسی گذر رہی ہے؟"

مجروح صاحب نے اپنی کشتی نما ٹوپی ذرا کج کی اور فرمایا۔
"کبھی صحرائے نجد میں بادیہ پیمائی کرتا ہوں۔ کبھی کوہ بیستون پر تیشہ چلاتا ہوں۔ کبھی لیلیٰ پر نقد دل نثار کرتا ہوں۔ کبھی شیریں پہ ہزار جان سے قربان ہوتا ہوں —— عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے!"

سوال کیا گیا۔
تو آپ بیک وقت مجنوں بھی ہیں اور فرہاد بھی!! کیا یہ کھلا ہوا جھوٹ نہیں ہے؟ آپ کو تنا سفید جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی؟ سچ کہا ہے غالب نے سے

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

لاحول ولاقوۃ آپ ولی ہیں یا شیطان بہ شکل انسان؟
مجروح صاحب نے ان باتوں کا ذرا بھی برا نہیں مانا۔ ایک قہقہہ لگا کے فرمایا۔

"بچہ ہو ابھی، تم کیا جانو عشق کسے کہتے ہیں؟ محبت کس چڑیا کا نام ہے؟ تمہارے نزدیک مجنوں اور فرہاد دو جدا گانہ ہستیاں ہیں؟ عقل کے دشمنو ازل سے لے کر ابد تک عاشق ایک ہی رہا ہے۔ یعنی۔ یعنی ایک کی روح ہے جو ہر عہد میں حلول کرتی رہی ہے۔ کبھی وہ مجنوں کے نام سے پکارا گیا کبھی فرہاد کے نام سے، سچائی ہمیشہ سے ایک ہی رہی ہے۔ اور ایک ہی خواہ اسے صداقت کہہ لو۔ خواہ ٹرُوتھ، خواہ راستی، خواہ کچھ اور

سونے کی وہ ٹکلی جسے اشرفی کہتے ہیں۔ کہیں گنّی ہے کہیں دینار، کہیں اسٹرلنگ کہیں ڈالر، نجد کا مجنوں بھی وہی تھا۔ شاذ و کا مجروح بھی وہی ہے کسی نے اسے مجنوں کہا۔ کوئی اسے مجروح کہتا ہے!"

مجروح صاحب کی اس تقریر دلپذیر پر وہ شورِ تحسین بلند ہوا کہ معلوم ہوا۔ مشاعرہ ہو رہا ہے۔ اور عین اس وقت جب یہاں محفل جمی ہوئی تھی۔ نازلی کے کمرہ میں کلثوم اور یاسمین بیٹھی مجروح صاحب ہی کا ذکرِ خیر کر رہی تھیں۔ کلثوم نے کہا۔

"نازلی بیگم کان کھول کر سن لو۔ ایک روز میں اپنے سینڈل کو ضرور تکلیف دوں گی کہ ذرا وہ مجروح صاحب کے سرِ مبارک کا جائزہ لے لے۔"

نازلی بہت اداس اور افسردہ بیٹھی تھی۔ پھر بھی بات کا جواب دینا ضروری تھا، پوچھا——

"کیوں بھائی کیا بگاڑا ہے کسی کا اس شاعر رند مشرب نے؟"

کلثوم نے جل کر کہا۔

"بھاڑ میں جائے یہ موا شاعر رند مشرب، اس کی گستاخ نگاہی میں ذرا جو فرق آیا ہو۔ آج میں موسیو اندرے کے کمرے میں گئی۔ وہ نہیں تھے یہ بیٹھا تھا۔ کام ضروری تھا اس لئے میں بھی بیٹھ گئی۔ کہ دو منٹ انتظار کر لوں اتفاقاً میری نظر جو اٹھی تو مجھے اس طرح گھور رہا تھا جیسے مسمریزم کی مشق کر رہا ہو میرے اوپر——!"

اداسی اور افسردگی کے باوجود نازلی کو ہنسی آگئی۔ اس نے پوچھا۔

"سچ ؟ —— لیکن بُرا کیوں مانتی ہو، بیچارہ عادت سے مجبور ہے !"
وہ کہنے لگی ۔

"تو بہن میں بھی عادت سے مجبور ہوں ۔ ایسے لوگوں کی آنکھیں پھوڑ دینا میری عادت ہے !"
یاسمین نے کلثوم کی تائید کرتے ہوئے کہا ۔
صرف ان ہی کے ساتھ نہیں سب کے ساتھ اس کا یہی رویہ ہے
کل ذرا شاذو کی سیر کے ارادہ سے باہر نکلی تو راستہ میں یہ مل گیا ۔ دیکھتے ہی کہتا کیا ہے ـــ

یا مجھ کو ہاتھوں ہاتھ لو مانندِ جام لے
یا تھوڑی دور ساتھ چلو میں نشے میں ہوں

نازلی نے کہا ۔
"کتنا اچھا شعر ہے، میر کا ہے شاید ؟"
وہ تیکھے لہجے میں بولی ۔
"میں نہیں جانتی میر کا ہے یا مرزا کا، لیکن تم مجروح صاحب کو ہوشیار کر دو ۔ ورنہ واقعی ایک دن مرمت ہو جائے گی ان کی !"
یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ نجمہ آگئی ۔ اس نے بھی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا ۔

"رفیعہ، غزالہ اور میں —— ہم تینوں جھیل کے کنارے بیٹھے باتیں کر رہے تھے ۔ مجروح صاحب بید مجنوں کی طرح لچکتے ہوئے تشریف لائے

اور ہماری طرف پیٹھ کر کے دوسرے گوشہ میں بیٹھ گئے۔ بیاض کھول لی پھر کچھ دیر گنگناتے رہے۔ دفعتہً اُٹھے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"آپ شاید مس نجمہ ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔

"جی ہاں مجھے نجمہ کہتے ہیں۔"

فرمایا۔

"مجھے مجروح کہتے ہیں"

میں نے جواب میں کہا۔

"آپ کو کون نہیں جانتا؟"

مسکرا کر شوخ نظروں سے دیکھا اور گویا ہوئے۔

گویا میں آپ کی نظر میں ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ نظریں پھیر لیں۔ ع

ہم نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ

مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے

سچ یہ جی چاہتا تھا، زمین پھٹ جائے اور میں سما جاؤں، غزالہ اور رقیہ نے طنز بھری نظروں سے میری طرف دیکھا اور مسکرانے لگیں۔ میں اتنی جھینپی کہ کچھ نہ کہہ سکی۔ ان حضرت نے نہایت بے تکلفی سے شکریہ ادا کیا اور تشریف لے گئے۔ پھر رقیہ اور غزالہ نے اتنا بنایا کہ آنسو آ گئے میری آنکھوں میں۔

یاسمین بول پڑی۔

«آخر اس کمبخت کو بلایا کیوں ہے؟ اس کا دعوت نامہ منسوخ کر
اور چلتا کرو یار»

کلثوم نے سوال کیا۔

«کچھ رومی صاحب کی بھی خبر ہے؟ کب تک آرہے ہیں؟»

نازلی نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔

«ایک خط میں — لکھا تو تھا آنے کو، پھر کوئی اطلاع نہیں ملی، خط کی
مہر پڑھی نہیں گئی۔ پتہ لکھا نہیں تھا، ورنہ یاد دہانی کا خط لکھتی۔»

یاسمین نے کہا۔

«ایسا نیک اور شریف آدمی میری نظر سے نہیں گزرا، سچ ہے فرشتہ
ہونا آسان ہے نہ انسان بننا مشکل ہے۔ رومی صاحب بڑے اچھے
انسان ہیں!»

کلثوم نے چھیڑا۔

«بہت توجہ مبذول ہو رہی ہے رومی صاحب پہ، کچھ خبر بھی ہے
دق کے مریض ہیں، ذرا دور ہی رہنا۔ بڑا متعدی اور موذی مرض ہوتا ہے
دا بچائے۔»

یاسمین نے پریشان لہجہ میں پوچھا۔

«واقعی؟ — سچ کہہ رہی ہو، دق؟ ہائے غضب! لیکن آگئے
لنا نہیں پڑے گا۔»

نازلی کی تیوری چڑھ گئی۔ وہ بولی۔

"اگر اتنی ہی دہشت زدہ ہو تو کسی ہوٹل میں ٹھہرا دیا جائے گا۔ ویسے بھی مہمان اتنی کثرت سے آ چکے ہیں کہ اب ہوسٹل میں تِل دھرنے کی جگہ نہیں ہے!"

یاسمین اور کلثوم جھینپ گئیں۔ نجمہ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"خدا بُرا وقت کسی پہ نہ ڈالے!"

(۵)

جشن سیمیں (سلور جبلی) کی تقریبات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ آج
مشاعرہ تھا۔ ہال میں ہجوم کا یہ عالم تھا کہ تھالی پھینکو تو سر ہی سر جائے۔ مقامی
و بیرونی شاعروں کی کھیپ کی کھیپ موجود تھی۔ مجروح صاحب بھی شاعروں
صف میں بہ نہایت شان سے بیٹھے تھے۔ سفید چوڑی دار پاجامہ، سیاہ
یروانی، سر پہ ٹوپی ندارد، بال اُلجھے ہوئے، آنکھوں میں سرمہ، ہونٹ پان
سرخی سے لال، اناؤنسر نے شعرائے کرام کی ایک فہرست پیش کی جسے
کر ہال تالیوں سے گونج اُٹھا۔ پھر اس نے کہا۔
"اب باری باری ان حضرات کا کلام سُنیئے!"
باری باری سے سننے میں مجروح صاحب کی
تیوریاں چڑھ گئیں کیونکہ ان کا نام بہت دیر میں آتا تھا۔
وہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کئی بار اپنا

کلام سنانا چاہتے تھے ۔ حاضرین نے جن میں ظاہر ہے قدیم و جدید طلبہ و طالبات کی اکثریت تھی اس ترتیب کو پسند نہیں کیا۔ وہ سب سے پہلے مجروح صاحب کو سن کر ذرا لطف اندوز ہونا چاہتے تھے، دفعتہً ہر طرف سے شور بلند ہوا۔

"مجروح صاحب، مجروح صاحب!"

یہ سنتے ہی مجروح صاحب مسکراتے ہوئے اُٹھے ۔ اناؤنسر کو جو ایک جونیئر طالب علم تھا۔ کہنی سے دھکا دے کر پیچھے ہٹایا ۔ شعراء پر فاتحانہ نظر ڈالی ۔ شور کرنے والوں کو مشکور نظروں سے دیکھا اور فرمایا۔

"میں آگیا —— میں آیا، میں نے دیکھا اور میں نے فتح کرلیا۔"

ہال ایک مرتبہ پھر تالیوں کے شور سے گونج اُٹھا۔ مجروح صاحب نے جیب سے بیاض نکالی ۔ ڈائس کے سامنے جو کرسیاں پڑی تھیں ان پر خواتین یعنی کالج کی قدیم و جدید طالبات متمکّن تھیں، غزالہ، یاسمین، ریحانہ، زینت اس مجمع رنگ و بو پر ایک نظر ڈال کر ایک ہاتھ شیروانی کی جیب میں رکھا۔ ایک سے بیاض تھامی اور لہک لہک کر ارشاد فرمایا۔

یہ گل کدے کی بہاریں، ارے معاذ اللہ
کہیں ہے لالہ، کہیں یاسمیں، کہیں ریحاں

لالہ کا لفظ منہ سے نکالتے ہی غزالہ پر یاسمین کا تلفظ کرتے ہی یاسمین پر، اور ریحاں کا نام لیتے ہی ریحانہ پر، مجروح صاحب کی نظر بے ساختہ اٹھ گئی ۔ سمجھنے والے سمجھ گئے ۔ تالیوں کا وہ شور کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی ۔ بار بار مطالبہ ہو رہا تھا ۔

"پھر —— ایک بار پھر، سبحان اللہ، واہ واہ، مکرر ارشاد ہو"
مجروح صاحب نے پھر دہرایا۔ ؎

یہ گل کدے کی بہاریں ارے معاذ اللہ
کہیں ہے لالہ، کہیں یاسمیں، کہیں ریحاں

غزالہ، یاسمین اور ریحانہ کی جو حالت ہوئی وہ تو ہوئی۔ لیکن نرگس
زیب کا دل بھی نہ جانے کیوں زور زور سے دھڑکنے لگا۔ مجروح صاحب
کی آواز پھر گونجی۔

وہ اور ہوں گے جنہیں آرزو ہے جنت کی
ہمارے واسطے یہ گل کدہ ہے باغِ جناں!

"گل کدہ"، کہہ کر مجروح صاحب نے، سامنے کی نشستوں کی طرف
ں ہاتھ ہلایا گویا یہی گل کدہ ہے!"
پھر شورِ تحسین آسمان تک پہنچا، ارشاد ہوا۔

وہ کون چیز ہے جو اس جگہ نہیں ملتی؟
یہاں ہے جلوۂ اصنام و سحرِ چشمِ بتاں!

"جلوۂ اصنام اور سحرِ چشمِ بتاں کی بار بار مجروح صاحب نے تکرار
ر خوب خوب داد حاصل کی۔ نرگس نے بھی خوشامد میں خوب خوب
بجائیں کہ مجروح صاحب معاف کر دیں۔ یکایک پہلے سے زیادہ
ترنم کے ساتھ مجروح صاحب گویا ہوئے۔ ؎

ذرا سی دیر کو بھی یہ جھپک نہیں سکتی
ہے میری آنکھ کہ نرگس کا دیدۂ حیراں

نرگس بیچاری کٹ گئی ۔ ادھر چیریز کے شور سے ایسا معلوم ہوا کہ ہال کی چھت اڑی جا رہی ہے مجروح صاحب کی صدا لے نغمہ پھر بلند ہوئی ۔

جناب خضر بھی آتے ہیں بار بار ادھر
یہ تیری جھیل ہے شاذو کہ چشمۂ حیواں

شاذو کی جھیل سے نہ جانے کتنوں کی کیسی کیسی خوشگوار اور ناقابل فراموش یادیں وابستہ تھیں ۔ لوٹ لوٹ گئے لوگ یہ پھڑکتا ہوا شعر سن کر، ارشاد ہوا ۔

کہاں ملے گا یہ سامان سوز و ساز ندیم
یہ نالہ ہائے عنادل یہ قہقہے یہ سماں

لوگوں نے، خاص طور پہ سابقہ طلبہ نے بیتاب ہو ہو کہ داد دی، مجروح صاحب نے بیاض بند کی ۔ گریبان پہ ہاتھ رکھا، اور کہیں زیادہ جوش و خروش کے ساتھ تبسم کی شان پیدا کر کے، عارفانہ انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا

یہ میکدہ ہے یہاں پگڑیاں اچھلتی ہیں
جناب حضرت مجروح آپ، اور یہاں!

"آپ اور یہاں ؟ کہہ کہ مجروح صاحب نے ایک کامیاب اداکا
کی طرح دانتوں تلے انگلی داب لی اور پھر مسکراتے ہوئے اپنی جگہ جا بیٹھے ۔"

علین اس وقت جب ہال میں مشاعرہ ہو رہا تھا ۔ نازلی کالج کمپاؤنڈ
سے ذرا پرے اس رہگذر کے ساتھ کھڑی تھی ۔ جہاں سے لوگوں آمد و رفت
کا سلسلہ جاری رہتا تھا ۔ یہ اس کا ہر روز کا معمول تھا ۔ ہر روز جب تک

مایوس ہو جاتی۔ راستہ سنسان نہ ہو جاتا۔ لوگوں کی آمد و رفت بند نہ ہو جاتی وہ اسی طرح کھڑی کسی کی راہ تکا کرتی،

آج بھی حسب معمول مایوس ہو کر واپس جانے کے لیے وہ مڑی تھی کہ موسیو اندرے لپکتے ہوئے اسی طرف آتے نظر آئے۔ نہایت سراسیمہ اور پریشان، نازلی ان کی یہ کیفیت دیکھ کر سہم گئی۔ موسیو نے انتہائی اضطراب کے عالم میں کہا۔

”میں البرٹ ہسپتال جا رہا ہوں۔ بڑی بری خبر فون پر ابھی ملی ہے خدا خیر کرے۔“

نازلی کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز ں پوچھا۔

”کیا ہوا موسیو، کیا آپ مجھے نہیں بتائیں گے؟“

موسیو اندرے نے کہا۔

دونی —

ھی اور کچھ وہ کہنے نہ پائے تھے کہ نازلی چیخ پڑی۔ اس نے کہا۔

دنی — کیا ہوا اردنی کو، نہیں موسیو اسے کچھ نہ کہیے، وہ زندہ

ندہ رہے گا، اسے زندہ رہنا چاہیے —“

و اندرے نے حیرت سے نازلی کو دیکھا۔ پھر پرسکون لہجہ میں کہا۔

ں آتے ہوئے اس کا رکشا الٹ گیا۔ سر میں اور بازو میں کچھ چوٹیں

س قدر گھبرا کیوں گئیں؟ ہم اسے مرنے نہیں دیں گے۔ میں جا رہا

ہوں کہ اگر خون دینے کی ضرورت ہو تو اپنا خون پیش کر دوں ۔
رہیں بھی چل رہی ہوں، آپ بوڑھے ہیں، کمزور ہیں ۔ آخر میرا خون کس
کام آئے گا ۔؟"
موسیو مسکرا کر خاموش ہو رہے ۔ نازلی ان کے ساتھ چلتی رہی تھوڑی
دیر میں البرٹ ہسپتال آ گیا ۔ وہاں کا انچارج ڈاکٹر موسیو کا عقیدت مند اور
روفی سے بھی کسی حد تک آشنا تھا ۔ اس نے دونوں کا پرتپاک استقبال کیا ۔
اور کہا ۔
"بالکل مطمئن رہیئے ۔ چوٹ بہت معمولی ہے ۔ صرف شاک سے
بے ہوش ہو گئے ہیں چند دن میں ٹھیک ہو جائیں گے ۔ اسپیشل وارڈ میں
رکھا گیا ہے ۔ کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے گی ۔ بالکل مطمئن رہیئے ۔"
موسیو اندر سے بالکل مطمئن ہو گئے ۔ نازلی نے کہا ۔
"مگر میں یہیں رہوں گی !"
ڈاکٹر نے کندھے اچکا کر کہا ۔
"شوق سے ـــ آئیے ابھی وہاں پہنچائے دیتا ہوں آپ کو !"
"شکریہ !" ـــ نازلی نے کہا ۔ پھر ڈاکٹر کے ساتھ ہو لی ۔ اس کے
پیچھے پیچھے موسیو بھی کسی گہری فکر میں غرق چلے آ رہے تھے !"

(٦)

روفی بستر پہ لیٹا تھا، نازلی پاس ہی کرسی پہ بیٹھی تھی۔ اس نے متبسم
و کر کہا۔

"کل آپ ہسپتال سے رخصت کر دیے جائیں گے!"

روفی نے فکر مند لہجہ میں جواب دیا۔

"ہاں، لیکن ——"

کچھ کہتے کہتے وہ چپ ہو گیا، نازلی نے اکسایا۔

"کہیے نا کیا کہہ رہے تھے، لیکن؟"

وہ افسردہ انداز میں گویا ہوا،

"سوچتا ہوں، قسمت میری کتنی مخالف ہے ——"

نازلی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"آتنی سنجیدہ باتوں کا یہ وقت نہیں ہے۔"

روفی کے لبوں نے پھر جنبش کی،

"صرف دو دن کی چھٹی بڑی مشکل سے ملی تھی۔ وہ بھی اس تہدید کے ساتھ کہ اس مدت کی تنخواہ کٹ جائے گی۔ سوچا تھا، مجموعی حیثیت سے ایک دن آمد و رفت میں صرف ہو جائے گا۔ ایک دن کالج کے ماحول میں پرانی اور خوشگوار یادوں میں بسر کر لوں گا۔ اور پھر اپنی ڈیوٹی پہ واپس چلا جاؤں گا مگر ــــ اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے ابھی کالج تک پہنچ بھی نہ سکا تھا کہ حادثہ کا شکار ہو کر یہاں پہنچ گیا۔ اور یہاں آئے ہوئے پورے پانچ دن ہو چکے ہیں۔ کل اگر رہائی ہوئی تو پرسوں پہنچ سکوں گا۔ ایک ہفتہ کی تنخواہ کٹنے کا غم نہیں۔ فاقہ میں کام کرنے کا عادی ہوں۔ فکر یہ ہے کہ اگر وہاں جا کر یہ خوش خبری ملی کہ تشریف لے جائیے تو کیا کروں گا؟ اور یہ بالکل بعید نہیں ہے۔ ہیڈ ماسٹر کے علاوہ اسکول کے جانور تک پناہ مانگتے ہیں"ــــ

شاید روفی ابھی کچھ اور کہتا۔ لیکن نازلی بول پڑی۔

"ہیڈ ماسٹر، رازق نہیں ہیں، رازق خدا ہے۔ ایک در بند، سو در کھلے، لہٰذا اس کی تو بالکل فکر نہ کیجئے۔ لیکن یہ تو بتائیے، وہ کون سی خوشگوار یادیں تھیں جن کی کشش یہاں تک آپ کو کھینچ لائی تھی؟"

روفی کے چہرے پہ سرخی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے ایک نفس سرد کے ساتھ کہا۔

"بہت سی یادیں، تلخ بھی اور خوشگوار بھی، لیکن وہ تلخ ہوں یا خوشگوار

مجھے دل سے عزیز ہیں!"

نازلی نے تیوری چڑھا کر کہا۔

"پھر آپ مجروح صاحب کے لب و لہجہ میں بولنے لگے؟"

روفی مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ ذرا دیر کے بعد نازلی نے پوچھا۔

"دولت پور سے فرار ہوتے وقت ایک خط بھی تو آپ میرے نام چھوڑ گئے تھے۔ یاد ہے؟"

روفی کے چہرے پہ خون پھر سمٹ آیا۔ اس نے آنکھیں ملائے بغیر جواب دیا۔

"یاد ہے ۔۔۔ اور میں اپنی اس جسارت پہ بہت شرمندہ ہوں!"

نازلی ایک انداز خاص کے ساتھ گویا ہوئی۔

"آپ ہر کام بعد از وقت کرنے کے عادی ہیں۔ اس جسارت کا خیال آپ نے کالج کے دوران قیام میں کیوں نہیں کیا تھا؟"

روفی نے اسی طرح آنکھیں نیچی کئے ہوئے جواب دیا۔

"بہرحال وجہ کچھ بھی ہو، یہ میری پہلی جسارت تھی، یہ میرا آخری خط تھا مجھے ن تھا وہاں سے جلد ہی رخصت ہو جاؤں گا۔ مجھے یقین تھا اب آپ سے ملاقات نہیں ہو گی۔ لیکن بدقسمتی میرے ساتھ تھی۔ بچ گیا، اور آپ کل اچانک اور غیر متوقع حالات میں ملاقات بھی ہو گئی۔!"

نازلی نے لقمہ دیا۔

"آپ شرمندہ ہیں کہ پھر سے ملاقات کیوں ہو گئی؟"

روفی نے ذرا اضطراب کے ساتھ کہا۔
ایک بات صاف طور پہ کہہ دینا چاہتا ہوں۔ تیر کمان سے نکل چکا، وہ خط تو میں واپس نہیں لے سکتا، نہ اس کے مندرجات سے انکار کر سکتا ہوں۔ میں نے واقعی آپ سے محبت کی، ایک بت ——— بت ساز جو ٹھہرا ——— میں نے اپنے طاق دل میں بٹھا لیا تھا۔ اس کی پوجا کرتا رہتا تھا۔ جب ممکن تھا۔ اس وقت بھی مجھ میں اتنی جرات نہ تھی کہ حرف محبت زبان پہ لا سکتا۔ اور پھر جب آپ ایک شخص کی بیوی بن چکی تھیں، حرف محبت زبان پر لانا شرمناک جسارت تھی۔ شرع کی نظر میں بھی، اخلاق کی نظر میں بھی، اور سماج کی نظر میں بھی، پہلے میں آپ پہ وہ نظر ڈال سکتا تھا، جس میں آپ کو پالینے کی تمنا مچل رہی ہو۔ لیکن ہم دونوں کے درمیان جو دیوار تھی۔ وہ اس وقت اور اونچی ہو گئی۔ جب آپ کی شادی ہو گئی۔ اتنی اونچی جسے پھلانگنا ممکن بھی نہیں تھا۔ اور مناسب بھی نہ تھا۔ لیکن میں نے سوچا مرنے سے پہلے اگر دل کی بات زبان پہ لے آؤں، تو یہ ایک بے ضرر جسارت ہو گی۔ اس زندادر تمنا سے خالی، خوشیوں کے ہجوم میں شاید آپ کو اس ناکام محبت کی یاد بھی آ جائے جس نے محبت کی اور محبت کرتے کرتے جان دے دی۔ اگر ذرا بھی اندیشہ ہوتا کہ زندہ رہوں گا۔ اور کبھی آپ سے ملاقات ہو گی۔ تو قطعاً ایسی حرکت نہ کرتا۔ اس لئے نادم ہوں شرمندہ ہوں، کیا آپ معاف کر دیں گی؟"
نازلی نے تند لہجہ میں کہا۔

"نہیں، — معافی کا کیا سوال؟"

روفی بے چین ہو گیا۔

"آپ کا فیصلہ بالکل درست ہے، میرا گناہ واقعی ناقابلِ معافی ہے!"

نازلی بالکل بدلے ہوئے لہجہ میں بولی۔

"کیا محبت کرنا آپ کے نزدیک ناقابلِ معافی گناہ ہے؟"

اس تغیر پر روفی کو حیرت ہوئی۔ اس نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہ مسکرا رہی تھی۔ یکایک وہ پھر بولی۔

"کیا اب آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے؟"

روفی بوکھلا گیا۔ گم صم نازلی کو دیکھتا رہا۔ وہ پھر گویا ہوئی۔

"بتائیے، جواب دیجئے، میں کیا پوچھ رہی ہوں؟"

روفی نے پریشانی اور اضطراب کے عالم میں کہا۔

"میرے لیے اس سوال کا جواب دینا بہت مشکل ہے!"

وہ تیکھے لہجہ میں بولی۔

"ہاں، مرد ایسے ہی ہوتے ہیں، ان کی محبت پر اعتبار کرنا سادہ لوحی
ہے، وہ بے تابانہ محبت کرتے ہیں، جس سے محبت کرتے ہیں اس کی
... آویزاں اور سحر طراز تصویریں بناتے ہیں۔ ان تصویروں کے نیچے درد
... سے بھرپور اشعار لکھتے ہیں کہ پتھر کا کلیجہ بھی پانی ہو جائے۔ مگر جب
... کی محبت کا جواب، محبت سے دیا جائے تو اسے ٹھکرا دیتے ہیں —
... صاحب کم از کم میں آپ کو ایسا نہیں سمجھتی تھی۔

روفی اور زیادہ سٹ پٹا گیا۔ اس نے بے بسی کے ساتھ کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

وہ بولی

"لیجئے اب اونچا بھی سننے لگے ——— تھوڑی دیر میں فرما دیجئے گا یہ میرے سامنے کون بیٹھا ہے، میں تو اسے پہچانتا بھی نہیں!"

روفی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔

"سنئے تو سہی، میرا مطلب کیا ہے؟"

وہ رکھائی سے بولی۔

"کیا اب بھی کچھ سننا باقی ہے!"

روفی اٹھ کھڑا ہوا۔

"خدا کے لیے مجھے غلط نہ سمجھئے، اب محبت کا وقت گزر گیا ———

وہ کہنے لگی۔

"جی اور کیا، ——— اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے، ——— ایک ترنگ تھی جو اٹھی اور ختم ہو گئی۔ بھلا کوئی زندگی بھر محبت کا سوانگ رچاتا ہے۔ میں بھی کتنی بے وقوف ہوں کہ اتنی معمولی بات بھی نہ سمجھ سکی۔"

روفی نازلی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

"میرے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ میرے دل کی حرکت بند ہو جائے گی۔ اس طرح کی باتیں نہ کیجئے!"

نازلی نے گردن اوپر اٹھا کر کہا۔

"اب محبت کے لفظ سے چڑ ہو گئی ہے آپ کو؟"
رونی نے بے قرار ہو کر کہا۔

"یہی تو میرا سرمایہ ہے!"
پھر وہ جوش کے عالم میں بولا۔

"مس نازلی مجھ پر رحم کیجئے، مجھ سے محبت نہ کیجئے، نفرت کیجئے، میں
نے آپ کو ہمیشہ چاہا۔ اب بھی چاہتا ہوں اور زندگی بھر چاہتا رہوں گا۔ لیکن
میں آپ کی زندگی نہیں برباد کر سکتا۔ میں آپ کو گناہ کے راستے پر نہیں
دیکھ سکتا۔ شوہر سے بے وفائی پر میں آپ کو آمادہ نہیں کر سکتا۔ میں زہر کھا لوں گا
خودکشی کر لوں گا۔ اس کمرہ کی چھت سے نیچے کود پڑوں گا۔ لیکن آپ کے
تقدس کو داغدار نہیں کر سکتا۔ آپ کی زبان سے محبت کا لفظ سن کر مجھے نئی
زندگی مل گئی۔ لیکن اس زندگی کو میں موت کے ہاتھ بیچ ڈالوں گا۔ مس نازلی
آپ میری محسن بھی ہیں، آپ کے احسانات کے بار سے میرا سر نہیں اٹھ سکتا۔
آپ نے میرے ساتھ جو سلوک کئے ہیں۔ انہیں زندگی بھر نہیں
بھول سکتا، لیکن ——"

رونی کا سانس پھول گیا۔ مگر اس نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔
"لیکن آپ مجھ سے محبت نہیں کر سکتیں، آپ کو مجھ سے محبت کرنے
...نہیں، آپ کو صرف نواب صاحب سے محبت کرنی چاہیئے۔ آپ کی
...صرف انہی کا حق ہے، انہی کا حصہ ہے ——"
نازلی نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن اخلاق صاحب سے میں طلاق لے چکی ہوں!"
رونی نے حیرت، دہشت اور تعجب کے ساتھ پوچھا۔
"آپ نے طلاق لے لی ہے؟ کیوں؟"
وہ اسی سنجیدہ لب ولہجہ میں گویا ہوئی،
"اس لئے کہ گو وہ آدمی ہیں، لیکن انسان نہیں، بہرحال اب مجھ میں اور ان میں وہی دیوار اور زیادہ اونچی ہو کر حائل ہو گئی ہے۔ جو کبھی میرے اور آپ کے درمیان حائل تھی ——
رونی اس سے زیادہ نہ سن سکا۔ بے تابی کے ساتھ اس نے نازلی کا ہاتھ اپنے لرزتے ہوئے ہاتھوں میں لے لیا۔ اسے آنکھوں سے لگایا۔ پھر اسے چومنا چاہا۔ لیکن نازلی نے جلدی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔
"ابھی یہ گناہ ہے!"
اور پھر وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ دروازے پہ مجروح صاحب سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ بے ساختہ پوچھا۔
"کیا حال ہے اس مرد بیمار کا؟"
وہ بولی۔
"بہت برا!"
مجروح صاحب بھی کب ہار ماننے والے تھے پوچھا۔
"اسی لئے آپ اتنی خوش اور متبسم نظر آرہی ہیں؟"
وہ بولی۔

"تو کیا خوشی صرف آپ کا حصّہ ہے؟"

اور نکلی چلی گئی۔ مجروح صاحب نے ہاتھ جھٹک کر، اسے دیکھا اور گنگناتے ہوئے رونی کے کمرہ میں داخل ہوئے، —— "ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے!"

AMINIA MUSLIM GIRLS SEC. SCHOOL ★ LIBRARY ★
A. No. 328
Date 1.8.80

(۷)

آج کالج کی چہل پہل، رونق اور گہما گہمی کا حال ہی کچھ اور ہے، روفی ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر آچکا ہے۔ زخم مندمل ہو چکے ہیں۔ کمزوری اور نقاہت بھی بڑی حد تک رفع ہو چکی ہے۔ کالج کا وسیع ہال مہمانوں سے بھرا ہوا ہے —— آج روفی اور نازلی کی شادی ہے،—— مجروح صاحب کے سہرے کے بعد مونسیو اندرے تقریر کے لیے کھڑے ہوئے، انہوں نے فرمایا۔

میرے بچو——

آج کا دن میری زندگی کا سب سے زیادہ مسرت بخش دن ہے۔ اس جشن نے ثابت کر دیا کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔ میں نے جو درخت لگایا تھا وہ برگ و بار لے آیا۔ ملک کو اس کالج کی ضرورت ہے۔ یہ کالج

ت کچھ کر چکا ہے۔ اور ابھی اسے بہت کچھ کرنا ہے۔ لیکن اسے نئے خون
رورت ہے۔ میں نے روفی کے ہاتھ میں آج سے کالج کی باگ دے
ہے۔ اب پرنسپل کے فرائض وہی انجام دیں گے۔ یہ نہ سمجھنا میں ترک
کر رہا ہوں، صرف موت ہی یہاں سے مجھے نکال سکتی ہے۔ پھر بھی میری تمنا ہیں
ی۔ جب تک زندہ ہوں۔ میرے مشورے روفی کے رفیق ہوں گے۔
میرے بوڑھے دماغ اور لرزتی ہوئی انگلیوں کو اب آرام کی ضرورت ہے
ں اپنی بیٹی نازلی کا ذکر خاص طور پر کرنا چاہتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ غیر معمولی
سیرت و کردار کی لڑکی ہے۔ اس نے اپنی اس مختصر سی زندگی میں جن طوفانوں
مقابلہ کیا ہے۔ اسی کا جگر تھا کہ انہیں جھیل گئی۔ شرافت، اخلاق، انسانیت
لم، فیاضی، ہمدردی جس معیار سے بھی اسے جانچو وہ بلند و برتر نکلے گی۔
نازلی پر مجھے فخر ہے، کالج کو فخر ہے، اور یقیناً روفی کو بھی فخر ہے۔ روفی
یسے عظیم فن کار ہر روز نہیں پیدا ہوتے۔ میں نے یہ گوہر یکتا اس کے حوالہ
ہے۔ روفی کی زندگی تم سب کے لیئے ایک سبق ہے۔ عزم، خلوص۔
بانی، بے نفسی، بے لوثی ہی انسان بناتی ہے۔ یوں تو ہم تم سب انسان
ں لیکن اصل انسان وہ ہے جو ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے جھیل لے اور
ں نہ کرے۔ روفی نے اپنی زندگی خود بنائی ہے۔ وہ خود اپنا معمار ہے۔
موسیو اندرے کی تقریر کا ایک ایک لفظ حاضرین نے شوق اور عقیدت
کانوں سے سنا۔ تقریر کے دوران میں نازلی چپ چاپ سر جھکائے منزم دچیا
تصویر بنی بیٹھی رہی روفی بھی انکسار و فروتنی کا پیکر نظر آرہا تھا۔ تقریر ختم ہوئی

تو مبارک سلامت کا شور بلند ہوا۔ سب سے پہلے مجروح صاحب اُٹھے اُنہوں نے روفی کے پاس آکر کہا۔

"یار دِق میں مبتلا ہو کر پھر اچھا ہونے کی کوئی تدبیر مجھے بھی بتا دو۔ شاید انہیں (آنکھ سے ریحانہ کی طرف اشارہ کر کے) رحم آجائے۔ میں نازلی کی طرح مجھ پہ بھی!"

روفی نے کہا۔

"چھٹانک بھر سنکھیا کھالو!"

مجروح صاحب نے ایک قہقہہ لگایا اور رخصت ہو گئے ——

یورش

رئیس احمد جعفری کا نیا تاریخی ناول

ایک زمانہ تھا کہ مسلمان سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اترتے تھے، مال و زر کی طمع [illegible] کھینچ سکتی تھی سیم و زر کے انبار انہیں اپنی طرف متوجہ نہ کر سکتے تھے [illegible] کے پائے ثبات میں لغزش نہ پیدا کر سکتی تھی، دشمن کا جاہ و جلال اور کثرت و فراواں کے عزم میں تزلزل نہ پیدا کر سکتا تھا، بے آب و گیاہ میدان میں وہ گلگشت کرتے تھے۔ لق و دق صحرا ان کی جولاں گاہ تھے۔ ناپیدا کنار سمندر ان کی جرأتِ رندانہ کو روکنے پر قادر نہ تھا۔ آسمان رفعت پہاڑ ان کے راستے کے پتھر نہ بن سکتے تھے ــــ اور زندگی کی لذّت، زندگی کی کشش، زندگی کی تمنّا انہیں موت سے دہشت زدہ اور مرعوب نہ کر سکتی تھی، موت انہیں زندگی سے زیادہ عزیز تھی، زندگی ان کے پیچھے دوڑتی تھی، وہ موت کا تعاقب کرتے تھے۔

اور جو لوگ ایسا جذبہ رکھتے ہوں، خدا بھی ان کی مدد کرتا ہے، وہ ہر میدان میں کامیاب ہوتے ہیں، ہر مورچہ کو فتح کر لیتے ہیں۔ ہر طاقت کو شکست دیتے ہیں۔ "یورش" بھی اسی طرح کی ایک داستان ہے، جس میں آہ بھی ہے اور درد بھی، آنسو بھی اور تبسم بھی، حسرت بھی اور مسرت بھی۔

سہ رنگا خوبصورت گرد پوش   بڑا سائز   قیمت ۸/۸/

مقبول اکیڈمی ۱۴۔ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

محبّت کا انتقام

رئیس احمد جعفری کا نیا ناول

جگرؔ نے کسی موقع پر محبت کے لئے لکھا تھا "یہ شاخِ گل بھی ہے تلوار بھی ہے"۔ اس کتاب میں واقعی محبّت شاخِ گل نظر نہیں آتی تلوار دکھائی دیتی ہے جس سے خون ٹپکتا ہے۔ جس کی نوک میں جانے کتنے معصوم دل چھدے ہوئے ہیں جس نے محبوب کا سینہ چھلنی کر دیا۔

یہ عجیب و غریب نفسیاتی ناول، اپنے کردار، اندازِ بیان اور طرز و اسلوب کے اعتبار سے ایک بالکل نئی، انوکھی اور نرالی چیز ہے، اسے پڑھ کر کہیں خوف و دہشت سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہیں شدتِ غم و الم سے اشکِ حسرت بہنے لگتے ہیں اس میں پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی، پھول وہ جو دل میں جگہ پائیں اور کانٹے ایسے جو دل کو چھلنی کر دیں، اردو زبان میں اس تیور کا ناول آج تک نہیں لکھا گیا۔ اُردو زبان کی تاریخ میں اسے ایک خاص مقام حاصل ہو گا۔ جب تک اردو لٹریچر زندہ ہے۔ یہ ناول بھی زندہ رہے گا۔ یہ ان چند لازوال اور غیر فانی شہپاروں میں سے ہے جن کی تر و تازگی اور رعنائی ہمیشہ قائم رہے گی۔

ہم نے رئیس احمد جعفری کے کئی ناول چھاپے ہیں، اور آئندہ بھی چھاپتے رہیں گے لیکن اس ناول کو چھاپ کر ہم نے اردو ادب کو ایک ایسا گوہرِ یگانہ دیا ہے جس کی آب و تاب اور چمک دمک کبھی ماند نہیں پڑ سکتی۔

سہ رنگا حسین گرد پوش ——— قیمت ساڑھے سات روپے

مقبول اکیڈمی - شاہ عالم مارکیٹ لاہور